سلسلہ سیرۃ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مکتوبات احمدیہ

جلد ششم (حصّہ اول)

(جس میں مکفرین و مکذبین علماء کے نام کے خطوط ہیں)

مُرتبہ

خاکسار :- عرفانی الکبیر موسس و ایڈیٹر الحکم وغیرہ

مطبوعہ اشوک پریس۔ ترپ بازار حیدرآباد دکن

قیمت فی جلد معہ محصول ڈاک عہ سکہ ہند

۱۲/

مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً لکھے۔ یہ مکاتیب کبھی تو بعض کے استفسارات کے جواب میں لکھے گئے اور کبھی اتمام حجت اور تبلیغ حق کے لئے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ مکتوب الیہم کے متعلق ایک مختصر سا نوٹ دیدوں تاکہ تاریخ سلسلہ میں ان کی حیثیت ظاہر رہے۔

مکتوبات احمدیہ کے سلسلہ میں اسوقت تک پانچ جلدیں نو نمبروں میں شائع ہو چکی ہیں اور اس لحاظ سے یہ دسویں جلد ہے۔ ایک جلد متفرقات کی ہوگی اور اس طرح مکتوبات کے سلسلہ کی تکمیل ہو جائے گی۔ وباللہ التوفیق۔

مکتوبات کی جمع و ترتیب بھی دراصل سیرۃ و سوانح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اہم حصہ ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس کام کو میں متواتر اور مسلسل جاری نہیں رکھ سکا۔ میں اپنی کمزوریوں سے ناواقف نہیں مگر میں ایک یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس غفلت اور کوتاہی کے لئے جماعت بھی منفرداً و مجتمعاً ذمہ دار ہے اِلّا ماشاء اللہ اس لئے کہ اس نے اس کام کی اہمیت کو ابھی تک نہیں سمجھا۔ بہرحال میں اپنے ذوق اور استعداد کے موافق اس سے غافل نہیں رہا اور یہ اسی جذبہ کی ایک حقیر کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول کرے آمین

۲۸ فروری سنہ ۱۹۵۰ء

(خاکسار)
عرفانی کبیر
از سکندر آباد دکن

حاجی ولی اللہ صاحب کے نام

(تعارفی نوٹ)

حاجی ولی اللہ صاحب ریاست کپورتھلہ کے ایک معزز عہدہ دار تھے اپنی سمجھ اور فکر کے موافق اس عہد کے دیندار مسلمانوں میں آپ کا شمار تھا۔ وہ ابتدا سرکار انگریزی میں ملازم تھے مگر جب بندوبست کا آغاز پنجاب میں ہوا تو ریاست کپورتھلہ کے مہاراجہ نے آپ کی خدمات کو مستعار لے لیا۔ اور پھر مستقل طور پر اپنی ریاست میں رکھا۔ وہ صاف گو اور دلیر عہدہ دار تھے۔ ریاستی پالٹیکس کے قائل نہ تھے۔ اسلئے وہ ریاست کے وزیر اعظم تو نہ ہو سکے مگر یہ واقعہ ہے کہ وزیر اعظم تک ان سے دبتے تھے۔ حاجی صاحب کا خاندان ضلع میرٹھ کا ایک معزز خاندان تھا اور ایک مدبر اور علم دوست خاندان سمجھا جاتا تھا۔

حاجی صاحب اگرچہ خود احمدی نہ ہو سکے مگر یہ واقعہ ہے کہ کپورتھلہ کی جماعت کا باعث وہی ہوئے۔ اور ان کے خاندان میں حضرت منشی حبیب الرحمٰن رضی اللہ عنہ اور ان سے تعلق رکھنے والے حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنہ حاجی صاحب کے ہی ذریعہ سے سلسلہ میں آئے۔

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب تو آپ کے بھتیجے اور وارث ہی تھے۔ حاجی صاحب براہین احمدیہ کے خریدار تھے اور اس کے حصص آپ کے پاس جا رہے تھے۔ وہ خود بھی پڑھا کرتے تھے اور حضرت منشی ظفر احمد

صاحب کو بھی سنانے کے لیئے فرمایا کرتے ۔ اور حضرت ظفر نے یہ عمل عنفوانِ شباب میں ہی براہین احمدیہ حاجی صاحب کو سناتے اس نعمت کو پالیا۔ میری تحقیقات میں منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ کے آدم ہیں۔

غرض حاجی صاحب براہین احمدیہ کے خریدار تھے اور شوق ذوق سے اُسے پڑھتے اور سنتے تھے مگر ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبول کرنے کی توفیق نہ ملی البتہ ان کے ذریعہ سے حضرت اقدس کی دعوت کپورتھلہ پہونچی اور ان کے خاندان میں ایک مخلص شاخ حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہٗ کے خاندان کی بارآور ہوئی۔ حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب، حاجی صاحب کی وفات کے بعد جائز وارث اور ان کے جانشین تجویز ہوئے۔ اور اس کا اعلان اس زمانہ کے عام رواج دستاربندی سے کیا گیا۔

حاجی صاحب کو میں مخالفین کے زمرہ میں نہیں سمجھتا۔ ہاں علاوہ سلسلہ بیعت میں بھی شریک نہ ہو سکے۔ براہین ہی کے زمانہ میں اونھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ سوالات کیئے، جن کے جواب میں حضرت نے آپ کو خط لکھا۔ حاجی صاحب کے ذریعہ جماعت کپورتھلہ (اس لئے کہ براہین کپورتھلہ میں ان کے ذریعہ پہونچی) کا قیام عمل میں آیا اور یہ جماعت اپنے اخلاص و وفا میں ایک ایسی جماعت گزری ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ساتھ جنت میں رہنے کی بشارت دی (رضی اللہ عنہم)

حاجی صاحب کی تعمیر کردہ مسجد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے۔ غیراحمدی اس مسجد کو لینا چاہتے تھے اور اس کا مقدمہ عرصہ تک چلتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے جماعت کو بشارت دی کہ اگر میں سچا ہوں تو یہ مسجد تم کو ملیگی آخر وہی ہوا۔ یہاں تک کہ ایک حاکم عدالت جو احمدیوں کے خلاف اپنے دل میں فیصلہ کر چکا تھا قبل اس کے فیصلہ سنائے اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آکر فوت ہوگیا۔ حاجی صاحب کے یہ کام اپنی جگہ ایک وزن رکھتے ہیں مگر حضرت اقدس کے ابتدائی زمانہ کے بعض معاونین کو سنت اللہ کے موافق ابتلا آیا اور یہ اس لئے بھی ہوا تا خدا تعالیٰ کی قدرت نمایاں ہو۔ حاجی صاحب نے براہین کے التوا کے متعلق اعتراضات کئے اور ادب کے مقام سے ہٹ کر وہی غلطی ان کے سامنے آگئی۔ اور وہ اس نعمت کی قدر نہ کر سکے۔ اب ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ وہ مکفرین اور سب وشتم کرنے والوں میں نہ تھے۔ ان کو ایک وقت حجاب ہوا ورنہ براہین کے ابتدائی دور میں خود

حضرت کو مجدد تسلیم کرتے تھے

اس خصوص میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی شہادت ہیں نے حیات احمد جلد دوم نمبر دوم کے صفحہ (۴۲) پر درج کی ہے۔

اس خط وکتابت کے پڑھنے سے جو حاجی صاحب اور حضرت اقدس کے مابین ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا حاجی صاحب کو بعض حالات اور اثرات کے ماتحت کچھ قبض ہوا اور اس کا اظہار انھوں نے اپنے کسی خط میں کیا جس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۳ ڈسمبر ۱۸۸۳ء کو دیا۔ اور پھر اس خط کے بعد حاجی صاحب نے کچھ سوالات کئے جن کا جواب حضرت نے ۳۰ ڈسمبر ۱۸۸۳ء کے مکتوب میں تحریر فرمایا۔

اس کے بعد ۲۲ جنوری ۱۸۸۴ء کو حاجی صاحب نے ایک تفصیلی خط حضرت کی خدمت میں لکھا جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ حضرت اقدس کو احیاء اسلام کا ذریعہ سمجھتے تھے اور ہندوستان ہی میں آپ کی لعثت کو ضروری سمجھتے تھے۔ میں حاجی صاحب کے اس خط کو حضرت اقدس کے دوسرے مکتوب کے بعد درج کر دینا اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ تاریخ سلسلہ میں حاجی صاحب کے متعلق کوئی غلط فہمی نہ رہے۔ میں نے حیات احمد جلد دوم کے نمبر دوم میں بھی آپ کا ذکر کیا ہے اور اس سے مقصد صرف اسی قدر امر واقعہ کا اظہار ہے جو اس مکتوب سے متعلق ہے جو انھوں نے براہین کے سلسلہ میں حضرت کو لکھا اور جس کا جواب ۲۲ دسمبر ۱۸۸۳ء کے خط میں موجود ہے اب میں کسی مزید تفصیل کے بغیر مکتوبات کو درج کرتا ہوں۔

(عرفانی کبیر)

مکتوب نمبر (۱)

مخدومی مکرمی اخویم حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون۔ آج مدت کے
بعد عنایت نامہ پہنچا۔ آپ نے جس قدر اپنے عنایت نامے میں اس حقیر عباد اللہ
کی نسبت اپنے بزرگانہ ارشادات سے بدنیتی / ناراستی اور خراب باطنی اور
وعدہ شکنی اور انحراف از کعبہ حقیقت وغیرہ وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔
میں ان سے ناراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اول تو ع ہرچہ از دوست مے رسد نیکوست
ماسوا اس کے اگر خداوند کریم و رحیم ایسا ہی برا انجام کرے جیسا کہ آپ نے سمجھا
ہے تو میں اس سے بدتر ہوں اور درشت تر الفاظ کا مستحق ہوں۔ رہی یہ بات کہ
میں نے آپ سے کوئی وعدہ خلافی کی ہے یا میں کسی عہد شکنی کا مرتکب ہوا ہوں تو اس
وہم کا جواب زیادہ تر توجہ سے خود آپ ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ جس روز چھپے ہوئے پردے
کھلیں گے اور جس روز حصل ما فی الصدور کا عملدر آمد ہوگا اور بہت سے بدظن اپنی
جانوں کو رویا کریں گے۔ اس روز کا اندیشہ ہر ایک جلدباز کو لازم ہے۔ یہ سچ ہے کہ
براہین احمدیہ کی طبع میں میری امید اور اندازے سے زیادہ توقف ہو گیا۔ مگر اس توقف
کا نام عہد شکنی نہیں۔ میں فی الحقیقت مامور ہوں اور درمیانی کارروائیاں جو الٰہی مصلحت
نے پیش کر دیں دراصل وہی توقف کا موجب ہو گئیں۔ جن لوگوں کو دین کی غمخواری نہیں
وہ کیا جانتے ہیں کہ اس عرصہ میں کیا کیا عمدہ کام اس براہین کی تکمیل کے لئے ہوئے
اور خدا تعالیٰ نے اتمام حجت کے لئے کیا کیا سامان میسر کئے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ قرآن شریف
کئی برسوں میں نازل ہوا تھا۔ کیا وہ ایک دن نازل نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ کو اگر معلوم
نہ ہو تو کسی باخبر سے دریافت کر سکتے ہیں کہ اس عرصہ میں یہ عاجز بیکار رہا یا بڑا
بھاری سامان اتمام حجت کا جمع کرتا رہا۔ بیس ہزار سے زیادہ اشتہارات اردو
انگریزی میں تقسیم ہوئے۔ بیس ہزار سے زیادہ خطوط میں نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر

مختلف مقامات میں روانہ کیے۔ ایک عقلمند اندازہ کر سکتا ہے کہ علاوہ جد و جہد اور محنت اور عرق ریزی کے کیا کچھ مصارف ان کارروائیوں پر ہوئے ہوں گے۔ ہر ایک کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ بد باطن اور نیک باطن کو خوب جانتا ہے۔ وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ اور اگر بقول آپ کے میں خراب اندروں ہوں اور کعبہ کو چھوڑ کر بتخانہ کو جا رہا ہوں تو وہ عالم الغیب ہے آپ سے بہتر مجھے جانتا ہو گا۔ لیکن اگر حال ایسا نہیں ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ روز مطالبہ اس بدظنی کا کیا جواب دیں گے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم۔ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

(۲۳ دسمبر ۱۸۸۵ء)

(نوٹ) اس مکتوب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی صاحب کے خط کا اسلوب کیا ہو گا مگر حضرت اقدس نے جس حوصلہ اور ہضم نفس سے اس کو پڑھا اور جواب دیا ہے وہ آپ کے اخلاق فاضلہ کی رفعت و عظمت کا مظہر ہے۔ اور آپ کو اپنی ماموریت پر کامل بصیرۃ کے ساتھ یقین ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ و کردار کے متعدد پہلو اس مکتوب کے آئینہ میں نظر آتے ہیں۔ یہ یقین اور بصیرۃ کسی شخص کو میسر نہیں آسکتی جب تک وہ خدا تعالیٰ کی متواتر وحی سے تسلی نہ پاتا ہو۔ (عرفانی کبیر)

مکتوب نمبر (۲)

مخدومی مکرمی اخویم سلمہ اللہ۔ بعد سلام مسنون۔ آں مخدوم کا دوبارہ عنایت نامہ پہنچا۔ اس عاجز کو اگرچہ بباعث علالت طبع طاقت تحریر جواب نہیں۔ لیکن آں مخدوم کی تاکید دوبارہ کی وجہ سے کچھ بطور اجمال عرض کیا جاتا ہے۔

(۱) یہ عاجز شریعت اور طریقت دونوں میں مجدد ہے۔
(۲) تجدید کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کم یا زیادہ کیا جائے۔ اس کا نام تو نسخ ہے۔ بلکہ تجدید کے یہ معنی ہیں کہ جو عقائد حقہ میں فتور آگیا ہے اور طرح طرح کے زوائد ان کے ساتھ لگ گئے ہیں یا جو اعمال صالحہ کے ادا کرنے میں سستی وقوع میں آگئی ہے یا جو وصول اور سلوک الی اللہ کے طرق اور قواعد محفوظ نہیں رہے ان کو مجدداً تاکیداً بالاصل بیان کیا جائے۔ وقال اللہ تعالیٰ۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا۔ یعنی عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ دل مرجاتے ہیں اور محبت الٰہیہ دلوں سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ اور ذوق اور شوق اور حضور اور خضوع نمازوں میں نہیں رہتا اور اکثر لوگ دوبدنیا ہو جاتے ہیں اور علماء میں نفسانیت اور فقراء میں عجب اور پست ہمتی اور انواع واقسام کی بدعات پیدا ہو جاتی ہیں تو ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ صاحب قوت قدسیہ کو پیدا کرتا ہے اور وہ حجۃ اللہ ہوتا ہے اور بہتوں کے دلوں کو خدا کی طرف کھینچتا ہے اور بہتوں پر اتمام حجت کرتا ہے یہ وسوسہ بالکل نکما ہے کہ قرآن شریف واحادیث موجود ہیں پھر مجدد کی کیا ضرورت ہے یہ انہی لوگوں کے خیالات ہیں جنھوں نے کبھی غمخواری سے اپنے ایمان کی طرف نظر نہیں کی۔ اپنی حالت اسلامیہ کو نہیں جانچا اپنے یقین کا اندازہ معلوم نہیں کیا بلکہ اتفاقاً مسلمانوں کے گھر پیدا ہو گئے اور پھر رسم و عادات کے طور پر لا الہ الا اللہ کہتے رہے۔ حقیقی یقین اور ایمان بجز صحبت صادقین میسر نہیں آتا قرآن شریف تو اس وقت بھی ہوگا جب قیامت آئے گی مگر وہ صدیق لوگ نہیں ہوں گے کہ جو کہ قرآن شریف کو سمجھتے تھے اور اپنی قوت قدسی سے مستعدین پر اس کا اثر ڈالتے تھے لا یمسہ الا المطھرون۔ پس قیامت کے وجود کا مانع صرف صدیقوں کا وجود ہے۔ قرآن شریف خدا کی روحانی کتاب ہے اور صدیقوں کا وجود خدا کی ایک مجسم کتاب ہے جب تک یہ دونوں نمایاں انوار ایمانی ظاہر نہیں ہوتے تب تک

انسان خدا تک نہیں پہنچتا۔ فتدبروا وتفکروا۔

(۳) اس کا جواب جواب دوم میں آگیا۔

(۴) اول قرآن شریف مجدد کی ضرورت بتلاتا ہے جیسے میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یحیی الارض بعد موتھا۔ وقال اللہ تعالیٰ نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور ایسا ہی حدیث نبوی بھی مجدد کی ضرورت بتلاتی ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ رواہ ابوداؤد اور اجماع سنت وجماعت بھی اسپر ہے۔ کیونکہ کوئی ایسا مومن نہیں کہ جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روگرداں ہو سکتا ہے اور قیاس بھی اسی کو چاہتا ہے کیونکہ جس حالت میں خدا تعالیٰ شریعت موسوی کی تجدید ہزارہا نبیوں کے ذریعہ سے کرتا رہا ہے اور گو وہ صاحب کتاب نہ تھے مگر مجدد شریعت موسوی تھے اور یہ امت خیرالامم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس پھر کیونکہ ممکن ہے کہ اس امت کو خدا تعالیٰ بالکل گوشہ خاطر سے فراموش کر دے اور باوجود صدہا خرابیوں کے کہ جو مسلمانوں کی حالت پر غالب ہوگئی ہیں اور اسلام پر بیرونی حملے ہو رہے ہیں۔ نظر اٹھا کر نہ دیکھے جو کچھ آج کل اسلام کی حالت خفیف ہو رہی ہے۔ کسی عاقل پر مخفی نہیں۔ یعنی تعلیم یافتہ عقائد حقہ سے دست بردار ہوتے جاتے ہیں پرانے مسلمانوں میں صرف یہودیوں کی طرح ظاہر پرستی یا قبر پرستی رہ گئی ہے۔ ٹھیک ٹھیک دو بخلا کتنے ہیں۔ کہاں ہیں اور کدھر ہیں۔ ہر ایک صدی میں کوئی نامی مجدد پیدا ہونا ضروری نہیں نامی گرامی مجدد صرف اسی صدی کے لئے پیدا ہوتا ہے کہ جس میں سخت ضلالت پھیلتی ہے جیسے آجکل ہے۔

(۵) پانچواں سوال میں آپ کا سمجھا نہیں۔ مجھ سے اچھی طرح پڑھا نہیں گیا۔

(۶) حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوب میں آپ ہی فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے بعد آنے والے ہیں جن پر حضرت احدیت کی خاص خاص عنایات ہیں ان سے افضل

نہیں ہوں۔ اور نہ وہ میرے پیرو ہیں۔ سو یہ عاجز بیان کرتا ہے نہ فخر کے طریق پر بلکہ واقعی طور پر شکراً لنعمۃ اللہ کہ اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے ان بہتوں پر افضلیت بخشی ہے کہ جو حضرت مجدد صاحب سے بھی بہتر ہیں اور مراتب اولیاء سے بڑھ کر نبیوں سے مشابہت دی ہے۔ سو یہ عاجز مجدد صاحب کا پیرو نہیں ہے بلکہ براہ راست اپنے نبی کریم کا پیرو ہے اور جیسا سمجھا گیا ہے۔ بدل یقین سمجھتا ہے کہ ان سے اور ایسا ہی ان بہتوں سے کہ جو گزر چکے ہیں افضل ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

(۷) خدا تعالیٰ کے کلام میں مجھ سے یہ محاورہ نہیں ہے مجھ کو حضرت خداوند کریم محض اپنے فضل سے صدیق کے لفظ سے یاد کرتا ہے اور نیز دوسرے ایسے لفظوں سے جن کے سننے کی آپ کو برداشت نہیں ہوگی اور حضرت خداوند کریم نے مجھ کو اس خطاب سے معزز فرما کر

اِنِّی فَضَّلْتُکَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ
قُلْ اُرْسِلْتُ اِلَیْکُمْ اَجْمَعِیْنَ

یہ بخوبی کھولدی ہے کہ اس ناکارہ کو تمام عالمین یعنی تمام روئے زمین کے باشندوں پر فضیلت بخشی گئی ہے پس سوال ہفتم کے جواب میں اسی قدر کافی ہے۔

(۸) اس ناکارہ کے والد مرحوم کا نام غلام مرتضیٰ تھا وہی جو حکیم حاذق تھے اور دنیوی وضع پر اس ملک کے گرد و نواح میں مشہور بھی تھے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(۳۰ ڈسمبر ۱۸۸۲ء)

(نوٹ) اس مکتوب سے واضح ہوتا ہے کہ ۲۳ ڈسمبر ۱۸۸۲ء کو جو مکتوب حضرت نے لکھا تھا اور جس میں اپنی ماموریت کا اعلان فرمایا تھا اس پر حاجی صاحب نے آٹھ سوال کئے اور آپ نے ان کے جوابات دیئے۔ اور ماموریت کا اعلان قوت سے

دلیری سے اپنے مقام رفیع کا اظہار فرمایا۔ حضرت اقدس نے اس امر کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں مجھے ایسے لفظوں سے بھی یاد فرمایا ہے کہ جن کی ہر شخص کو سننے اور سمجھنے کی برداشت نہیں ہوتی۔ یہ وہی مقام ہے جس کو مقام نبوۃ کہتے ہیں۔ بہر حال اس مبسوط مکتوب کے بعد حاجی صاحب نے آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کو ذیل میں درج کر دیتا ہوں جس میں انھوں نے اپنے اعتراضات کو واپس لیکر اظہار معذرت کیا۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ التائب من الذنب کمالا ذنب۔ (عرفانی کبیر)

مکتوب نمبر ۳

مخدومی مکرمی اخویم حاجی محمد ولی اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ کا جواب بھیجا گیا تھا مگر آج تک انتظار رہا کہ آپ کی طرف سے کوئی جواب آوے تا پورا انشاء خط سابق میں کا ظاہر کیا جاوے آخر جواب سے ناامید ہو کہ خود اپنی طرف سے تحریک کی جاتی ہے کہ آنمخدوم کے خط سابق میں اسقدر حرارت اور تلخی بھری ہوئی تھی اور ایسے الفاظ درشت اور ناملائم تھے جن سے بہ بداہت یہ بو آرہی تھی کہ آں مکرم کی بدظنی غایت درجہ کے فساد اور خرابی تک پہونچ گئی ہے اگر کتاب کی خرید و فروخت کا تعلق نہ ہوتا تو ہرگز امید نہ تھی کہ آپ کے قلم سے ایسے الفاظ نکلتے پس اس سے ثابت ہوا کہ ایسے منحوس تعلق نے آپ جیسے بزرگ کی طبیعت کو آشفتہ کیا اور ابھی معلوم نہیں کہ آشفتگی اور پریشانی باطنی کہاں تک منجر ہو۔ اور اس عاجز کا حال یہ ہے کہ یہ تمام کاروبار بجز ذات باری عزاسمہ کسی کے بھروسہ پر نہیں۔ پس اسی صورت میں

قرین مصلحت ہے کہ فسخ بیع اور استرداد قیمت مرسلہ سے آپ کی طبیعت کو ٹھنڈا اور
آرام پہونچایا جاوے کیونکہ اس تمام اشتعال کا بجز اس کے اور کوئی موجب نظر
نہیں آتا کہ چند درہم کی جدائی نے جو بہر صورت جدا ہونے والے ہیں آپ کی طبیعت کو
تردد و تاسف و پریشانی و حیرت میں ڈال دیا ہے تو اسی نظر سے یہ خط بھیجا جاتا
ہے کہ اگر ان سخت اور نالایق الفاظ کا موجب یہی ہے جو میں نے سمجھا ہے تو آپ
مجھ کو قیمت کے لئے اطلاع دیں تاکہ آپ کی قیمت مرسلہ واپس کرکے وہ علاج
کروایا جائے جس سے کف لسانی کی سعادت جو شعار مومنین ہے آپ کو حاصل ہو
اگر آپ رسالہ سرمہ چشم آریہ دیکھتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ اس عاجز نے پہلے
ہی اشتہار دے دیا ہے کہ اگر کوئی توقف طبع پر آئین پر ناراض ہو اور اپنی
قیمت واپس لینا چاہے تو وہ اطلاع دے تو ویسے سب خریداروں کی قیمت
واپس ہوگی۔
آپ پر واضح رہے کہ جو لوگ بدظنی کرتے ہیں اور منہ سے گندی باتیں نکالتے
ہیں وہ ہمارا کچھ نقصان نہیں کر سکتے۔ وہ آپ ہی بدظن ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ
کے مصداق ٹھیر جاتے ہیں۔ یہ کاروبار سب جناب الٰہی کی طرف سے ہے اور وہی اسکو
بخیر و خوبی پورا کرے گا۔ اگر تمام بنی آدم ایسا ہی خیال دل میں پیدا کریں جیسا کہ
آج کل آپ کا ہے تو تب بھی ایک ذرہ ہم کو ضرر نہیں پہونچا سکتا۔ ہمارا وہ مربی
کریم ہے جس نے تاریکی کے زمانہ میں مامور کیا وہ ہمارے ساتھ ہے اور وہی کافی ہے۔
والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ (۴ فروری ۱۸۸۵ء)

(نوٹ) یہ مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس یقین اور بصیرت
کا مظہر ہے جو آپ کو اپنی ماموریت اور خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت پر تھی
اور آپ ایک کامل یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ آپ کی مخالفت کرنے والے
خائب و خاسر ہوں گے۔ اور فتح و ظفر کی کلید آپ ہی کے حوالہ کی گئی ہے۔

یہ مکتوب آج سے ۶۵ برس پہلے کا ہے۔ براہین احمدیہ کے معرض التوا میں آنے کی وجہ بدظنی پھیل رہی تھی۔ لیکن آپ آنے والی کامیابیوں اور ربانی تائیدات کو دیکھ رہے تھے اس مکتوب سے آپ کے توکل علی اللہ کا بھی پتہ لگتا ہے اور اسی لئے خدا تعالیٰ کی وحی نے آپ کا نام متوکل بھی رکھا۔ غرض حضرت اقدس کی سیرۃ مطہرہ کا یہ مکتوب آئینہ ہے۔

اس مکتوب میں آپ نے براہین احمدیہ کی قیمت کی واپسی کے متعلق اشتہار مندرجہ سرمۂ چشم آریہ کا بھی حوالہ دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید تاریخوں میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔ مگر اس سے نفس واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جسوقت یہ خط لکھ رہے تھے اسوقت آپ نے کوئی خاص دعویٰ بجز بہ حیثیت مجدد و مامور ہونے کے نہ کیا تھا۔ بلکہ آپ بیعت بھی نہ لیتے تھے اور لوگ التجا کرتے تھے تو آپ

لستُ بمامُور یعنی میں مامور نہیں ہوں

فرما دیا کرتے تھے۔

بہر حال حاجی صاحب سے یہ خط و کتابت ہوئی اور حاجی صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں ۲۲ جنوری ۱۸۸۸ء کو ایک مکتوب لکھا۔ جس میں انہوں نے اظہار ندامت کیا۔ ان خطوط کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی صاحب نے اولاً حضرت اقدس کو ایک خط ایسے طور پر لکھا جس میں آپ کے بعض مضامین کو غلط فہمی سے تحریک کا نتیجہ سمجھا جب حضرت اقدس نے اپنے مقام اور دعویٰ کی صراحت فرمائی تو حاجی صاحب پر انکشاف حقیقت ہوا۔ مگر بعد میں انہیں پھر براہین کے توقف پر اعتراض ہوا تو حضرت اقدس نے یہ جواب دیا۔

حاجی صاحب کے مکتوب مورخہ ۲۴ر جنوری ۱۹۰۸ء کو بھی میں یہاں درج
کردینا ضروری سمجھتا ہوں (عرفانی کبیر)

مکتوب منجانب حاجی محمد ولی اللہ صاحب

اللہ اکبر

بخدمت بابرکت مرزا صاحب مجمع فضائل و کمالات دینی و دنیوی دام مجدکم۔

پس از ابراز لوازم تکریمت و احترام گزارش آنکہ یہ عاجز گنہگار معافی چاہتا ہے۔ جو سابقاً نیاز نامہ جات ارسال کئے تھے اور اس میں آپ کو مقلد سید احمد نیچری کا تحریر کیا تھا۔ یا کوئی اور لفظ خلاف ادب تحریر ہوگیا ہو یا آپ کے غائبانہ کوئی لفظ برخلاف ذات شریف اور منشاء شریف کے زبان پر گزر گیا ہو۔ کیونکہ وہ وقت نادانی اور ناواقفی اصل حال کا تھا۔ اس زمانہ میں جو ظلمات کا وعدہ ہے اور ہر طرف سے دیکھا جاتا ہے۔ جو فروش گندم نما۔ اول اپنی خوبیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ پھر وہ اپنی دنیا طلبی دکھلاتے ہیں۔ یہ بڑی احتیاط کا زمانہ ہے۔ اگر احتیاط نہ کرے تو سلامتی ایمان کی ناممکن ہے۔

اشتہارات اور آوازہ تصنیفات سید احمد کے دیکھ سن کر میں نے ایک دوست کو مشورہ دیا تھا کہ تصنیفات اوس کی منگا لینی چاہئیں تاکہ دیکھ کر اصل بات سے واقفیت پیدا ہوگی۔ چنانچہ اس نے اپنا روپیہ صرف کیا جب ان کو دیکھا معلوم ہوا کہ یہ جانب دین سے بالکل پردہ ڈالتے ہیں اور ظلمت کو زیادہ کرتے ہیں اور جیفۂ دنیا کی طرف زور سے پکڑ کر زنجیر سنگین ڈال کر کھینچے لئے جاتے ہیں۔ اس واسطے بندہ کو افسوس اس مشورہ سے ہوا۔ جس دوست کو مشورہ دیا تھا۔ اس کی تعلیم اور طبیعت مستعد ہوگئی تھی۔ اس نے اس کی طرف توجہ مبذول کرلی اور اس کے مسائل پر قائم ہوگیا۔ چونکہ مومن ایک

سوراخ سے دوبارہ نیش نہیں کھاتا۔ اور چھاچھ کو بھی دودھ کی طرح گرم سمجھ کر پھونک پھونک کر نوش کرتا ہے اس واسطے آپ کے اشتہار کو بھی دیکھ کر احتیاطاً اسی قسم کا سمجھا تھا۔ اب اتفاقیہ مجھ کو دو جلدیں سوم و چہارم کتاب آپ کی دستیاب ہوگئیں۔ الو راول سے آخر تک مطالعہ میں آگئی ہیں۔ اور اس عاجز کو وہ ایسی برخلاف تصنیفات سیدؔ سے معلوم ہوئی ہیں۔ گویا زمین آسمان کا فرق ہے۔ یعنی وہ دنیا کی طرف لیجانے کا زور دیتے ہیں۔ اور آپ کی کتاب دین کی طرف لیجاتی ہے وہ خیالات جو دین اور اہل دین سابقین اولین اور متاخرین اور محققین کی جانب سے بے خبر منہ پھیر دیتے ہیں اور شکوک اور توہمات دین اور قرآن شریف اور نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر شیاطین اور دجالان سے کسی کے دل میں کسی وقت پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی بڑے زور شور سے بیخ کنی کرتی ہے اور انوار اور برکات کے نزول کے سبب ہوتی ہے۔

اس زمانہ میں جو مذاہب باطلہ اور اعتقادات ناحقہ نے بسبب میسر ہو جانے اور پڑہائے جانے علم منطق اور فلسفہ اور ریاضی وغیرہ کے مخالف دین متین کے عموماً رواج اور شہرت پاکر مسلمانوں کے دلوں پر اثر کرکے حقیقت دین اسلام اور قرآن شریف پر پردہ ڈال رہے ہیں اور نیچری اور عیسائی اور سماج اور دھرم سماج مقابلہ پر کھڑے ہوگئے ہیں اور مسلمانوں میں نادانی اور بے علمی اور مفقود ہونے وجود علماء ربانیین کے سبب سے مخالفین کے لغویات نے زور ڈال دیا ہے۔ ضرور تھا اور لازمی تھا کہ خدا تعالیٰ کسی ایسے شخص کو واسطہ محافظت اپنے دین حق کی کرتا۔ جو مخالفین کا من کل الوجوہ مقابلہ کرتا۔ اور عام خاص کو تزلزل سے بچاتا۔ سو شکر ہے خداوند کریم رحمٰن ورحیم کا کہ ہندوستان میں آپ کی ذات کو یہ شرف دیا اور اپنے نبی مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ایسے نازک وقت میں کہ جب ان کی دنیا میں انہیں نہ حکومت باقی ہے نہ ثروت نہ قدر و منزلت بلکہ ہر جگہ ذلیل نظر آتے ہیں۔

تقویت بخشی۔ دعا ہے اسی سے جو سب کا خالق اور عالم رب العالمین ہے کہ آپ کے الہامات
کے منشاء اور اثر کو جیسے اس کی مرضی ہے پورا کرے۔ ہندوستان میں اس وقت
اور ملکوں سے زیادہ اس کی ضرورت تھی۔ سو شکر ہے اپنے ہندوستان میں آپ کو
شرف دیا۔ جو آپ نے اپنی کتاب کے متن اور حاشیوں میں حضور رسالت آب صلی اللہ
علیہ وسلم و قرآن شریف کے باب میں درج فرمایا ہے۔ اس میں کوئی مسلمان جاہل
اور عالم سوائے امنّا اور صدقنا کے زبان پر نہیں لا سکتا۔ ہاں وہ زبان کھولے جسکو
دین اسلام سے ظاہر و باطن میں مس نہ ہو اور شرم و حیا بھی نہ ہو۔ البتہ جن اشخاص
کو حسد و تکبر غالب ہوگا وہ آپ کے الہامات اور پیشگوئیوں پر اعتراض کریں گے مگر اس
عاجز کے خیال میں نہیں آتا وہ ایسا کیوں خیال کرتے ہیں یا کریں گے۔ جب گزشتہ اولیاء
اللہ اور عالمان دین سے ایسے الہامات اور کشف اور کرامت سنتے دیکھتے ہیں۔
اور ہر مست مدہوش دیوانہ کے در پے واسطہ حاصل کرنے پیشگوئیوں کے پھرتے رہتے ہیں
اور اس وقت کچھ لحاظ اتباع سنت ہونے یا نہ ہونے اس شخص کا نہیں کرتے بلکہ
خلاف مذہب کے ایسے لوگوں پر خیال نہیں کرتے۔

جب ہم ایام گزشتہ میں جس کو سو برس نہیں گزرے جن کے دیکھنے والے
اب تک موجود ہیں۔ خاندان شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور ان کی اور سید احمد
صاحب مرحوم بریلوی کو دیکھ سن چکے ہیں اور ان کی کتابوں کو معائنہ کر چکے ہیں اور
اس میں اس قسم کے الہامات ان کے پڑھ چکے ہیں پھر ہم اب کسی شخص پر انکار نہ
کریں جن پر اس قسم کے حالات وارد ہوں اور معلوم ہوں کیونکر ایسے شخص ہو سکتے
ہیں جب عموماً اس خاندان کی افضلیت اور باکمال ہونے کے قائل ہیں یہ قائل ہو۔
خاص کسی پر منحصر نہیں۔ اہل اسلام ہندوستان کیا اہل ہنود بھی تعریف اور توصیف
سے یاد کرتے ہیں اور اعتقاد اپنا جتلاتے ہیں اس عاجز سے جہاں تک ہو سکتا ہے
اسی خاندان کو اپنا پیشوا گردانا ہے۔ اگرچہ بزرگان عاجز کے بھی ایسا خیال کرتے رہے۔

اور محبت پوری بجالاتے رہے۔ ان کی تصنیفات اور تالیفات جہاں تک ممکن ہوئی مطالعہ کرتا رہا ہے اور جو ان کے خاندان کا آدمی مل سکا ان سے صحبت کا فیض حاصل کرتا رہا ہے اور اقوال پسندیدہ اور افعال حمیدہ کو ذہن نشین کر کے اس زمانہ کے اشخاص واعظ اور علماء کے اقوال افعال کے قبول کرنے کے لئے انہیں کو معیار مقرر کیا ہے۔

چونکہ آپ کی کتاب جو مطالعہ کی گئی ہے اسے ان کے طریقہ اور خیالات دینی سے متفق پایا اس واسطے اسکو ملا اور تحسین آفرین کی صدا دل سے بلند ہوئی ہے اور آپ کے اقوال کو معتبر تصور کرتا ہوں۔ جو زبانی مولوی عبدالقادر خلف عبداللہ لودیانوی نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کو مولوی سید احمد صاحب نے جو دیوبند کے قریب رہتے ہیں جو ال صائع فرمایا ان کی درخواست پر توجہ نہیں فرمائی اس سے بھی مجھ کو آپ کی تصدیق کی تقویت ملی ہے کہ وہ لوگ بھی صاحب ظاہر و باطن ہیں اور ان کا خاندان بھی ہندوستان میں لاثانی ہے ان پر انوار الٰہی کا اثر پایا جاتا ہے یہ بھی ظاہر کرنا کچھ نقص نہیں معلوم ہوتا کہ میں اپنے حال پر اور اہل دین کے خیالات پر جو بندہ کو معلوم ہوئے ہیں کہ جو عموماً حالات مخالفان زمانہ دیکھ سن کر فکر کرتے ہیں تو اس وقت ایسے سوالات دل میں پیدا ہوتے ہیں اور ان کے جوابات بھی اس وقت پیدا ہو جاتے ہیں جس کو آپ نے بشرح اور مفصل طور پر اپنی کتاب میں درج فرما کر مشتہر فرمایا ہے اس سے یہ مراد حاصل ہوتی ہے کہ ملائے اعلیٰ میں توجہ اس طرف ہے اور جس کا انعکاس اس عالم فانی میں ہوتا ہے مگر جس قدر جس کی استعداد ہے اسپر اثر کرتا ہے آپ کی جیسے استعداد مخلوق فرمائی گئی آپ پر اسی قدر اثر ظاہر ہوا آپ کو خلعت اس فخر کا پہنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی عنایت رحمانی سے روز افزوں ترقی فرمائے فرمادے جو اشارات اور بشارات آپ پر نازل ہوئے ہیں انکو اعلان فرمادے آمین ثم آمین۔

یہ کتاب ایسی اس زمانہ میں ہے جس کی ہر جگہ رائج ہونے کی ضرورت ہے۔

آپ کی تجویز پر سوائے اُجرت کے اور کچھ زائد کرنا مناسب نہیں ہے مگر دست بستہ نیک نیتی سے عرض کرتا ہوں امید ہے کہ باوجود اس قدر بلند منزلت کے ناگوار نہ ہوگا اس وقت تعداد و قیمت ادنیٰ بھی حالات مسلمانوں پر گراں ہے اور تالیع رواج اور اشتہار کے ہو رہی ہے اکثر غریب مسکین آدمیوں کو شوق دین کا ہوتا ہے متمول آدمیوں کو تو اپنے اشتغال سے فرصت ہی نہیں ہوتی کہ توجہ دیا سے دین کی طرف کریں اس واسطے کم استطاعت آدمی قیمت سن کر خاموش رہ جاتے ہیں اور اپنی قدر و منزلت سے زیادہ سمجھتے ہیں جب آپ نے کل اوقات اور جائداد اس کارِ خیر میں مستغرق کر دیا ہے اور آپ کا درجہ اعلیٰ ملائے اعلیٰ میں ہے اس وقت اس فیضانِ عام کو کیوں محدود کیا گیا ہے استمداد منعم حقیقی پر ہے کیوں تعلق چھوڑا نہیں گیا

اب یہ عاجز اپنا حال عرض کرتا ہے کہ ابتداء سے عاجز کو مطالعہ کتاب کا خصوص دینی اور تواریخ کا اس قدر خیال ہے جب کتاب دستیاب ہو۔ کسی وقت صبر نہیں آتا جب تک اول سے آخر تک مطالعہ نہ کر لیا جاوے اور در باب خرید کتب ہائے کے شوق نہیں معلوم ہوتا بلکہ روک ہو جاتی ہے کبھی اپنے ذہن میں مالیخولیا اس کو قرار دیتا ہوں اور کبھی تخیل۔ مگر یہ عادت بدلتی نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ایام شباب میں جب ایک دفعہ کسی کتاب کو مطالعہ کر لیا یا کوئی واقعہ سن لیا یا سامنے گزر گیا جس وقت بروقت خیال کیا جاتا تھا سہو نہیں ہوتا تھا اور دوسری دفعہ کسی کتاب کو مطالعہ کرنے سے طبیعت نفرت کر جاتی تھی اب ذرا زیادہ غور سے یاد آتا ہے

جناب سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر یہ باعث تخیل کے ہو تو دعا فرمائے کہ خدا تعالیٰ نجات بخشے۔

حسب حال اپنی درخواست کرتا ہوں کہ یہ کتاب بندۂ عاجز کو آپ محض خدا کے واسطے عطا فرما دیں اگر خدا کی مرضی ہے۔ کیونکہ بندہ کا کچھ اختیار نہیں عاجز حسبۃ اللہ نہ بلحاظ قیمت محض بنظر حصول خوشنودی خداوند تعالیٰ کے

لیے بلد ارسال خدمت کرے گا۔ اگر آپ کتاب عطا فرمائی ہو جس قدر اب تک طبع ہو چکی ہو۔ تو ۲۷ جنوری سے پہلے عطا فرمائی جاوے کیونکہ بندہ اس درمیان میں غیر حاضر اپنے مقام سے رہے گا اپنے وطن قصبۂ سرادہ چوکی کھر کھوده ضلع میرٹھ میں جائے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ اور اگر بعد تاریخ مندرجۂ بالا عنایت کرنے ہو تو ۸ فروری تک مقام مندرجہ بالا میں ارسال کرنی چاہیے۔ اور پھر کپور تھلہ میں بھیجدینی مناسب ہے۔ اگر وطن میں پہونچ جاوے گی۔ امید ہے وہاں دیکھکر اور بہت خواہشمند ہوں اور خیالات جو اس عاجز گنہگار کے دل میں واسطے دین کے متحکم ہوتے تھے ان میں سے اکثر تو مطالعۂ کتاب سے ظاہر ہو گیا کہ اس کتاب نے پوری کر دی اور امید ہے کہ اتفاق بھی جیسے ضرورت ہے اس سے پیدا ہوا اور نفاق کی بیخ کنی ہو۔ گر یہ خیال کہ عام خاص مسلمان پانچوں شرائط اسلام بجالایا کریں یا جس میں نقص ہے اس کو پورا کریں تب ترقی ہوگی اور منجملہ اس کے ایک زکوٰۃ ہے جو باب فرض ہونا اس کا عام لوگوں کے خیالات سے مفقود ہو گیا ہے اس کو از سر نو رواج دیا جاوے۔ اپنا خیال اکثر واعظوں پر ظاہر کیا گیا اور کئی مرتبہ موقع بموقع جتلایا گیا کہ مجلس اور کمیٹی مقرر کر کے کیوں اس کو جاری نہیں کرتے جس سے ایسے اخراجات دینی کے اور چندہ وغیرہ باسانی دئے جاسکیں صاحبان امرتسر نے چرم قربانی کا تو مدارس اسلامیہ کے لئے جمع کرنا قرار دیا گر اس طرف توجہ نہیں کی۔ جناب توجہ باطنی اگر اس پر فرما کر اور دعا اور التجا بجناب باری کر کے خلق کو توجہ دلاویں تو عام خاص اہل اسلام کو فائدہ مند ہوگا۔

اب یہ عاجز گنہگار السلام علیکم پر اس عریضہ کو ختم کر کے التجا کرتا ہے کہ اوقات عزیزہ میں یاد رکھ کر دعائے خیر بابت درستی دنیا و آخرت کے مشرف فرمایئے

مرقومہ ۲۲ جنوری [illegible]ء روز چہارشنبہ۔ (پنجشنبہ)

عریضۂ نیاز گنہگار محمد ولی اللہ از کپورتھلہ

مکتوب نمبر (۴)

مولوی نور محمد صاحب کے نام

(تعارفی نوٹ)

لکھوکے ضلع فیروزپور میں مولوی محمد صاحب لکھوکے والے ایک مشہور عالم خاندان کے رکن
تھے انہوں نے پنجابی زبان میں بعض کتابیں احوال الآخرت وغیرہ تصنیف کی تھیں اور
کچھ قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی۔ اس خاندان کے بعض افراد کو خواب بینی یا الہام کا بھی
دعویٰ تھا۔ اسی خاندان کے ایک فرد مولوی نور محمد صاحب بھی تھے میں نے ان کو دیکھا
ہے۔ یہ مکتوب جو میں نیچے درج کر رہا ہوں انہیں کے نام ہے میں نے جب ان کو دیکھا تو
وہ سلسلہ کے خلاف ضلع گورداسپور میں دورہ کر رہے تھے اور وہ قادیان بھی آئے
اور انہیں یہ معلوم تھا کہ حضرت اقدس کے ابنائے عم آپ کے مخالف ہیں۔ اس لئے انہیں
بڑی امیدیں تھیں، یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے اور میں بحمد اللہ عینی شاہد ہوں وہ
ایک گھوڑی پر سوار تھے مسجد مبارک کے سامنے ایک چبوترہ پہ مرزا نظام الدین صاحب
بیٹھے ہوئے تھے ان سے ہی اس نے دریافت کیا کہ نمبردار مرزا نظام الدین صاحب
سے ملنا ہے۔ مرزا صاحب نے دریافت کیا۔ کیا کام ہے۔ میں ہی ہوں اس نے کہا کہ
یہاں مرزا نے دعویٰ کیا ہے میں اس کی مخالفت کرنے آیا ہوں۔ مرزا نظام الدین
صاحب نے ہنس کر کہا کہ تم نے یہ سمجھا ہو گا کہ ہم ان کے مخالف ہیں یہاں کوئی تقریر نہیں
ہو سکتی روٹی کھانی ہے تو منگوا دیتا ہوں۔ ورنہ سیدھے چلے جاؤ تمہارا کچھ کام نہیں۔ پس
وہ سیدھا بازار کے راستہ چلا گیا۔ بازار میں بھی کسی نے پوچھا نہیں۔ میں نے مرزا نظام الدین
صاحب کے جواب کو نہایت نرم الفاظ میں لکھا ہے ورنہ انہوں نے تو نہایت خشونت سے
اپنے محاورہ میں ان سے کلام کیا تھا۔ پس یہ وہ نور محمد صاحب ہیں۔

(عرفانی کبیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از طرف احقر عباد عاید باللہ الصمد بہ مخدومی مکرمی مولوی نور محمد صاحب سلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ اما بعد نامہ گرامی آں مخدوم پہنچا یہ عاجز بباعث کم فرصتی و مشغولی ملاقات بعض احباب و نیز بوجہ ضعف طبیعت اب تک جواب لکھنے سے قاصر رہا اور اب بھی اس قدر طاقت و فرصت نہیں کہ مفصل لکھوں۔ صرف مجمل طور پر عرض کرتا ہوں۔ اگرچہ یہ عاجز اپنی ذاتی حالت کی رو سے فی الواقعہ نہایت آلودہ دامن اور ناچیز اور ہیچ ہے اور جس قدر بدظنی کی جائے وہ تھوڑی ہے۔ من آنم کہ من دانم۔ لیکن اگر رنج ہے تو صرف اس قدر ہے کہ جس بنا پر آپ اور آپ کی ان بزرگوں نے جن کے رویا اور کشوف آپ کے زعم تمام میں قطعی اور یقینی ہیں۔ جنھیں وحی انبیاء کی طرح ایک ذرہ خطا اور غلطی کی گنجائش نہیں ہے اس احقر عباد پر کذب اور افترا کا الزام لگایا ہے۔ اور اپنی گمان میں بہت کچھ فساد اور شرک اور کفر کی حالت کو بہ نسبت ایں احقر یقین کرلیا ہے۔ ایسا یقین مسلمانوں کی حالت سے بعید نہیں ہے اللّٰھم اصلح امۃ محمد آپ اور آپ کے بزرگوار کو بڑی وحشت میں اس خواب نے ڈالا ہے کہ جو بقول آپ کی اس بزرگوار نے دیکھی ہیں جس میں ان کی تخلیہ پر ایسا ظاہر ہوا کہ یہ عاجز ایک جھوٹہ پر سوار ہے اور گلے میں زنار ہے۔ جھوٹے کے دم کی طرف منہ ہے اور پھر اس بزرگ نے یہ دیکھا کہ یہ عاجز ایک ریچھ کی کھال پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس پر قرآن شریف بھی رکھا ہوا ہے۔ اور پھر ایک دوسرے بزرگ نے بقول آپ کے اس عاجز کی بینائی میں بھی فرق دیکھا۔ ان دونوں خوابوں کی صورت پر نظر کرکے سیرت حسن ظن اسلامی کو آپ نے چھوڑ دیا۔ اور جو کچھ تمہارے رب کریم نے تاکید فرمائی ہے کہ ظن المومنین والمومنات کا اپنے بھائیوں سے بخیر ہونا چاہیئے اس تاکید کو یکلخت بھول گئے۔ اور بڑے دکھ دے

زبان پر لائے کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ پر اور آپ ناراض نہ ہو جائیں کہ یہ کلمہ کفر
سے کچھ کم نہیں۔ کاش اگر آپ کو کچھ سمجھ ہوتی کسی مومن کی نسبت ایسے ایسے وجوہات
سے کفر یا شرک یا فسق اور افترا کا یقین کرنا اور یہ کہنا کہ دال میں کچھ کالا ہے پرہیزگار
اور نیک شعار اور نیک طبیعت مسلمانوں کا ہرگز طریق نہیں ومن الناس من یقول
امنا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین۔ نہ معلوم کہ اب آپ اور آپ کے بزرگوار
کہاں سے اور کس سے سن آئے جو صورت مثالی خواب یا کشف میں مشہود ہوئے۔ وہی
صورت حقیقت مقصود ہوتی ہے۔ کیونکہ آج تک تمام معبرین کا اسی پر اتفاق ہے کہ ہر ایک
نوع رویا کشوف میں اکثر اصول یہی ہے کہ جو امور صور حسیہ اور مثالیہ میں داخل ہوتی
ہیں وہ اپنی ظاہری شکل پر قیاس نہیں کیے جاتے۔ کیونکہ وہ تمام معانی ہیں جن کو ان
صورتوں سے بوجہ من الوجوہ مناسبت ہے۔ اور یہ مناسبت ہے کہ جو صرف بوجہ عمل
قوت متخیلہ میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص اپنے دشمن کو سانپ کی صورت میں
دیکھتا ہے کہ یہ نہیں سانپ کے صفات ذمیمہ فی الحقیقت اس دشمن میں موجود ہیں۔ بلکہ
ممکن ہے کہ دشمن اپنی ذاتی حالت کی رو سے پارسا اور نیک آدمی ہو۔ صرف رائے کے
خبث اعتقادی سانپ کی صورت پر اس کو دیا ہو۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو معانی
صور مثالیہ میں مستعمل ہو کر قوت متخیلہ پر ظاہر ہوتے ہیں وہ شخص رائی کی خود اپنی حالت
ہوتی ہے جو خبث اور فساد کے دوسرے کی نسبت وہ رائی دیکھتا ہے۔ حقیقت
میں وہ تمام خبث اور فساد اس کے اپنے ہی نفس میں بھرا ہوا ہے۔ اور شخص مرئی
جو کامل صفات ہوتا ہے۔ وہ آئینہ کی طرح وہ خبث اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ مثلاً
ایک شخص کہ جو نہایت بدشکل ہے جب وہ اپنی صورت آئینہ میں دیکھے گا تو ضرور اس
کی صورت کا عکس آئینہ میں پڑے گا۔ اب یہ بات نہیں کہ آئینہ بدشکل ہے بلکہ باعث
نہایت صفائی کے اس میں انعکاس بدشکلی کا ہو گیا ہے۔ اسی جہت سے محققین
علم یقین لکھتے ہیں کہ جو لوگ فانی ہیں وہ بباعث آئینہ صفت ہونے کے محل قیاسی

سے صفات ہو جایا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے قدیم سے تحریر ہوتا چلا آیا ہے کہ اکثر کفرہ فجرہ نے یا الیسوں نے جن کا خاتمہ بد تھا۔ انبیاء اور اولیاء کو خراب حالتوں میں دیکھا ہے اور آخر انجام ایسے لوگوں کا بد ہوا ہے۔ اور کفر پر مرے ہیں۔ تھوڑے عرصہ کی بات ہے کہ ایک بزرگ مولوی فضل احمد نام نے کہ جو موضع فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ میں رہتے ہیں ایام خورد سالی میں اس احقر کے استاد بھی تھے اور اب تک بقید حیات ہیں۔ اس عاجز کے پاس ذکر کیا کہ ایک شخص نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت خراب میں دیکھا اور لباس و وضع مکان و حالت وغیرہ امور میں نالایق باتیں مشاہدہ کیں۔ اور مولوی صاحب فرمانے لگے کہ اس خواب کے سننے سے مجھے بہت انقباض ہے۔ اور ہر چند اس وسوسہ کو دور کرتا ہوں مگر بے اختیاری ہے۔ تب میں نے امام زین العابدین وغیرہ کے اقوال ان کو پڑھ کر سنائے۔ اور معتبر رسالے تعبیر کے کھول کر ان پر ظاہر کیا کہ اس پلید باطن نے اپنے ہی نفس کو دیکھا ہے۔ نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ اس کا خاتمہ بد ہوگا۔ تب مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کا تمام انقباض دور ہو گیا۔ اور فرمانے لگے کہ وہ شخص کچھ تھوڑی مدت بعد اس خواب کے عیسائی ہو گیا۔ سو خاتمہ بد کی قوی علامت ہے اور نیز مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ مجھ کو اس عمدہ تعبیر کی ہرگز خبر نہ تھی۔ اب مجھ کو بہت بصیرت حاصل ہوئی۔ سچ ہے کہ بغیر علم کے انسان اندھا ہوتا ہے۔ بغرض یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص فانیوں کی حالت خراب دیکھتا ہے وہ درحقیقت اپنے ہی نفس کی حالت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ اور جو شخص اپنے نفس سے فانی ہے وہ باعث اپنی نہایت شفقت کے جو کہ عباد اللہ سے ہے۔ دوسروں کی حالت پر جن میں شخص خواب بین داخل ہے ایسا ہی دردمند ہے جیسا کہ خود صاحب درد کو ہونا چاہیے۔ پس اسی جہت سے شخص رائی کی حالت ناقصہ اس صاحب کمال میں کہ جو بوجہ غایت شفقت محو فی الخلق بھی بطور انعکاس دکھائی دیتی ہے۔ اور سادہ لوح کو دھوکہ لگتا ہے کہ واقعی طور پر یہ حالت اس میں موجود ہے اور

کبھی اس کا باعث یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی شخص کا حال اور مقام دریافت کرنے
کے لئے باطنی طور پر توجہ کرتا ہے۔ اور وہ شخص جس کا حال دریافت کرنا منظور ہے۔
شخص متوجہ کے قطع نظر بہت دور ہوتا ہے۔ ناچار نظر باطنی کے نہ کھلنے کی وجہ سے کچھ
اپنے ہی حالات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جیسے ایک شخص کو جو آسمان کی طرف نظر آتا ہے۔
تو آسمان بوجہ بہت دور ہونے کے اس کو نظر نہیں آتا۔ لیکن اپنے ہی آنکھوں کی
کبودی کے سامنے فضاء آسمان میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور دھوکہ سے نادان آدمی
یہ خیال کر لیتا ہے کہ آسمان برنگ کبود ہے۔ حالانکہ وہ ایک نورانی اور پاک جوہر ہے۔ اور
اسی طرح نقصان توجہ بھی دھوکے لگتے ہیں جس میں سلب ایمان کا خطرہ رہا ہے۔ اب
قصہ کو مختصر کر کے گزارش کرتا ہوں جو آپ کے بزرگوار نے خواب دیکھے وہ تعبیر کی رو سے
نہایت عمدہ خواب ہیں۔ کاش آپ کے بزرگوار اور نیز آپ کو کچھ حصہ علم تعبیر سے ہوتا تو دونوں
بدظنی سے بچ جاتے۔ سو جاننا چاہیئے کہ امام ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ زنار کا باندھنا مستور الحال
کے لئے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے صاحب عزم ہے اور نہ گھٹے
گا اور نہ تھکے گا جب تک اپنے دشمنوں سے انصاف نہ لے اور گاؤنش سے قوم ابلہ العقل و
نفس پرست مراد ہے اور اس پر سوار ہونا بشارت بہ غلبہ و فتح و ظفر ہے۔ جس سے بالآخر
سب نا اہل و نفس پرست ذلیل ہو جائیں گے اور حق ظاہر ہو جائے گا اور جو اس بزرگ نے
دیکھا کہ سواری کی حالت میں وہ دم کی طرف منہ ہے۔ یہ اعراض عن الجٰہلین کی طرف اشارہ
ہے یعنی جاہلوں سے منہ پھرا ہوا ہے اور ان کی جاہلانہ شور و غوغا کی طرف التفات نہیں سو
دم کی طرف منہ کرنے سے یہی مراد ہے کہ جاہلوں سے اعراض کیا ہوا ہے اور آیت اعرض
عن الجٰہلین پر عمل ہے۔ اور دوسری خواب پہلی خواب کی تائید میں ہے۔ ریچھ سے
مراد احمق اور سفلہ آدمی ہیں کہ جو ریچھ کی طرح ناحق اچھلتے ہیں۔ اور ریچھ کی کھال
پر بیٹھنا تسلط تام سے مراد ہے۔ اور ریچھ کی کھال اور اس کے اخلاق ذمیمہ کا
پردہ ہے جس پردے کو خداوند کریم بذریعہ اس عاجز کے فاش کرے گا۔

اور یہ جو دیکھا کہ قرآن شریف اس کھال پر رکھا ہوا ہے۔ اس کے یہ تعبیر ہے کہ یہ تبت قرآنی ایسے بچھوں پر قائم ہو جائے گی۔ گویا قرآن اس کھال پر رکھا گیا۔ اور فرق بینائی سے اندوہ اور حزن مراد ہے کہ جو شفقتہً علیٰ خلق اللہ طاری حال ہے۔ چنانچہ ابن سیرین وغیرہ معبروں نے شخص نامور الحال کے لئے یہی تعبیر لکھی ہے۔ اور حوالہ اس آیت کا دیا ہے۔ وابیضت عیناہ من الحزن وھو کظیم۔

یہ تعبیر اول کشف صریح ذریعہ سے اور پھر ابن سیرین وغیرہ کے معتبر اقوال سے بپایہ صداقت پہنچ گئی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

افسوس آپ کو ان قطعی اور یقینی الہامات سے کہ جو مخالفوں کی شہادت سے بپایہ ثبوت پہنچ گئے۔ کچھ ہدایت نہ ہوئی کیا صد ہا انوار یقینیہ قطعیہ کے سامنے کس کی پیش جا سکتی ہے خدا تعالیٰ اس [illegible] پر رحم کرے اور مرض خفاش سیرتی کے جو ظلمت سے پیار اور نور سے بغض رکھنے کا [illegible] ہوا ہے آپ دور فرما دے۔ آمین

والسلام علیٰ ارباب الصدق والدین۔ یکم مارچ [illegible] مطابق [illegible] جمادی الاول [illegible]۔

(نوٹ) اس خط میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم تعبیر الرویا کے بعض عجیب نکات بیان فرمائے ہیں۔ اور آپ کے دشمن نے آپ کی نسبت جو خواب دیکھا ظاہر کیا۔ جس نے مولوی نور محمد صاحب کو ٹھوکر دی علم تعبیر الرویا کے ذریعہ اس کی صحیح تعبیر پیش کی اور بتایا کہ دشمن کا یہ خواب بھی آپ کی صداقت اور ماموریت کی دلیل ہے۔ اور جہاں خود حضرت پر نازل شدہ الہامات و بشارات [illegible] آپ کی کامیابی کی قبل از وقت پیشگوئیاں ہیں دشمن کا یہ خواب بھی [illegible] ہے۔

مکتوب نمبر (۵)

امام الدین فاتح کتاب المبین کے نام

امام الدین نام پنجاب میں ایک مصنف تھے انھوں نے اپنے نام کے ساتھ فاتح کتاب المبین کا اضافہ کیا یہ شخص اس امر کا مدعی تھا کہ نعوذ باللہ قرآن مجید نامکمل ہے جب تک اس کے ساتھ ایک ہی جلد میں بائبل کو نہ شریک کیا جائے۔

قرآن مجید کے متعلق اوقات میں مختلف فتنے اندر اور باہر سے پیدا ہوتے رہے اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر انالہ لحافظون کے وعدہ کے موافق قرآن مجید کی صداقت اور کمال کو ظاہر فرمایا۔ عباسیوں کے زمانہ میں خلق قرآن کا بڑا خطرناک فتنہ پیدا ہوا جس نے مسلمانوں کی دینی اور عملی قوت کو ضرب لگائی پھر کبھی بعض لوگوں نے دوسرے رنگ میں عدم تکمیل کا فتنہ برپا کیا اور مجھے تعجب ہوتا ہے کہ باوجود اکملت لکم دینکم پر اعتقاد رکھنے کے پھر ایسے عقیدہ تراشتے رہے لیکن یہ بھی قرآن کریم کا ایک اعجاز ہے کہ ہر زمانہ میں جو اعدا اور ایسے معترضین کے جواب کے لئے خدا تعالیٰ نے ایسے سامان کئے کہ قرآن کریم زندہ کتاب اور محفوظ صحیفہ مطہرہ ثابت ہوا۔ اس زمانہ میں بھی قرآن کریم کی شان پر اندرونی اور بیرونی حملے ہوئے اور خدا تعالیٰ نے ان کے کفر کو توڑنے کے لئے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مبعوث فرمایا

آریوں اور عیسائیوں سے قطع نظر خود مسلمان کہلانے والے بعض
لوگوں نے بھی نادانستہ قرآن مجید پر حملے کیے۔ مثلاً وہ جو قرآن کریم
پر احادیث کو قاضی اور حکم ٹھیراتے ہیں ایسا ہی بعض وہ لوگ جو قرآن
سے تمسک کے مدعی ہو کر احادیث کے مقام کو گراتے ہیں اور یہ تیسرا مدعی
جو بائبل کو ساتھ رکھنا ضروری سمجھتا تھا۔ یہ شخص فوت ہو چکا ہے اس
نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خط و کتابت کی تھی اور خط و کتابت
کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا میری لائبریری میں وہ موجود تھا
اب میں مرکز سے دور ہوں۔ حیات احمد میں اس کا تذکرہ توفیق رفیق راہ ہوئی
تو لکھوں گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ یہ شخص لاہور کے جلسہ میں بھی شریک
ہوا تھا۔ اور اب فوت ہو چکا ہے۔ دراز قد گندم گون تھا۔

(عرفانی کبیر)

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ میری نسبت جو آپ کرم خودستانی
واستکبار یا کسی بیجا دعا کا ظن رکھتے ہیں۔ اس ظن کی بنا صرف بے خبری و
ناواقفیت پر ہے۔ بہتوں نے نبیوں کی نسبت ایسے ہی ظن کئے۔ پھر جب کسی وقت
صحبت میسر ہوئی تو جس کو حق کے ساتھ مناسبت تھی۔ خدا تعالیٰ نے اس کی وسواس
دور کر دیئے۔ سو اگر آپ صحبت سے دور ہیں اور ملاقات سے کارہ تو پھر اس بیماری
کا کیوں کر علاج ہو۔ دعا بھی ان ہی لوگوں کے حق میں قبول ہوئی ہے کہ جو اپنے
تعصب اور سوءظن کو کچھ کم کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو انکار میں غایت درجہ کا غلو تھا۔
ان کو اولوالعزم رسولوں کی توجہ اور دعا بھی کچھ سود مند نہ ہوئی۔ اور جو آپ اپنے
وساوس کے دور کرنے کے لئے مجھے اپنے پاس بلاتے ہیں میرے گمان میں اس
آرزو کی بنیاد اخلاص پر نہیں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ میری ملاقات سے بھی
کارہ ہیں تو آپ کو میری ملاقات کچھ فائدہ نہیں دے گی میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ

آپ ایک رسالہ مستقلہ اپنی رائے اور خیال کی تائید میں چھپا کر میرے پاس بھیجدیں۔ مگر رسالہ ایسا ہونا چاہیے جس میں وہ سب دلائل مندرج ہوں۔ جن پر بہ تائید اپنے دعوی کے آپ زور دیتے ہیں۔ اس طور کی بحث سے پبلک کو بہت فائدہ ہوگا۔ اور ہر ایک منصف کو رائے لگانے کا موقع مل سکتا ہے۔

آپ کی رائے میں قرآن شریف پہلی کتابوں کا اسطور سے متمم و مکمل ہے۔ جو کچھ پہلی تحریرات سے کچھ زیادہ بیان کرنا قرین مصلحت تھا صرف وہ امر زائد یا کسی قدر مفصل قرآن شریف نے بیان کر دیا ہے۔ مگر دوسری ہزار ہا صداقتیں کہ جو اچھی طرح پہلی کتابوں میں بیان ہو چکی ہیں وہ قرآن شریف میں پائی نہیں جاتیں۔ کیونکہ خدا تعالی نے یہی ارادہ کیا ہے کہ ان کا اعادہ قرآن شریف میں ضروری نہیں۔ ان کے لئے پہلی کتابوں کی تلاوت لازم پکڑنی چاہیئے ورنہ ایمان اور عمل اور علم ناقص رہے گا اب ایک دانشمند سوچ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالی کا یہی ارادہ تھا۔ اور قرآن شریف درحقیقت ایک ناقص کتاب ہے اور اس کی تکمیل اس تمام مجموعہ کتب پر موقوف تھی۔ جو حضرت آدم سے لیکر تمام متفرق قوموں کے نبیوں پر نازل ہوتے رہے ہیں تو چاہیئے تھا کہ خدا تعالی وہ تمام کتابیں روئے زمین کے مسلمانوں کے لئے میسر کر دیتا۔ یا قرآن شریف میں ان کے نام تبلا دیتا۔ مگر اس نے تو بجز حضرت موسی کی کتاب توریت اور حضرت داؤد کی کتاب زبور اور صحف ابراہیم اور انجیل کے اور کسی کتاب کا نام بھی نہیں تبلایا۔ اور جن کتابوں کا نام تبلایا اس کے ساتھ یہ دل توڑنے والی خبر دے دی کہ وہ تمام کتابیں محرف اور مبدل ہیں۔

غرض آپ کا یہ دعوی صحیح ہے تو اول وہ دنیا کی تمام کتابیں جمع کر کے دکھا دیں۔ جن کے شمول و الحاق پر قرآن شریف کی تکمیل موقوف ہے اور اگر وہ نہ ہوں تو قرآن شریف ناقص رہ جاتا ہے۔ میری دانست میں آپ نے ایک ایسا فضول اور بے بنیاد دعوی اپنے ذمہ لے لیا ہے جس کا ثبوت آپ کے لئے محال اور ممتنع ہے

بنیات قرآنی سے آپ کیوں کرہا گتے ہیں۔ کیا کبھی قرآن شریف کی تلاوت کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے یتلوا علیہم صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمہ۔ سو جس حالت میں اللہ جل شانہٗ آپ فرماتا ہے کہ تمام پاک صداقتیں جو پہلی کتابوں میں تھیں اس کتاب میں درج ہیں تو آپ ایسی جامع کتاب کو کیوں نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں۔ آپ کے لئے یہ طریقہ بہتر ہے کہ چند پاک صداقتیں کسی پہلی کتاب کی جو آپ کے گمان میں قرآن شریف میں نہیں پائی جاتیں اس عاجز کے سامنے پیش کریں۔ پھر اگر یہ عاجز قرآن شریف وہ صداقتیں دکھانے میں قاصر رہا تو آپ کا دعویٰ خود ثابت ہو جائے گا کہ ایسی ضروری اور پاک صداقتیں قرآن شریف میں نہ پائی گئیں ورنہ آپ کو اس غایت درجہ کی بے ادبی سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اور جس کتاب کا نام جامع الکتاب اور نور مبین رکھا ہے۔ آپ اس کتاب کو ناقص ٹھیراتے ہیں۔ آپ کو اب تک یہ بھی خبر نہیں کہ خود یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ اقوام کے اقرار سے ثابت ہے کہ پہلی کتابیں جو دنیا کے لوگوں پر نازل ہوئی تھیں کچھ تو انھیں سے تباہ و نابود ہو گئیں اور کچھ تحریف کی گئیں اور کچھ ناقص رہ گئیں اور اب بہ صحت و کاملیت و جامعیت دستیاب ہونا ان کتابوں کا محال ہے۔ پس آپ قرآن شریف کی کاملیت کو محال پر موقوف رکھ کر ایک زہرناک فتنہ لوگوں میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ آپ کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ اور عنقریب آپ کو ندامت کے ساتھ اس مفسدانہ اعتقاد سے رجوع کرنا پڑے گا۔ زیادہ کیا لکھوں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

۲۸ اپریل ۱۸۸۳ء

(نوٹ) اس مکتوب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کے لیے آپ کو کس قدر غیرت اور قرآن مجید کی تعلیم پر اسقدر بصیرۃ اور معرفت حاصل ہے کہ ہر مخالف کو قرآن مجید ہی سے اس کے کمالات دکھانے کا

دعویٰ کرتے ہیں اور اس مقابلہ میں کوئی شخص آپ کے سامنے نہیں آتا۔
(عرفانی کبیر)

مکتوب نمبر (۶)

مولوی سلطان محمود صاحب کے نام

(تعارفی نوٹ)

مولوی سلطان محمود صاحب ایک مشہور سجادہ نشین تھے اس مکتوب میں آپ نے اپنے دعویٰ تجدید کی حقیقت اور اپنے نام مسیح موعود اور مہدی معہود کے راز کو بیان فرمایا ہے اس مکتوب کے آخر میں اپنی مہر بھی لگائی ہے اور مہر کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ایک وحی ہے آپ نے بعض اور مواہیر بھی تیار کی تھیں اور ان میں بھی الہامات ہی درج تھے۔ اپنے نام غلام احمد کی مہر میں نے نہیں دیکھی۔ یہ انگوٹھیاں مختلف اوقات میں تیار ہوئیں۔ الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کی انگوٹھی حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم آپ کے والد کی وفات کے بعد تیار ہوئی تھی کیونکہ یہ الہام وفات کے معاً بعد ہوا تھا جو ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل تھا جس کا ظہور آپ کی بعد کی زندگی میں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام ضروریات کا خارق عادت طور پر متکفل فرمایا۔ غرضیکہ یہ مکتوب پنجاب کے ایک مشہور سجادہ نشین کی طرف ہے اور چونکہ حضرت حکیم الامۃ مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اس خاندان سے ذاتی تعلقات رکھتے تھے آپ نے بھی اس پر چند

سطریں تحریر کر دیں۔

(عرفانی کبیر)

۸ شعبان ۱۳۱۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ و اید۔ بخدمت اخویم مولوی سلطان محمود صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ بعد ہذا میں مامور ہوں کہ ہر ایک رشید اور سعید کو اس بات سے اطلاع دوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس صدی چہاردہم کے سر پر اس قسم کی تجدید کے لئے بھیجا ہے کہ تا کہ وہ فتنہ عیسائیت جس کے بیرونی حملوں سے اسلام بہت کمزور ہو گیا ہے اور نیز وہ فتنہ اندرونی جو خود مسلمانوں کی اعتقادی اور عملی اور ایمانی حالت نہایت تنزل میں ہے۔ یہ دونوں فتنے میرے ذریعہ سے فرو کئے جائیں۔ چنانچہ اس حکیم مطلق نے بیرونی اصلاح کے لحاظ سے جو متعلق کسر صلیب ہے میرا نام مسیح موعود رکھا ہے۔ اور اندرونی فتنہ کے فرو کرنے کیلئے اور مسلمانوں کو حقیقی ہدایت پر قائم کرنے کے لحاظ سے میرا نام مہدی معہود رکھا ہے۔ کیونکہ صلیبی فتنہ جس کے ہاتھ پر فرو ہو۔ اور بگڑی ہوئی عیسائیت کا زوال ہو۔ وہ وہی مجدد ہے جس کا نام آسمان پر مسیح ہے اور وہ شخص جو ایسے وقت میں آوے۔ کہ جبکہ اکثر مسلمان ایمان کے مغز اور حقیقت کو کھو بیٹھیں اور وہ اس لئے بھیجا ہے تا وہ دوبارہ ہدایت اور ایمان کی روح ان کے اندر پھونکے وہ وہی مجدد ہے جس کا نام مہدی ہے۔ جیسا کہ یہ حدیث ہے کہ لا المھدی الا عیسیٰ خدا نے چودھویں صدی کو اس کے لئے خاص کیا۔ کیونکہ کمال نور کا نظارہ صرف چودھویں رات میں ہوتا ہے اور چودھویں رات کے دونوں طرف انحطاط ہے۔ اور جو شخص زمانہ کی حالت موجودہ پر ایک نظر ڈالے گا۔ اور بیرونی حملوں اور اندرونی فسادوں کو دیکھے گا

اگر وہ فراست رکھتا ہوگا تو اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ نہ کسی تکلف اور [illegible] بلکہ خود زمانہ کی حالت موجودہ نے چاہا ہے کہ اس صدی کا مجدد مسیح موعود اور مہدی مسعود کے نام سے پکارا جائے۔ کیونکہ آسمان پر خدمتوں اور کاموں کے لحاظ سے نام رکھا جاتا ہے پھر جس کی خدمت کسر صلیب ہے اس کا نام بجز مسیح موعود کے اور کیا ہو سکتا اور جو قوم کے مردہ قالب میں دوبارہ ہدایت اور ایمان اور تقویٰ کی روح ڈالنا چاہتا ہے۔ وہ بجز مہدی کے کس نام سے موسوم ہو سکتا ہے۔ کیا سچ نہیں کہ آسمان پکار رہا ہے اور زمین فریاد کر رہی ہے کہ اس صدی کے مجدد کا نام بلحاظ حالات موجودہ اور مفاسد مشہودہ اندرونی اور بیرونی کے مہدی اور مسیح ہونا چاہیئے۔ اگر یہ حالات موجودہ خواقضا مجھ کو یہ دونوں خطاب عطا نہیں کریں تو میں جھوٹا ہوں اور اگر کوتی ہیں تو ہر ایک متقی اور خدا ترس کے لئے واجب اور لازم ہے کہ مرے انصار میں سے ہو جائے اسی بنا پر میں آپ پر نیک ظن کر کے یہ خط آپ کی طرف لکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس روز سے ڈر کر جبکہ ایک ذرہ انحراف اور خدا کی راہ میں سستی کرنا انحطاط اعمال کا موجب ہوگا۔ میری نصرت میں لگ جائیں۔ ہر ایک روح جو تعصب اور پندار اور خود پسندی سے خالی ہو کر میری نسبت خدا تعالیٰ سے گواہی طلب کرے گی تو خدا تعالیٰ میری سچائی کی گواہی اس کو دے گا۔ سوائے عزیز! خدا سے خوف کر کے اس دن سے ڈر کر جبکہ ہر ایک شخص کو اپنی لاپروائی کی باز پرس ہوگی۔ میرے معاملہ میں خدا سے روشنی مانگ تا اس جماعت میں شمار نہ کئے جاؤ جنہوں نے خدا کے مسیح کو پاکر سر اٹھا کر اس کی طرف نہ دیکھا۔ یہ میری طرف سے تبلیغ ہے اور ان تمام لوگوں کا بوجھ آپ کے سر پر ہے جو آپ کے ایک ذرہ اشارہ پر حق کو قبول کر سکتے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

الراقم المامور من الرب [illegible] میرزا غلام احمد [illegible] از قادیان

مگر یہ کہ حضرت [illegible] کا [illegible] صادق [illegible] اپنے [illegible] نہیں چاہتا اور نہ کسی حقوق [illegible] کے ساتھ اس ناپائدار دنیا سے سفر کرنا چاہتا ہے

اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ موقع دیا ہے کہ اپنی معرفت کی منزلوں کو اپنی استعداد کے موافق پورا کرے۔ کیونکہ نشان ظاہر ہوتے ہیں اور حقایق و معارف بیان کئے جاتے ہیں۔ پس مبارک وہ جو اس وقت ٹھوکر نہ کھاوے اور اس سعادت سے عمداً محروم نہ رہے جس کے لئے آسمان سے دروازے کھولے گئے ہیں فقط

ذیل میں عبارت الہامی مہر حضرت صاحب اذکر نعمتی التی انعمت علیک وغرست بیدی رحمتی وقدرتی لك۔

ذیل میں عبارت حضرت مولوی نورالدین صاحب کی جو حضرت صاحب کے حکم سے مراسلہ کے نیچے لکھی گئی۔ کیونکہ معلوم ہوا تھا کہ صاحب مکتوب الیہ کی مولوی صاحب سے سابقہ معرفت ہے۔ اس لئے حضرت صاحب نے مناسب خیال فرما کر مولوی صاحب کی طرف سے تھوڑا سا مضمون لکھوا دیا۔

اور وہ یہ ہے:۔

خاکسار نورالدین گرامی خدمت قاضی صاحب۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گزارش پرداز۔ سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ پس بامتثال امر خاتم النبیین رسول رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم الدین کے دو دل سے عرض ہے کہ جناب امام زمان علیہ الرضوان کے ارشاد کو دنیا کی بے ثباتی پر نظر کر کے غور سے پڑھیں اور بجائے اس کے کہ آپ گزشتہ بزرگان کے قبور پر توجہ کریں زندہ امام کے انصار اللہ میں اپنے آپ کو منسلک کر دیں سارے کمالات اور الٰہی رضامندی اطاعت میں ہے۔ اور بس

(نورالدین)

مکتوب نمبر (۷)

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے نام

(تعارفی نوٹ)

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کا نام سلسلہ کی تاریخ اعدا میں نمایاں ہے۔ یہ صاحب بٹالہ ضلع گورداسپور کے باشندے تھے دراصل وہ ہندو خاندان پوری سے تعلق رکھتے تھے ان کے اجداد میں ایک شخص مسلمان ہو گیا مولوی محمد حسین اپنے علم و فضل کے لحاظ سے اپنے معاصرین میں ممتاز تھے اور شیخ الکل مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے مایہ ناز شاگردوں میں فرد تھے۔ پنجاب میں فرقہ اہلحدیث کے اپنے زمانہ اول میں سردار تھے اور رسالہ اشاعۃ السنہ کے موسس و ایڈیٹر تھے ان کے والد شیخ رحیم بخش صاحب کو حضرت اقدس کے خاندان سے تعلقات نیازمندی حاصل تھے۔ اور اس خاندان کی ریاست و وجاہت سے مستفید ہوتے رہتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے براہین احمدیہ پر نہایت شاندار ریویو لکھا اور حضرت اقدس سے ان کو اسقدر ارادت تھی کہ اپنے ہاتھ سے وضو کراتا اور آپ کی جوتیاں سامنے رکھنا فخر سمجھتے تھے۔ مگر آپ کے دعویٰ مسیح موعود پر مولوی صاحب نے علم مخالفت بلند کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ میں نے ہی اسے اونچا کیا اور میں ہی گرا دوں گا۔ ادھر خدا کی وحی نے بشارت

دی گئی اِنِّی مُہِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِہَانَتَکَ آخر مولوی محمد حسین صاحب کا جو انجام ہوا۔ وہ تاریخ سلسلہ کا ایک خاص باب ہے۔ حضرت اقدس کی مخالفت میں کیا کیا پاپڑ بیلے مگر ہر مرحلہ پر شکست کھائی کفر کا فتویٰ تیار کر یا جھوٹے مقدمات میں گواہیاں دیں۔ خود ایک مقدمہ چلایا لیکن ہوا وہی جو خدا تعالیٰ نے پہلے سے بتا دیا تھا۔ عرفانی کبیر ۱۸۹۱ء سے اس کے حالات سے بے تکلف واقف ہے اور اس نے اس کے عروج اور زوال کے زمانوں میں بچشم خود دیکھا ہے۔ میں نے مولوی صاحب کے نام کے کچھ خطوط مکتوب کی جلد چہارم میں شائع کئے تھے یہ خط میں اس وقت شائع نہ کر سکا۔ اس مکتوب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب شروع میں ہی مبتلائے مرض ہو چکے تھے اور ان کو شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے امر واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک قسم کی ڈکٹیٹری چاہتے تھے فی الحقیقت وہ شکوک و شبہات میں مبتلا نہ تھا۔ وہ براہین احمدیہ کی طبع و اشاعت کے متعلق اپنے اختیارات حاکمانہ رکھنا چاہتے تھے اور براہین کی تالیف و اشاعت کلیۃً حضرت رب کریم کے منشاء کے تحت تھی۔ حضرت اقدس کی اپنی ذات گو تدبیر اور انتظام میں کوئی دخل نہ تھا گو عملاً اور ظاہراً آپ کر رہے تھے مولوی محمد حسین صاحب نے نخوت و تکبر کے نشہ سے بے خود ہو کر اعتراض شروع کیا کہ کتاب کی اشاعت میں توقف کیوں ہے جو رقم آئی ہے اس کا حساب کیا ہے حضرت اقدس نے کمال رفق و ملائمت سے سمجھانا چاہا۔ مگر خوئے بد را بہانہ بسیار آخر وہ بیج عداوت اور مخالفت کا جو بویا گیا تھا۔ اس کا ثمار دار درخت مسیح موعود کے دعویٰ کے بعد [illegible] کیا اور اسی میں وہ شخص خود الجھ کر ختم ہو گیا اور آج [illegible] تا ری

اور جس کی مخالفت میں اس نے بڑے بڑے دعوے کئے تھے اور اس کے
سلسلہ کا نام و نشان مٹا دینے کا متمنی تھا۔ وہ سلسلہ آج اکناف عالم میں پھیل
چکا ہے اور اس کلمہ طیبہ کے درخت کی شاخیں آسمان تک جا چکی ہیں اور
اس کے تازہ بتازہ ثمرات سے دنیا حیات نو پا رہی ہے۔ اللّٰھم صلّ
علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک و سلم۔

(عرفانی کبیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی اخویم مولوی محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ۲۸ ستمبر ۱۸۸۸ء کو آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ واضح رہے کہ اس عاجز کے
قلم سے کوئی کلمہ رنج یا خفگی کا آپ کی نسبت نہیں نکلا۔ بلکہ میں ممنون ہوں کہ آپ بغیر اس کے
اصل حال سے واقف ہوتے میرے خیر خواہ ہوں اور خیر اندیشوں اور نیک خیالوں میں
رہے۔ سو میرے لئے آپ کا شکر کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں
کہ آپ میں سچی محبت رہی ہے اور میرا دل شہادت دیتا ہے کہ فقط ایک سچی محبت کے
جوش سے آپ قلم و زبان سے میری [illegible] دلجوئی کی نصرت میں لگے رہے ہیں۔ سو رنج
و خفگی کا کوئی محل نہیں تا میں نے آپ پر ایک واقعی حال اظہار کیا۔ اور یہ وہ سب
واقعی عذرات آپ کی نظر میں مستحق نہ ہوئے تو بقول شخصے کہ طاقت مہمان نداشت خانہ خالی
گذاشت۔ چند الفاظ بودیانہ ترک نزاع کے سلسلہ میں نے استعمال کئے شاید انہیں الفاظ
کو آپ نے کلمہ رنج و خفگی سمجھا ہوگا۔ مگر حاشا و کلا میرا [illegible] منشا ہرگز نہیں ہے جو آپ نے سمجھا ہے
پھر باد [illegible] آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آئندہ اخراجات کی کمی اور تخفیف کی فکر
میں آپ ہی ہوں مگر گذشتہ [illegible] میرے حد امکان سے باہر ہے اسی قصور کا
خود معترف ہوں کہ جو کچھ آپ کی تہمت [illegible] زیادہ خرچ ہوتا رہا ہے مگر یہ بات کہ غفلت سے

کے نزدیک میرے وہ مصارف کس رنگ میں ہیں اور نکتہ چینوں کی نظر میں کس رنگ میں۔ اس میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ گزری ہوئی بات کو طول دینا کچھ فائدہ نہیں اور میری رائے ناقص میں آپ کا اس فکر میں پڑنا مالایلزم ہے۔

خری

آں مخدوم سے شرعی یا عرفی طور پر کچھ مواخذہ یا مطالبہ نہیں لاتزروا زرة وزر ا میں نے سرمہ چشم آریہ کے پہلے صفحہ پر ہی اشتہار دے دیا ہے کہ جو شخص خرید کتاب سے ناراض ہو وہ فسخ بیع کر سکتا ہے۔ ایسے خطوط جب پہونچیں گے تو میں کوشش کروں گا کہ جلد تر کتابیں واپس لیجائیں اور ان کا روپیہ مسترد کیا جائے۔ سو وہ اشتہار اطلاع عام کے لئے کافی ہے میں آپ پر مکرر ظاہر کرتا ہوں کہ میں آپ پر ہرگز ناراض نہیں لیکن اگر آپ خواہ نخواہ بات کو طول دیں تو میری طرف سے ناراض ہونا بے محل بھی نہیں۔ میں بشر ہوں اور بشریت کے صفات اور لوازم سے نبی بھی الگ نہیں رہ سکتے جو شخص ان کے دل کو خوش کرے اس سے راضی ہو جاتے ہیں۔ اور جو شخص ان کے دل کو خواہ نخواہ آزار پہنچا دے اس سے وہ خوش نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بشر ہیں۔ آپ کے سامنے قرآن وحدیث سے اس کے نظائر پیش کرنا حاجت نہیں۔

آپ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ گویا مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ وہ لڑکا بہت قریب ہونے والا ہے آپ میرے اشتہار ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء کو دیکھ لیں اس میں "وہ" کا لفظ نہیں بلکہ ایک کا لفظ ہے۔ اور یہ آپ کا قول کہ ایسی پیشگوئی سے بجائے نفع اسلام کو کمال نقصان پہنچے گا۔ میری دانست میں یہ کہنا اس کا حق ہے کہ پیشگوئیوں کا مقابلہ کر کے دکھلاوے۔ میرے رسالہ سراج منیر اور اس کے تمام پیشگوئیوں کی بنا اسی پر ہے کہ اگر کوئی مخالف کسی پیشگوئی کا انکار کرے تو ایسی پیشگوئی پیش کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سراج منیر میں اسی طور پر پیشگوئیاں ہیں تو میری رائے ہے کہ سراج منیر کا طبع کرانا موقوف رکھا جائے کیونکہ ایسی کتاب سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہو گا۔ اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک سراج منیر میں سب سے بڑھ کر یہی پیشگوئی ہے مگر دوسرا فقرہ آپ کا کہ ایسی

پیشگوئیوں سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا۔ فراست صحیح بنی نہیں ہے۔ اور آپ کا
یہ قول کہ مجھے صرف یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا زیادہ ہتک نہ ہو اور ان کا مال ناحق
برباد نہ ہوئے میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئیوں کا سچائی سے ظہور میں آجانا مسلمانوں
کے لئے موجب ہتک ہے تو جس قدر یہ ہتک ہو اتنا ہی تھوڑا ہے۔ ۲۷ جولائی
۱۸۸۶ء کو آریوں نے ایک اشتہار دیا تھا کہ ہمیں اپنے پرمیشر کی طرف سے الہام
ہوا کہ ہرگز بیٹا پیدا نہیں ہوگا۔ ابتک نہیں ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو منجم نفسان
کی اطمینان کی ہوگی اور یہ اشتہار عام طور پر پنجاب اور ہندوستان میں شائع کئے
تھے۔ اب آپ سوچ کر دیکھیں کہ بر طبق اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء بیٹا پیدا ہو جانا
جو مصدق پیشگوئی ہے۔ یہ موجب ہتک اور ندامت آریوں اور دیگر مخالفین کا ہوا
یا مسلمانوں کا اس سے ہتک ہو گیا۔ انجیل میں حضرت مسیح کی پیشگوئیاں آپ نے نہیں
دیکھیں کہ بھونچال آویں گے، کال پڑیں گے، وبا پھیلے گی۔ مگر اس وقت کے سچے عیسائیوں
کا اس سے کچھ ہتک نہ ہوا۔ آپ کو یاد رہے کہ مخالفین خود ملزم ہیں۔ ہر چیز کا قدر و قیمت
سے ظاہر ہوتا ہے۔ السلام

خاکسار غلام احمد ۲ ستمبر ۱۸۸۶ء

مکتوب نمبر (۸/۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ عنایت نامہ پہنچا۔ عاجز کی طبیعت علیل ہے۔ اخویم منشی عبدالحق صاحب کو تاکید فرماویں کہ جہاں تک جلد ممکن ہو معمولی گولیاں ارسال فرماویں توجہ سے کہدیں۔ افسوس کہ میری علالت طبع کے وقت آپ عیادت کے لئے بھی نہیں آئے۔ اور آپ کے استفسار کے جواب میں صرف "ہاں" کافی سمجھتا ہوں۔ والسلام۔

(خاکسار غلام احمد ۵ فروری ۱۸۹۱ء)

مکتوب نمبر (۹/۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی۔ مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ اگرچہ خداوند کریم خوب جانتا ہے کہ یہ عاجز اس کی طرف سے مامور ہے۔ اور ایسے امور میں جہاں عوام کے فتنے کا اندیشہ ہے۔ جب تک کامل اور قطعی اور یقینی طور پر اس عاجز پر ظاہر نہیں کیا جاتا۔ ہرگز زبان پر نہیں لاتا لیکن اس میں کچھ حکمت خداوند کریم کی ہوگی کہ اس نزول مسیح کے مسئلہ میں جس کو اصل اور لب اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ اور ایک مسلمان پر اس کی اصل حقیقت کھولی گئی ہے جس پر بوجہ اخوت حسن ظن بھی کرنا چاہیئے۔ آں مکرم کو مخالفانہ تحریر کے لئے

جوش دیا گیا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ کی اس میں نیت بخیر ہوگی۔ اور اگرچہ مجھے آپ کے استعجال کی نسبت شکایت ہو۔ اور اس کو رو برو یا غائبانہ بیان بھی کروں۔ مگر آپ کی نیت کی نسبت مجھے حسن ظن ہے۔ اور آپ کو زمانہ حال کے اکثر علماء بلکہ اگر آپ ناراض نہ ہوں۔ تو بعض للّٰہی جدوجہد کے کاموں کے لحاظ سے مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی بہتر سمجھتا ہوں۔ اور اگرچہ میں آپ سے ان باتوں کی شکایت کروں تاہم مجھے بوجہ آپ کی صفائی باطن کے آپ سے محبت ہے۔ اگر میں شناخت نہ کیا جاؤں تو میں سمجھوں گا کہ میرے لئے یہی مقدر تھا۔ مجھے فتح اور شکست سے بھی کچھ تعلق نہیں بلکہ عبودیت و اطاعت سے غرض ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس خلاف میں آپ کی نیت بخیر ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ اوّل مجھ سے بات چیت کرکے اور میری کتابوں کو یعنی رسالہ ثلثہ کو دیکھ کر کچھ تحریر کریں۔ مجھے اس سے کچھ غم اور رنج نہیں کہ آپ جیسے دوست مخالفت پر آمادہ ہوں۔ کیونکہ یہ مخالفت رائے بھی حق کے لئے ہوگی۔ کل میں نے اپنے بازو پر یہ لفظ اپنے تئیں لکھتے ہوئے دیکھا کہ میں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے۔ اور اس کے ساتھ مجھے الہام ہوا۔ ان معی ربی سیھدین سو میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ اپنی طرف سے کوئی حجت ظاہر کردے گا۔ میں آپ کے لئے دعا کروں گا۔ مگر ضرور ہے کہ جو آپ کے لئے مقدر ہے۔ وہ سب آپ کے ہاتھ سے پورا ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جو آپ نے مثل لکھی ہے۔ اشارۃ النص پایا جاتا ہے۔ کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے جیسا کہ موسیٰؑ نے کیا۔ اس قصے کو قرآن شریف میں بیان کرنے سے غرض بھی یہی ہے کہ تا آئندہ حق کے طالب معارف روحانیہ اور عجائبات مخفیہ کے کھلنے کے شائق ہیں۔ حضرت موسیٰ کی طرح جلدی نہ کریں۔ حدیث صحیح بھی

اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اب مجھے آپ کی ملاقات کے لئے صحت حاصل ہے۔ آپ اگر بٹالہ میں آجائیں تو اگرچہ میں بیمار ہوں اور دوران سر اس قدر ہے کہ نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھی جاتی۔ تاہم افتاں و خیزاں آپ کے پاس پہنچ سکتا ہوں۔ بقول رنگین ؎

وہ نہ آئے تو تو ہی چل رنگیں
اس میں کیا تیری شان جاتی ہے

ازالۃ الاوہام ابھی چھپ کر نہیں آیا۔ فتح اسلام اور توضیح المرام ارسال خدمت ہیں۔

(الراقم غلام احمد از قادیان)

مکتوب نمبر (۱۰/۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
محبت نامہ پہنچا۔ چونکہ آں مکرم عزم پختہ کر چکے ہیں تو پھر میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ اس عاجز کی طبیعت بیمار ہے۔ دوران سر اور ضعف بہت ہے۔ ایسی طاقت نہیں کہ کثرت سے بات کروں جس حالت میں آں مکرم کسی طور سے اپنے ارادہ سے باز نہیں رہ سکتے۔ اور ایسا ہی یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کر سکتا جو حضرت احدیت جل شانہٗ نے بخشا ہے۔ اس صورت میں گفتگو عبث ہے۔ رسالہ ابھی کسی قدر باقی ہے۔ ناقص کو میں بھیج نہیں سکتا۔ اس جگہ آنے کے لئے آں مکرم کو یہ عاجز تکلیف دینا نہیں چاہتا

مگر ۲۶ فروری ۱۸۹۱ء کو یہ عاجز انشاء اللہ القدیر لودیانہ کے ارادہ سے بٹالہ میں پہنچیگا۔ وہاں صرف آپ کی ملاقات کرنے کا شوق ہے۔ گفتگو کی ضرورت نہیں اور یہ عاجز للہ آپ کے ان الفاظ کے استعمال سے جو مخالفانہ تحریر کی حالت میں کبھی حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ یا اپنے بھائی کی تذلیل اور بدگمانی تک نوبت پہنچاتے ہیں معاف کرتا ہے۔ واللہ علی ما قلت شھید۔

چند روز کا ذکر ہے کہ پرانے کاغذات کو دیکھتے دیکھتے ایک پرچہ نکل آیا۔ جو میں نے اپنے ہاتھ سے بطور یادداشت کے لکھا تھا۔ اس میں تحریر تھا کہ یہ پرچہ ۵ جنوری ۱۸۸۸ء کو لکھا گیا ہے۔ مضمون یہ تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی امر میں مخالفت کر کے کوئی تحریر چھپوائی ہے اور اس کی سرخی میری نسبت "کمینہ" رکھی ہے۔ معلوم نہیں اس کے کیا معنی ہیں۔ اور وہ تحریر پڑھ کر کہا ہے۔ کہ آپ کو میں نے منع کیا تھا۔ پھر آپ نے کیوں ایسا مضمون چھپوایا۔ ھذا ما رایت واللہ اعلم بما قبلہ۔

چونکہ حتی الوسع خواب کی تصدیق کے لئے کوشش مسنون ہے اس لئے میں آں مکرم کو منع کرتا ہوں کہ آپ اس ارادہ سے دست کش رہیں۔ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعویٰ میں صادق ہوں۔ اور اگر صادق نہیں تو پھر ان یک کاذبا کی تہدید پیش آنے والی ہے۔ لا تقف ما لیس لک بہ علم ولا تدخل نفسک فیما نعلم حقیقت یا اخی و افوض امری الی اللہ۔ ینتظر اجر صبرک یا اخی و انا انظر السماء و ارجو تائید اللہ و اعلم من اللہ ما لا تعلمون والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

حضرت اخویم حبی فی سبیل اللہ مولوی حکیم نورالدین اور آن مکرم کی تحریر میں یہ عاجز دخل

نہیں دینا چاہتا۔

(خاکسار غلام احمدؐ)

مکتوب نمبر (۱۱/۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی۔ از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ وایدہ بخدمت محبی اخویم مکرم ابوسعید محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ چونکہ یہ عاجز اپنی دانست میں ناتمام مضمون ازالۃ الاوہام کا آں مکرم کو دکھلانا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس لئے اجازت نہیں دے سکتا۔ مگر اس عاجز کی رائے میں صرف میں بیس روز تک رسالہ ازالۃ الاوہام چھپ جائے گا۔ کچھ بہت دیر نہیں ہے۔ پھر انشاء اللہ القدیر سب سے پہلے یہ عاجز آں مکرم کی خدمت میں بھیجدے گا۔ آں مکرم کو معلوم ہوگا کہ درحقیقت ان رسالوں میں کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ بلکہ بلا کم و بیش یہ وہی دعویٰ ہے جس کا براہین احمدیہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے جس کی آں مکرم نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں امکانی طور پر تصدیق کر چکے ہیں۔ پھر متعجب ہوں کہ اب پھر دوسری مرتبہ آں مکرم کو دیکھنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ کیا وہی کافی نہیں جو پہلے آں مکرم اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۷ میں تحریر فرما چکے ہیں۔ جب کہ اول سے آخر تک وہی دعویٰ وہی مضمون وہی بات ہے تو پھر آپ جیسے محقق کی نگاہ میں معلوم ہو کس قدر تعجب ہے۔

یہ عاجز رسالہ ازالۃ الاوہام میں آں مکرم کے ریویو کی بعض عبارتیں درج بھی کر چکا ہے۔ اس عاجز نے جو ۸ جنوری ۱۸۹۱ء کو خواب دیکھی تھی اس کی سرخی "کمینہ" تھا۔ جس کی حقیقت ابھی معلوم نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پھر بھی میں آں مکرم کو للہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس سماوی امر میں

آپ کا دخل دینا مناسب نہیں۔ مثیل مسیح موعود کا دعویٰ کوئی امر عند الشرع مستبعد نہیں۔

اگر آپ ناراض نہ ہوں تو اس عاجز کی دانست میں اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب کے مقابل آپ کی تحریر میں کسی قدر سختی تھی۔ خدا تعالیٰ انکسار اور تذلل کو پسند کرتا ہے۔ اور علماء کے اخلاق اپنے بھائیوں کے ساتھ سب سے اعلیٰ درجے کے چاہئیں جس دین کی حمایت اور ہمدردی کے لئے دن رات کوششیں ہو رہی ہیں۔ وہ کیا ہے؟ صرف یہی کہ اللہ اور رسول کی منشاء کے موافق ہمارے جمیع احوال و افعال و حرکات و سکنات ہو جائیں۔

میرے خیال میں اخلاق کے تمام حصوں میں سے جس قدر خدا تعالیٰ تواضع اور فروتنی اور انکسار اور ہر ایک ایسے تذلل کو جو منافی نخوت ہے پسند کرتا ہے۔ ایسا کوئی شعبہ خلق کا اس کو پسند نہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک سخت بیدین ہندو سے اس عاجز کی گفتگو ہوئی۔ اور اس نے حد سے زیادہ تحقیر دین متین کے الفاظ استعمال کئے۔ غیرت دینی کی وجہ سے کسی قدر اس عاجز نے و اغلظ علیہم پر عمل کیا۔ مگر چونکہ وہ ایک شخص کو نشانہ بنا کر درشتی کی گئی تھی۔ اس لئے الہام ہوا کہ **تیرے بیان میں سختی بہت ہے رفق چاہئے رفق**۔ اور اگر ہم انصاف سے دیکھیں تو ہم کیا چیز اور ہمارا علم کیا چیز۔ اگر سمندر میں ایک چڑیا منقار مارے تو اس سے کیا کم کرے گی۔ ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ جیسے ہم در حقیقت خاکسار ہیں۔ خاک ہی بنے رہیں۔ جب کہ ہمارا مولیٰ ہم سے تکبر اور نخوت پسند نہیں کرتا تو کیوں کریں۔ ہمارے لئے ایسی عزت سے بے عزتی اچھی ہے جس سے ہم مورد عتاب ہو جائیں۔

آپ کی تحریر اگر اس طرح پر ہوتی کہ جس قدر خداوند تعالیٰ نے میرے پر کھولا ہے اگر آپ مہربانی فرما کر میں یا میں ملوں تو بیان کروں تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

یہ قاعدہ ہے کہ جس حالت اندرونی سے الفاظ نکلتے ہیں وہی رنگ الفاظ میں بھی آجاتا ہے۔

میں نے اس فیصلہ میں مولوی نورالدین صاحب کا کچھ لحاظ نہیں کیا اور محض للہ آں مکرم کی خدمت میں عرض کی گئی ہے۔ اس عاجز کو پختہ طور پر معلوم نہیں کہ کس تاریخ اس جگہ سے یہ عاجز روانہ ہو۔ بعض مواقع پیش آگئے ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ شائد ایک ہفتہ کے اندر اندر روانہ ہو جاؤں اس صورت میں بالفعل ملاقات مشکل معلوم ہوتی ہے۔ لہذا اطلاعاً آپ کی خدمت میں لکھتا ہوں کہ اس عاجز کے لئے بٹالہ میں تشریف نہ لاویں۔ کیونکہ کوئی پختہ معلوم نہیں۔ جس وقت خدا تعالیٰ چاہے گا ملاقات ہو جائے گی۔ والسلام

(از خاکسار غلام احمد قادیان ۲۳ فروری ۱۸۹۱ء)

مکتوب نمبر (۱۴/۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی۔ مخدومی اخویم مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آج عنایت نامہ آپ کا [illegible] عاجز کو ملا۔ بظاہر مجھے گفتگو میں کچھ فائدہ معلوم نہیں دیتا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے ایک علم بخشا ہے جس کو میں چھوڑ نہیں سکتا۔ ایسا ہی آپ بھی اپنی رائے کو چھوڑ [illegible] اللہ [illegible]۔ مجھے ایک ایسا سبیل بخشا گیا ہے جو معرض بحث میں نہیں آسکتا۔ [illegible] سے میں مجلس علماء [illegible] حاضر ہو سکتا ہوں [illegible] انشاء اللہ تعالیٰ [illegible] تا کہ دل کو اس سچائی کی طرف کھینچے جو اس مسئلہ اس عاجز پر ظاہر ہوئی ہے [illegible] آپ قبول فرما دیں تو میں حاضر ہو سکتا ہوں۔

(۱) اس مجمع میں حاضر ہونے والے صرف چند ایسے مولوی صاحب نہ ہوں جو ضد کا حکم رکھتے ہیں کیونکہ وہ مجھ سے بجز اس صورت کے ہرگز راضی نہیں ہو سکتے کہ میں ان کے خیالات و اجتہادات کا اتباع کروں اور میری طرف سے بار بار ان کو یہی جواب ہے کہ ان ھدی اللّٰہ ھو الھدیٰ اگر یہ مجمع کسی قدر عام مجمع ہوگا اور ہر ایک مذاق اور طبیعت کے آدمی اس میں ہوں گے تو شائد کوئی دل حق کی طرف توجہ کرے اور مجھے اس کا ثواب ملے سو میں چاہتا ہوں کہ یہ مجلس صرف چند مولوی صاحبوں میں محدود نہ ہو۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ یہ بحث جو محض اظہار الحق ہوگی تحریری ہو کیونکہ بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ صرف زبانی باتیں کرنا آخر منجر بہ فتنہ ہوتی ہیں۔ اور بجز حاضرین کے دوسروں کو ان کی نسبت رائے لگانے کا موقع نہیں دیا جاتا اور کیسی ہی عمدہ اور محققانہ باتیں ہوں جلدی بھول جاتی ہیں اور جن لوگوں کو غلو یا دروغ بیانی کی عادت ہے خواہ وہ کسی گروہ کے ہیں ان کو جھوٹ بولنے کے لئے بہت سی گنجائش نکل آتی ہے کوئی شخص محنت اٹھا کر اور ہر ایک قسم کے اخراجات سفر کا متحمل ہو کر اور بہت سی مغز خواری کرنے کے بعد کب روا رکھ سکتا ہے کہ غیر منتظم فریق کی وجہ سے تمام محنت اس کی ضائع جائے۔ اور طالب حق کو اس کی تقریر سے فائدہ پہونچ سکے۔ سو تحریری بحث کا ہونا ایک شرط ہے۔

(۳) اس مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضرور شامل چاہیئے۔ جنہوں نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس عاجز کو جہنمی ٹھیرایا ہے۔ اور ایسا کافر جو ہدایت پذیر نہیں ہو سکتا اور مباہلہ کی درخواست کی ہے۔ الہام کی رو سے کافر اور ملحد ٹھیرانے والے تو میاں مولوی عبد الرحمن لکھو والے ہیں۔ اور جہنمی ٹھیرانے والے میاں عبد الحق غزنوی ہیں۔ جن کے الہامات کے مصدق و پیرو میاں مولوی عبد الجبار ہیں۔ سو ان تینوں کا جلسہ بحث میں حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ مباہلہ کا بھی

ساتھ ہی قضیہ طے ہو جائے۔ اور اگر مولوی صاحب باہم مسلمانوں کے مباہلہ کو صورت پیش آمدہ میں ناجائز قرار نہ دیں تو مباہلہ بھی اسی مجلس میں ہو جائے۔ کیونکہ یہ عاجز اکثر بیمار رہتا ہے۔ بار بار سفر کی طاقت نہیں۔

(۴) یہ کہ تحریری بحث کے لئے تمام مخالف الرائے مولوی صاحبوں کی طرف سے آپ منتخب ہوں۔ کیونکہ یہ عاجز نہیں چاہتا کہ خواہ نخواہ لعن طعن اور تو تو میں میں متفرق لوگوں کا سنے۔ ایک مہذب اور شائستہ آدمی تحریری طور پر سوالات پیش کرے کہ اس عاجز کے اس دعویٰ میں جس کے الہام الٰہی پر بنا ہے۔ کیا خرابیاں ہیں اور کیا وجہ ہے کہ اس کو قبول نہ کیا جاوے سو اس عاجز کی دانست میں اس کام کے لئے آپ سے بہتر اور کوئی نہیں۔

(۵) یہ آپ کا اختیار ہے کہ جس تاریخ میں آپ گنجائش سمجھیں مجھے اور اخویم مولوی نورالدین صاحب کو اطلاع دیں چونکہ یہ عاجز بیمار ہے اور مرض خدر و دوار سے لاچار اور ضعیف بہت ہے۔ اس لئے اخویم مولوی نورالدین صاحب کا شامل آنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر خدا نخواستہ اس عاجز کی طبیعت زیادہ علیل ہو جائے نزدیب اکثر دورہ مرض کا ہوتا رہتا ہے اور زیادہ بات کرنے سے سخت دورہ مرض کا ہوتا ہے۔ اس صورت میں مولوی صاحب موصوف حسب منشاء اس عاجز کے مناسب وقت کارروائی کر سکتے ہیں۔

(۶) اگر آپ ہندوستان کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں تو لدھیانہ راہ میں ہے۔ کیا بہتر نہیں کہ لدھیانہ میں ہی یہ مجلس قرار پائے یہ عاجز بیمار ہے۔ حاضری سے عذر کچھ نہیں۔ مگر ایسی صورت میں مجھے بیماری کی حالت میں شدائد سفر اٹھانے سے امن ہوگا۔ ورنہ جس جگہ غزنوی صاحبان اور مولوی عبدالرحمٰن (اس عاجز کو ملحد اور کافر قرار دینے والے) یہ جلسہ منعقد ہونا مناسب سمجھیں تو اسی جگہ یہ عاجز حاضر ہو سکتا ہے۔ والسلام

مکرر یہ کہ ۱۲ / مارچ ۱۸۹۱ء تاریخ جلسہ مقرر ہوگئی ہے اور یہ قرار پایا ہے ۵

بمقام امرتسر یہ جلسہ ہو۔ اشتہارات عام طور پر اپنے واقف کاروں میں یہ عاجز شائع کر دے گا۔ ایسا ہی آپ کو بھی اختیار ہے آپ بواپسی ڈاک جواب سے مطلع فرماویں کہ جواب کا انتظار ہے۔

(۱۰ مارچ ۱۸۹۱ء)

(خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلہ اقبال گنج مکان شہزادہ غلام حیدر)

مکتوب نمبر (۱۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی۔ مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ عنایت نامہ پہونچا اس عاجز کے لئے بڑی مشکل کی بات یہ ہے کہ طبیعت اکثر دفعہ ناگہانی طور پر ایسی علیل ہو جاتی ہے کہ موت سامنے نظر آتی ہے اور کچھ کچھ علامات تو دن رات شامل حال ہے اگر زیادہ گفتگو کروں تو دورہ مرض شروع ہو جاتا ہے اگر زیادہ فکر کروں تو وہی دورہ شامل حال ہے چونکہ آپ کا آخری خط آیا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بشمولیت مولوی عبدالجبار صاحب لکھا گیا ہے اس لئے جواب اس طرز سے لکھا گیا تھا یہ عاجز غلبہ مرض سے بالکل نکما ہو رہا ہے یہ طاقت کہاں ہے کہ مباحثہ تقریری یا تحریری شروع کروں محض خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ تینوں رسالے لکھے گئے اور وہ بھی اس طرح سے کہ اکثر دوسرا شخص اس عاجز کی تقریر کو لکھتا گیا اور نہایت کم اتفاق ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا ہو اتنی فرصت نہیں ہوئی کہ عبارت کو عمدگی سے درست کر دیا جاوے۔ سنا آپ کے معلومات حدیث میں بہت وسیع ہیں یہ عاجز ایک امی اور جاہل آدمی ہے نہ عبادت ہے نہ ریاضت نہ علم نہ لیاقت غرض کچھ بھی چیز

نہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک امر تھا اور قطعی اور یقینی تھا اس عاجز نے پہنچا دیا ماننا نہ ماننا اپنی رائے اور سمجھ پر موقوف ہے در حقیقت میرے لئے یہ کافی تھا کہ میں صرف الہام الٰہی کو ظاہر کرتا لیکن میں نے اپنے رسالوں میں قال اللہ اور قال الرسول کا بیان اس لئے کچھ مختصر سا کر دیا ہے کہ شاید لوگ اس سے نفع اٹھاویں مجھے اس سے کچھ بھی انکار نہیں کہ خدا تعالیٰ آئندہ کسی کو اس کی روحانی حالت کے لحاظ سے در حقیقت مسیح بنا کر دمشق کی مشرقی طرف اسی طور سے اُتار دے جیسے مسافر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا اترتے ہیں کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانے میں دجال بھی ہو حضرت مہدی بھی ہوں اور پھر اسلام میں سیفی طاقت پیدا ہو جائے اور تمام لوگ مسلمان ہو جاویں مگر جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر کھولا ہے صرف اتنا ہے کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی ہے اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والا نہیں۔ ظلّی اور مثالی طور پر مسیح کے آنے سے مجھے انکار نہیں بلکہ ایک ہزار مسیح بھی کہا جائے تو میرے نزدیک ممکن ہے میرے نزدیک احادیث صحیحہ بھی حقیقی طور پر مسیح کے اترنے کے بارے میں وہ زور نہیں دیتیں جو آج کل کے علماء خیال کر رہے ہیں۔ مسیح کا اترنا سچ مگر ظلّی اور مثالی طور پر۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب اپنے الہامات کے حوالہ سے اس عاجز کو ضال و مضل قرار دے چکے ہیں اور ایسا کافر کہ جس کو کبھی ہدایت نصیب ہوگی اور میاں عبدالحق غزنوی بھی اپنے الہام کے حوالے سے اس عاجز کو جہنمی قرار دے چکے ہیں اور مولوی عبدالجبار صاحب فرماتے ہیں کہ جو کچھ میاں عبدالحق صاحب کے الہام ہیں میں ان پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ صحیح اور درست ہیں اب آپ کے کہنے سے وہ کیا سمجھیں گے اور آپ انہیں کیا سمجھائیں گے یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔

جس طرح چاہے گا اس کی راہ پیدا کر دے گا اگر آپ کی ملاقات ہو تو میں خوشی سے چاہتا ہوں مگر آپ کے آنے کا کرایہ میرے ذمہ رہے۔ میں آپ کو مالی تکلیف دینا نہیں چاہتا یہ بہتر ہے کہ آپ اس جگہ آ جائیں۔ بہرحال ملاقات کی خوشی تو اس بیماری کی حالت میں ہوگی ازالۃ الاوہام عنقریب تیار ہوتا ہے بھیج دوں گا ابھی کچھ باقی ہے والسلام (غلام احمد)

مکتوب نمبر (۱۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی۔ مخدومی مکرمی السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا خط آج کی ڈاک میں مجھ کو ملا اور اس کے پڑھنے سے مجھ کو بہت ہی افسوس ہوا کہ آپ مکالمات الٰہیہ کے امر کو لہو و لعب میں داخل کرنا چاہتے ہیں یہ سچ ہے کہ اس عاجز نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ میں اس ظاہری عقیدے کی پابندی سے جو مسلمانوں میں مشہور ہے یہ عبارت لکھی ہے کہ یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتدا ہی سے اس عاجز کو شریک رکھا ہے۔ فقط

لیکن ان عبارتوں کو اس امر کے لئے دستاویز ٹھیرانا کہ براہین میں اول یہ اقرار ہے اور پھر اسکے مخالف یہ دعویٰ اور ایسا خیال سراسر غلط اور دھوکا ہے حقیقت یہ ہے اے میرے عزیز دوست اس عاجز کے اس دعوے کی جو مسیح اسلام میں

شایع کیا گیا ہے اپنے علم اور عقل پر بنا نہیں تا ان دونوں بیانات میں بوجہ اتحاد بنا صورت تناقض پیدا ہو بلکہ براہین مذکورہ کی مندرجہ بالا عبارتیں تو صرف اس ظاہری عقیدہ کے رو سے ہیں جو سرسری طور پر عام طور پر اس زمانہ کے مسلمان مانتے ہیں اور اس دعوے کی بنا الہام الٰہی اور وحی ربانی پر ہے پھر تناقض کے کیا معنی ہیں۔ میں خود یہ مانتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی امر پر بذریعہ اپنے خاص الہام کے مجھے آگاہ نہ کرے میں خود بخود آگاہ نہیں ہو سکتا اور یہ امر میرے لئے کچھ خاص نہیں اس کی نظیر انبیاء کی سوانح میں بہت ہیں ہم لوگ بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے لا علم لی الا ما علمنی ربی بلکہ خدا تعالیٰ کا سمجھانا بھی جب تک صاف طور پر نہ ہو انسان ضعیف البنیان اس میں بھی دھوکا کھا سکتا ہے۔

مذہب وہلی کی حدیث آپ کو یاد ہی ہوگی۔

اب خدا تعالیٰ نے فتح اسلام کی تالیف کے وقت مجھے کہا یا جب میں لکھا اس سے پہلے کوئی اس بارے میں الہام نہیں ہوا کہ درحقیقت وہی مسیح آسمان سے اترآئے گا اگر ہے تو آپ کو پیش کرنا چاہیئے۔ ہاں یہ عاجز روحانی طور پر مثیل موعود ہونے کا براہین میں دعویٰ کر چکا ہے جیسا کہ ای صفحہ ۴۹۸ میں موعود ہونے کی نسبت یہ اشارہ ہے۔ صدق اللّٰہ و رسولہٗ چونکہ اپنے اپنے ریویو میں اس دعوے کا رد نہیں کیا اس لئے اپنے اس معرض بیان میں سکوت اختیار کر کے اگرچہ ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر مان لیا۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر براہین احمدیہ میں ابن مریم کے موعود یا غیر موعود ہونے کے بارہ کچھ بھی ذکر نہیں کیا صرف ایک مشہور عقیدہ کے طور سے ذکر کر دیا تھا آپ کو اس جگہ اسے پیش کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض اعمال میں جب وحی نازل نہیں ہوتی تھی انبیائے بنی اسرائیل کی سنن مشہورہ کا اقتدار کیا کرتے تھے اور وحی کے بعد جب کچھ ممانعت پاتے تھے تو چھوڑ دیتے تھے اس کو تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے آپ جیسے فاضل کیوں نہیں سمجھیں گے۔

مجھے نہایت تعجب ہے کہ آپ یہی طریق انصاف پسندی کا قرار دیتے ہیں کیا اس عاجز نے کبھی دعویٰ کیا ہے کہ میرا ہر ایک نطق وحی اور الہام میں داخل ہے اگر آپ طریق فیصلہ اسی کو ٹھیراتے ہیں تو بسم اللہ میرے رسالہ کا جواب لکھنا شروع کر دیجئے آخر حق کو فتح ہوگی۔ میں نے آپ کو ایک صلاح دی تھی کہ عام جلسہ علماء کا بمقام امرتسر منعقد ہو اور ہم دونوں حسبۃً للہ و اظہاراً للحق اس جلسہ میں تحریری طور پر اپنی اپنی وجوہات بیان کریں اور پھر وہی وجوہات حاضرین کو پڑھ کر سنا دیں اور وہی آپ کے رسالہ میں چھپ جائیں دور نزدیک کے لوگ خود دیکھ لیویں گے۔

جس حالت میں آپ اس کام کے لئے ایسے سرگرم ہیں کہ کسی طرح رکتے نہیں اور جب تک اشاعۃ السنۃ میں عام طور پر اپنے مخالفانہ خیال کو شائع نہ کریں صبر نہیں کر سکتے تو کیا اس تحریری مباحثہ میں کسی فریق کی کسر شان ہے

میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس جلسہ میں خاک کی طرح متواضع ہو کر حاضر ہو جاؤں گا اور اگر کوئی ایسی سخت دشنامی بھی کرے جو انتہا تک پہونچ گئے ہو تو میں اس پر بھی صبر کروں گا اور سراسر تہذیب اور نرمی سے تحریر کروں گا خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔

اگر آپ مجھے اب بھی اجازت دیں تو میں اشتہارات سے اس جلسہ کے لئے عام طور پر خبر کر دوں اب میری دانست میں خفیہ طور پر آپ کا مجھ سے ذکر کرنا مناسب نہیں جب آپ بہرحال اشاعت پر مستعد ہیں تو محض للہ اس طریق کو منظور کریں۔

وما اقول الا باللہ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

(خاکسار غلام احمد از لودھیانہ محلہ اقبال گنج ۴ مارچ ۱۸۹۱ء)

مکتوب نمبر (۱۵/۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ۔ از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ وایدہٗ بخدمت اخویم مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ آپ کا تار جس میں یہ لکھا تھا کہ تمھارے وکیل بھاگ گئے ان کو لوٹاؤ یا آپ آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے پہنچا۔ اے عزیز شکست اور فتح خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے فتمند کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شکست دیتا ہے کون جانتا ہے کہ واقعی طور پر فتمند کون ہونیوالا ہے اور شکست کھانے والا کون ہے جو آسمان پر قرار پاگیا ہے وہی زمین پر ہوگا گو دیر سے ہی سہی۔ الّا بہرحال اس عاجز کو تعجب ہے کہ آپ نے کیونکر یہ گمان کرلیا کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب آپ سے بھاگ کر چلے آئے آپ نے ان کو کب بلایا تھا کہ تا وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے اصل بات تو اسقدر تھی کہ حافظ محمد یوسف صاحب نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحمن اس جگہ آئے ہوئے ہیں ہم نے ان کو دو تین روز کے لئے ٹھیرا لیا ہے تاکہ ان کے روبرو ہم بعض شبہات اپنے آپ سے دور کرالیں اور یہ بھی لکھا کہ ہم اس مجلس میں مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بلالیں گے چنانچہ مولوی صاحب موصوف حافظ صاحب کے اصرار کی وجہ سے لاہور میں پہونچے اور منشی امیرالدین صاحب کے مکان پر اترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے

اپنی طرف سے آپ کو بھی بلا لیا تب مولوی عبدالرحمٰن صاحب تو عین تذکرہ میں اٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بلایا تھا انھوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی محمد حسین صاحب کا طریق بحث پسند نہیں آیا یہ سلسلہ تو دو برس تک بھی ختم نہیں ہوگا۔ آپ خود ہمارے سوالات کا جواب دیجیئے ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ انھوں نے آپ کو بلایا ہے تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا۔ مولوی صاحب موصوف نے بخوبی ان کی تسلی کر دی۔ یہاں تک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے بانشراح صدر آواز سے کہا کہ اے حاضرین میری تو من کل الوجوہ تسلی ہوگئی اور میرے دل میں نہ کوئی شبہ اور نہ کوئی اعتراض باقی ہے پھر بعد اس کے یہی تقریر منشی عبدالحق صاحب و منشی امیر الدین صاحب اور مرزا امان اللہ صاحب نے کی اور بہت خوش ہوکر ان سب نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور تہ دل سے قائل ہوگئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اور مولوی صاحب کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلی کرانے کے لیئے آپ کو تکلیف دی تھی سو ہماری بکلی تسلی ہوگئی آپ پٹیالہ تشریف لے جایئے سو انھوں نے ہی بلایا اور انھوں نے ہی رخصت کیا آپ کا تو درمیان قدم ہی نہ تھا پھر آپ کا یہ جوش جو نار کے فقرات سے ظاہر ہوتا ہے کس قدر بے محل ہے۔ آپ خود انصاف فرماویں جب کہ ان سب لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اب ہم مولوی محمد حسین صاحب کو بلانا نہیں چاہتے ہماری تسلی ہوگئی اور وہی تو تھے جنھوں نے مولوی صاحب کو لدھیانہ سے بلایا تھا تو پھر مولوی صاحب آپ سے کیوں اجازت مانگتے۔ کیا آپ نہیں سمجھ سکتے اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیئے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسر و چشم حاضر ہے مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے صرف

تحریری بحث چاہیئے اور وہ یوں ہو کہ مساوی طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو باآواز بلند سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دیدیں پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سنادوں ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارے میں نہ کرے جو کچھ ہو تحریر میں ہو اور پرچے صرف دو ہوں اول آپ کی طرف سے ایک چو ورقہ پرچہ جس میں آپ میرے مشہور کردہ دعوے کا قرآن کریم اور حدیث کی رو سے رد لکھیں اور پھر دوسرا پرچہ چو ورقہ اسی تقطیع کا میری طرف سے ہو جس میں میں اللہ جل شانہٗ کے فضل و توفیق سے رد الرد لکھوں اور انہیں دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور میں آسکتا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ امن قائم رکھنے کے لیئے انتظام کرا دوں گا یہی آپ کے رسالہ کا بھی جواب ہے اب اگر آپ نہ مانیں تو پھر آپ کی طرف سے گریز تصور ہوگی۔

(راقم خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلہ اقبال گنج ۱۹ اپریل ۱۸۹۱ء)

مگر یہ کہ جس قدر ورق لکھنے کے لئے آپ پسند کریں اسی قدر اوراق پر لکھنے کی مجھے اجازت دی جائے لیکن یہ پہلے سے جلسہ میں تصفیہ پا جانا چاہیئے۔ کہ آپ اس قدر اوراق لکھنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور آں مکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچے صرف دو ہوں گے اول آپ کی طرف سے ان دونوں بیانات کا رد ہو گا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور نیز یہ کہ حضرت مسیح ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں پھر اس رد کے رد الرد کے لیئے میری طرف سے تحریر ہوگی۔ غرض پہلے آپ کا یہ حق ہو گا کہ جو میرے ان دعاوی کے ابطال کے لئے

آپ کے پاس ذخیرہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ موجود ہے وہ آپ پیش کریں پھر جس طرح خدا تعالیٰ چاہے گا یہ عاجز اس کا جواب دے گا اور بغیر اس طریق کے جس کے انصاف پر بنا اور نیز امن رہنے کے لئے احسن انتظام ہے اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں اگر یہ طریق منظور ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ آخری تحریر تصور فرماویں اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روا نہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز کوئی تحریر یا کوئی خط میری طرف نہ لکھیں اگر پوری اور کامل طور پر بلا کم و بیش میری رائے ہی منظور ہو تو صرف اس حالت میں جواب تحریر فرماویں ورنہ نہیں.

آج بھوپال سے ایک کارڈ مرقومہ ۱۰ اپریل سنہ ۱۸۹۱ء اخویم مولوی محمد احسن صاحب مہتمم مصارف ریاست پڑھ کر آپ کے اخلاق کریمانہ اور مہذبانہ تحریر کا نمونہ معلوم ہو گیا آپ اپنے کارڈ میں فرماتے ہیں کہ میں نے غلام احمد کے دعویٰ جدید کی اپنے ریویو میں تصدیق نہیں کی بلکہ اس کی تکذیب خود براہین میں موجود ہے آپ بلا رویت مرزا پر ایمان لے آئے آپ ذرا ایک دفعہ آ کر اس کو دیکھ تو لیں لتسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ اشاعت السنۃ میں اب ثابت ہوتا رہے گا کہ یہ شخص ملہم نہیں ہے فقط حضرت مولوی صاحب من آنم کہ من دانم آپ جہاں تک ممکن ہے ایسے الفاظ استعمال کیجئے میں کہتا ہوں اور میری شان کیا بے شک آپ جو چاہیں لکھیں اور اس وعدہ تہذیب کی پرواہ نہ رکھیں جس کو آپ چھاپ چکے ہیں۔ دلیسمع و یری والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ خاکسار غلام احمد

آج ۱۶ اپریل سنہ ۱۸۹۱ء کو آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے اور ۲۰ اپریل سنہ ۱۸۹۱ء تک آپ کا جواب نہ پہنچا تو یہی خط آپ کے رسالے کے جواب میں

کسی اخبار میں شائع کردیا جاوے گا فقط

مرزا غلام احمد بقلم خود ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء

مکتوب نمبر (۱۶/۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی۔ از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ وایدہ بخدمت اخویم مکرم مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔ باعث تعجب ہوا آپ نہ تو اظہار حق کی غرض سے بحث کرنا چاہتے ہیں اور نہ اس جوشش بے اصل سے باز رہ سکتے ہیں۔ عزیز من رحمکم اللہ یہ عاجز آپ کو کوئی الزام دینا نہیں چاہتا اگر آپ ہی کا قول و فعل آپ کو الزام دے رہا ہے آپ کا آدھی رات کو تار پہنچا کہ ابھی آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے کس قدر آپ کی اس تار پود سے مخالف ہے جو آپ اب پھیلا رہے ہیں۔ افسوس کہ آپ نے بحث کرنے کے لئے بذریعہ تار بلایا پھر آپ گریز کر گئے اور اب آپ کا خط مثنت بعد از جنگ کا نمونہ ہے فضول باتوں کو پیش کر کے اور بھی تعجب میں ڈالتا ہے چنانچہ ذیل میں آپ کے اقوال کا جواب دیتا ہوں:۔

قولہ۔ وہ باتیں جن سے آپ کو ڈھیل دیتا ہوں لکھتا ہوں۔

اقول۔ حضرت یہ تو آپ حیلہ حوالہ سے اپنے تئیں ڈھیل دے رہے ہیں میں نے کب کہا تھا کہ مجھے ڈھیل دیں آپ کی آدھی رات کو تار آئی میں تیار ہوگیا۔

آپ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے خرچ دیکر بلا توقف اپنا آدمی روانہ کیا۔ بحث منظور کرلی۔ سب انتظام مجلس اپنے ذمہ لے لیا گر آپ ہماری تیاری کا نام سنتے ہی کنارہ کش ہو گئے اب سوچیں کہ کیا میں نے بحث کو ڈھیل میں ڈال دیا یا آپ نے اگر میں آپ ہی لاہور پہنچتا تو کس قدر تکلیف ہوتی آپ کی اس حرکت نے نہ صرف آپ کو شرمندہ کیا بلکہ آپ کی تمام عقلمند پارٹی کو خجالت کا حصہ دیا اس کنارہ کشی کا آپ پر بڑا بار ہے کہ جو بودی عذروں سے دور نہیں ہو سکتا آپنے ناگوار طریقہ سے مقابل پر آنے کی دھمکی تو دی گر آخر آپ ہی نہ ٹھیر سکے کیا اس دعویٰ کے ساتھ جو آپ کو ہے علمی وجاہت پر دھبہ نہیں لگاتے۔

قولہ۔ اگر آپ عین مباحثہ کے جلسہ میں اصول کی تمہید و تسلیم سے ڈریں تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیجدیتا ہوں تا آپ کو آپ کے سمجھنے کے لئے کافی مہلت مل جائے۔ ناگہانی ابتلا سے بچ جائیں اور وہ حال نہ ہو جو آپ کے حواری کا ہوا۔

اقول۔ حضرت آپ کو خود مناسب ہے کہ آپ ان اصولوں سے ڈریں کوئی عقلمند ان بیہودہ باتوں سے ڈر نہیں سکتا۔ اور میں آپ کے ان اصولوں کو محض لغو سمجھتا ہوں اور ایسے لغویات کی طرف سے مجھے یہ آیت روکتی ہے جو اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ والذین ھم عن اللغو معرضون اور نیز یہ حدیث نبوی کہ من حسن الاسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔

یہ بات ظاہر ہے کہ جو بات ضرورت سے خارج ہے وہ لغو ہے اب دیکھنا چاہیئے کہ اس بحث کے لئے شرعی طور پر آپ کو کس بات کی ضرورت ہے سو ادنیٰ تامل سے ظاہر ہو گا کہ آپ صرف اس بات کے مستحق ہیں کہ مجھ سے تشخیص دعویٰ کرا دیں سو

میں نے بذریعہ فتح اسلام و توضیح مرام اور نیز بذریعہ اس حصہ ازالہ اوہام کے جو قول فصیح میں شائع ہو چکا ہے اچھی طرح اپنا دعویٰ بیان کیا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ اور کوئی میرا دعویٰ نہیں کہ آپ پر مخفی ہو۔ اور وہ دعویٰ یہی ہے کہ میں الہام کی بنا پر مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح ابن مریم درحقیقت فوت ہو گئے ہیں سو اس عاجز کا مثیل مسیح ہونا تو آپ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر مان چکے ہیں اور میں اس سے زیادہ آپ سے تسلیم بھی نہیں کراتا اگر میں حق پر ہوں تو خود اللہ جل شانہٗ میری مدد کرے گا اور اپنے زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کر دے گا۔

رہا ابن مریم کا فوت ہونا سو فوت ہونے کے دلائل لکھنا میرے پر کچھ فرض نہیں کیونکہ میں نے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا جو خدا تعالیٰ کی سنت قدیمہ کے مخالف ہو بلکہ مسلسل طور پر ابتدائے حضرت آدم سے یہی طریق جاری ہے۔ جو پیدا ہوا وہ آخر ایک دن جوانی کی حالت میں یا بڈھا ہو کر مرے گا جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا پس جب کہ میرے پر یہ فرض ہی نہیں کہ میں مسیح کے فوت ہونے کے دلائل لکھوں یہ تو آپ کا حق ہے کہ میرے بیان کے ابطال کے لئے پہلے آپ قلم اٹھائیں اور آیات اور احادیث سے ثابت کر دکھائیں کہ سارا جہان تو اس دنیا سے رخصت ہوتا گیا اور ہمارے نبی کریم بھی وفات پا گئے مگر مسیح ابتک وفات پانے سے باقی رہا ہوا ہے کسی مناظر کو پوچھ کر دیکھ لیں کہ [illegible] کیا ہے۔

اب یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی دوسری سب بحثیں مسیح کے زندہ مع الجسد اٹھائے جانے کے فرع ہیں۔ اگر آپ یہ ثابت کردیں گے کہ مسیح زندہ بجسدالعنصری آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو پھر آپ نے سب کچھ ثابت کردیا۔ غرض پہلے تحریر کرنا آپ کا حق ہے اگر اب بھی آپ مانتے نہیں تو چند غیر قوموں کے آدمیوں کو منصف مقرر کرکے دیکھ لو۔

اور اخویم حکیم مولوی نورالدین صاحب کب آپ کے بلائے لاہور میں گئے تھے جنھوں نے بلایا انھوں نے مولوی صاحب موصوف سے اپنی پوری تسلی کرالی۔ اور آپ کے ان لغو اصولوں سے بیزاری ظاہر کی تو پھر اگر مولوی صاحب آپ سے اعتراض نہ کرتے تو اور کیا کرتے۔ اعتراض کا نام آپ نے فرار رکھا۔ اس لئے خداتعالیٰ نے دست بدست آپ کو دکھا دیا کہ فرار کس سے ظہور میں آیا یہ مولوی صاحب کی راستبازی کی کرامت ہے جس نے آپ پر یہ مصرعہ سچا کردیا۔ ع مرا خواندی و خود بدام آمدی۔

قولہٗ۔ اگر آپ میری اس شرط کو قبول نہ کریں اور مباحثہ سے پہلے ازالہ اوہام بھیج نہ سکیں تو میں اس شرط کی تسلیم سے آپ کو بری کرتا ہوں۔ بشرطیکہ پہلی تحریرات آپ کی ہوں اور بعد میں میری۔

اقول۔ حضرت آپ ازالہ اوہام کے اکثر اوراق دیکھ چکے اب مجھے کس شرط سے بری کرتے ہو۔ اور میں ابھی ثابت کرچکا ہوں کہ پہلے تحریر کرنا آپ کا ذمہ ہے۔ اب دیکھئے یہ آپ کا آخری ہتھیار بھی خطا گیا۔ عنقریب یہ آپ کا خط بھی بذریعہ اخبارات پبلک کے سامنے پیش کیا جائے گا تا لوگ دیکھ لیں کہ آپ کی تحریرات میں کہاں تک راستی اور حق پسندی اور حق طلبی ہے۔

اپنی طرف سے آپ کو بھی بلا لیا تب مولوی عبدالرحمٰن صاحب تو عین تذکرہ میں اٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بلایا تھا انھوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی محمد حسین صاحب کا طریق بحث پسند نہیں آیا یہ سلسلہ تو دو برس تک بھی ختم نہیں ہوگا۔ آپ خود ہمارے سوالات کا جواب دیجیئے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں۔ دیکھئے اور نہ انھوں نے آپ کو بلایا ہے تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا۔ مولوی صاحب موصوف نے بخوبی ان کی تسلی کر دی۔ یہاں تک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے بانشراح صدر آواز سے کہا کہ اے حاضرین میری تو من کل الوجوہ تسلی ہو گئی اور میرے دل میں نہ کوئی شبہ اور نہ کوئی اعتراض باقی ہے پھر بعد اس کے یہی تقریر منشی عبدالحق صاحب و منشی امیرالدین صاحب اور مرزا امان اللہ صاحب نے کی اور بہت خوش ہو کر ان سب نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور تہ دل سے قائل ہو گئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اور مولوی صاحب کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلی کرانے کے لئے آپ کو تکلیف دی تھی سو ہماری بکلی تسلی ہو گئی آپ شبالہ تشریف لے جائیے سو انھوں نے ہی بلایا اور انھوں نے ہی رخصت کیا آپ کا تو درمیان قدم ہی نہ تھا پھر آپ کا یہ جوش جو آپ کے فقرات سے ظاہر ہوتا ہے کس قدر بے محل ہے۔ آپ خود انصاف فرماویں جب کہ ان سب لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اب ہم مولوی محمد حسین صاحب کو بلانا نہیں چاہتے ہماری تسلی ہو گئی اور وہی تو تھے جنھوں نے مولوی صاحب کو لدھیانہ سے بلایا تھا تو پھر مولوی صاحب آپ سے کیوں اجازت مانگتے۔ کیا آپ نہیں سمجھ سکتے اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیئے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسر و چشم حاضر ہے مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے صرف

اس کارڈ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی سلسلہ میں خط و کتابت کو گو ترک کر دیا تھا۔ اس لئے کہ مولوی محمد حسین صاحب اصل مطلب کی طرف آتے نہ تھے آپ نے اتمام حجت کیلئے اشتہار× ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں علماء لودہانہ کو خطاب کیا اور اس میں مولوی محمد حسن صاحب کو بھی مخاطب فرمایا مولوی محمد حسین صاحب نے مولوی محمد حسن صاحب کو آڑ بنا کر پھر خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا ہر چند وہ خطوط مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ کے تھے لیکن اصل ان کی تہ میں مولوی محمد حسین صاحب کا ہاتھ اور قلم تھا اس لئے جو خطوط اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھے انہیں بھی درج سلسلہ کر دیتا ہوں۔ مرتب

مکتوب نمبر (۱۵/۱۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی۔ مخدومی و مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یہ عاجز بسر و چشم تحریری گفتگو کے لئے موجود ہے۔ اصول پیش کرنے کو بھی میں مانتا ہوں چند سوال آپ کی طرف سے چند سوال میری طرف سے ہوں اور امر بحوث عنہ وفات یا حیات مسیح ہوگا کیونکہ اس عاجز کا دعویٰ اسی بنا پر ہے۔ جب بنا ٹوٹ جاوے گی تو یہ دعویٰ خود ٹوٹ جاوے گا۔ اصل امر وہی ہے۔

× - حاشیہ اشتہار بطور ضمیمہ درج ہے۔ عرفانی۔

اس وقت بارہ بجے تک مجھے بباعث بعض کچہ کے کاموں کے بالکل فرصت نہیں بہتر ہے کہ آں مکرم عید کے بعد یعنی شنبہ کے دن کو بحث کے لئے مقرر کریں تا فرصت اور فراغت سے ہر ایک شخص حاضر ہو سکے۔

خاکسار غلام احمد ۱۶ مئی ۱۸۹۱ء

مکتوب نمبر (۱۹/۱۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصلی امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات ہے۔ اور میرے الہام میں بھی یہی اصل قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ الہام یہ ہے کہ "مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے" سو پہلا اور اصل امر الہام میں بھی یہی ٹھیرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اب ظاہر ہے اور ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح کا زندہ ہونا ثابت کر دیں گے تو جیسا کہ پہلا فقرہ الہام کا اس سے باطل ہو گا ایسا ہی دوسرا فقرہ بھی باطل ہو جائے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے میرے دعویٰ کی شرط صحت مسیح کا فوت ہونا میان فرمایا ہے اور یہ حکم اذا فات الشرط فات المشروط مسیح کی زندگی کے ثبوت سے دوسرا دعویٰ میرا خود ہی ٹوٹ جائے گا اور نہ اس کے میرے دعویٰ

مثیل مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہو جائے۔ پھر وہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر میری
صحبت میں رہ کر میرے دعویٰ کی آزمائش کرے۔ اب ظاہر ہے کہ پھر وفات و حیات
پر قرعہ پڑا۔ بہرحال یہی امر تنقیحی اور طبعی طور پر بحوث عنہ اور متنازعہ فیہ ٹھیرتا ہے۔
ماسوا اس کے آپ کی غرض دوسری بحث سے جو آپ کے دل میں ہے وہ اس
بحث میں بھی بخوبی حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ میں اقرار کرتا ہوں اور حلفاً
کہتا ہوں کہ اگر آپ مسیح کا زندہ ہونا کلام الٰہی سے ثابت کر دیں گے تو میں اپنے
دعوے سے دست بردار ہو جاؤں گا اور الہام کو شیطانی القاء سمجھ لوں گا۔
اور توبہ کروں گا۔ اب حضرت اس سے زیادہ کیا کہوں خدا تعالےٰ آپ کے
دل کو آپ سمجھاوے مگر یہ کہ اول قرآن کریم کی رو سے دیکھا جائے گا۔
کہ کس کس آیت کو آپ حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ ہونے کے ثبوت میں پیش
کرتے ہیں۔ اور اگر بغیر کسی جرح و قدح کے وہ ثبوت آپ کا مسلم ٹھیرے گا تو بھلا پھر
کس کی مجال ہے کہ اس سے انکار کر جائے لیکن اگر قرآن شریف سے آپ ثابت نہ کریں
گے تو پھر آپ کو اختیار ہوگا کہ بعد تحریری اقرار اس بات کے کہ قرآنی ثبوت
پیش کرنے سے ہم عاجز ہیں اور احادیث صحیحہ غیر متعارضہ کو اس ثبوت کے لئے آپ
پیش کریں اور جب آپ ایسا ثبوت دے چکیں گے تو منصفین از روئے انصاف
لیکر خود جانچ کر لیں گے کہ کس طرف پلہ ثبوت بھاری ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

راقم مرزا غلام احمد ۹ مئی ۱۸۹۱ء

مکتوب نمبر (۲۰/۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی۔ مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اس عاجز کی گزارش ہے کہ اب فتنہ مخالفت بڑھتا جاتا ہے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب جس جگہ پہنچتے ہیں یہی وعظ کی ہے کہ یہ شخص ملحد اور دین سے خارج اور کذاب اور دجال ہے۔
اول نرمی سے یہ عرض کیا تھا کہ میرا مسیح ہونے کا دعویٰ مبنی بر الہام ہے اور جو امور محض الہام پر مبنی ہوں وہ زیر بحث نہیں آسکتے بلکہ خدا تعالیٰ ان کی سچائی آپ ظاہر کرتا ہے ہاں مسیح کی وفات و حیات کا مسئلہ گو الہام کا اصل الاصول ہے۔ مگر بباعث ایک شرعی امر ہونے کے زیر بحث آسکتا ہے۔ اور اگر مسیح کی زندگی ثابت ہو جائے تو میرا دعویٰ موخر الذکر کٹ جاتا ہے۔ لیکن یہ عرض میری منظور نہیں کی گئی اور اصل حقیقت چھپا کر کے منشی سعد اللہ صاحب نے جو چاہا چھپوا دیا اور لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کی کوشش کی اور میرے پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ یہ قرآن سے منکر ہیں اور اس کے خلاف اجماع معنی کرتے ہیں اور یہ الزام لگایا گیا ہے کہ ملائکہ کے وجود سے منکر ہیں اور ملائکہ کو صرف ارواح کواکب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سارے الزام محض بہتان ہیں یہ عاجز اسی طرح ان پر ایمان رکھتا ہے جو قال اللہ و قال الرسول سے ثابت ہیں مسلمانوں کا گروہ ان کو مانتا ہے۔ اس وقت مجھے خیال ہے کہ

میرا ہر حال میں خدا ناصر ہے۔ مجھے ہر طرح سے اتمام حجت کرنا چاہیئے لہذا مکلف ہوں کہ میں نے مولوی محمد حسین صاحب کی یہ درخواست بھی منظور کی۔ کہ مسیح موعود میں بحث کیجائے مگر بحث تحریری ہوگی اور تحریر میں کسی دوسرے کا ہرگز دخل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اب میں ایک مہجور کی طرح آدمی ہوں میرے ہاتھوں کی طرح کسی دوسرے کے ہاتھ یہ کام نہیں کریں گے۔ مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے ہاتھ سے لکھیں اور میں اپنے ہاتھ سے لکھوں گا درمیانی شرائط کا تصفیہ بحث سے ایک دن پہلے ہوجائے۔ لیکن دس روز پہلے مجھے خبر ملنی چاہیئے تا لوگ جو شکوک و شبہات میں غرق ہو گئے ہیں ان کو بذریعہ خطوط و اشتہارات میں بلالوں اور اس بحث سے ایک عام نفع مترتب ہو۔ اور ہر روز کا جھگڑا طے ہوجائے۔ اور آپ پر یہ فرض ہے کہ آپ براہ مہربانی آج محمد حسین صاحب کو اطلاع دیدیں اور بحث سے دس دن پہلے مجھے بھی مطلع فرمادیں والسلام

خاکسار غلام احمد ۲۷ مئی ۱۸۹۱ء

مکتوب نمبر (۲۱/۱۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی مخدومی مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا شرائط مندرجہ ذیل ہدف پہ ہیں۔

(۱) جلسہ کے لئے آپ مکان کی تجویز اور امن قائم رکھنے کے لیے تمام

انتظام آپ کے ذمہ ہوگا۔ یہ بات قریب یقین کے ہے۔ کہ چھ سات ہزار آدمی تک اس جلسہ میں جمع ہوجائیں گے البا امکان تجویز کرنا آپ کے ہی ذمہ ہوگا۔ میرے نزدیک یہ بات نہایت ضروری ہوگی کہ کوئی یورپین افسر اس جلسہ میں ضرور تشریف رکھتے ہوں کیونکہ اس طرف چند آدمی اور دوسری طرف صدہا آدمی ہوں گے اور اکثر بدزبان اور مکفر ہوں گے بغیر حاضری کسی یورپین کے ہرگز انتظام نہیں ہوسکتا لیکن اگر آپ کے نزدیک یورپین افسر کی ضرورت نہیں تو اول مجھے اپنی دستخطی تحریر سے مطلع فرما دیجئے کہ میں کامل انتظام گروہ مفسد خیال لوگوں کا کروں گا اور ان کا منہ بند رہے گا اور کسی یورپین افسر کی کچھ ضرورت نہیں ہوگی۔ اس صورت میں میں یہ شرط بھی چھوڑ دوں گا۔ پھر اس تحریر کے بعد ہر ایک نتیجہ کے آپ ہی ذمہ دار ہوں گے۔

۲۔ بحث تحریری ہر ایک فریق اپنے ہاتھ سے لکھے اور جو لکھنے سے عاجز ہو وہ اول یہ عذر ظاہر کرکے کہ میں لکھنے سے عاجز ہوں دوسرے سے لکھا دیوے۔ کیونکہ اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا اول درجے پر سند کے لائق ہوتا اور دوسروں کی تحریریں اگرچہ تصدیق کیجائیں مگر پھر بھی اس درجے پر نہیں پہنچتیں۔ کیونکہ ان میں تحریف کاتب کا عذر ہوسکتا ہے۔

۳۔ پرچے پانچ ہونے چاہئیں جو صاحب اول لکھے ایک پرچہ زائد ان کا حق ہے۔ اب مولوی محمد حسین صاحب کو اختیار ہوگا۔ چاہیں وہ پہلا پرچہ لکھنا منظور کرلیں یا اس عاجز کا لکھنا منظور رکھیں جس طرح پسند کریں مجھے منظور ہے۔

۴۔ ہر ایک پرچہ فریقین کی ایک ایک نقل بعد دستخط صاحب راقم فریق ثانی کو اسی وقت بلا توقف دیجائے اور دیکھو جلسۂ عام میں وہ پرچہ بآواز بلند سنا دیا جائے

۵۔ اس بحث میں تقریراً یا تحریراً کسی تیسرے آدمی کا ہرگز دخل نہ ہو۔ نہ تصریحاً نہ اشارتاً نہ کنایتاً اور جلسہ بحث میں کسی کتاب سے مدد نہ لی جائے۔ بلکہ جو کچھ فریقین کو زبانی یاد ہے وہی لکھا جاوے تا تکلف اور تصنع کو اس میں دخل نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی فریق یہ ظاہر کرے کہ میں بغیر کتابوں کے کچھ نہیں لکھ سکتا تو پہلے یہ تحریری اقرار اپنی عجز بیانی کا دیکر پھر اس کتاب سے مدد لینے کا اختیار ہوگا۔

۶۔ اگر کوئی فریق بعض امور تمہیدی قبل از اصل بحث پیش کرنا چاہے تو فریق ثانی کو بھی اختیار ہوگا کہ ایسے ہی امور تمہیدی وہ بھی پیش کرے مگر دونوں کی طرف سے یہ تمہیدی امور ایک ایک پرچہ تحریری طور پر پیش ہونگے ایسے پرچہ کی نسبت فریقین کو اختیار ہوگا۔

مکتوب نمبر (۲۲/۱۶)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی

بخدمت شیخ محمد حسین صاحب ابوسعید بٹالوی الحمد للّٰہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے فتویٰ تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ احد الفریقین کا کافر ہونا ہے اس خط میں سلام مسنون یعنی السلام علیکم سے ابتدا نہیں کر سکا لیکن چونکہ آپ کی نسبت ایک منذر الہام مجھ کو ہوا اور چند مسلمانوں بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی

نسبت ایسی خوابیں سنائیں جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت
ڈر گیا تب بوجہ آپ کے ان حقوق کے جو بنی نوع کو اپنے نوع انسان سے ہوتے ہیں
اور نیز بوجہ آپ کی ہم وطنی اور قرب وجوار کے میرا رحم آپ کی اس حالت پر بہت
جنبش میں آیا اور میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی حالت پر
نہایت رحم ہے اور ڈرتا ہوں کہ آپ کو وہ امور پیش نہ آجائیں جو ہمیشہ صادقوں کے
کے مکذبوں کو پیش آتے رہے ہیں اسی وجہ سے میں آج رات کو سوچتا سوچتا
ایک گرداب تفکر میں پڑ گیا کہ آپ کی ہمدردی کے لئے کیا کروں آخر مجھے
دل کے فتوے نے یہی صلاح دی کہ پھر دعوت الی الحق کے لئے ایک خط آپ کی
خدمت میں لکھوں کیا تعجب کہ اسی تقریب سے خدا تعالیٰ آپ پر فضل کر
دے اور اس خطرناک حالت سے نجات بخشے سو عزیز من آپ خدا تعالیٰ
کی رحمت سے نومید نہ ہوں وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اگر آپ
طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر قطعی ثبوتوں
سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا
ہے۔ یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان اور عزت ایسے
خطرہ میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھ کو نہ دی
لیکن اللہ جل شانہٗ کی توفیق سے میں سچ کے لئے اپنی جان اور عزت سے
دست بردار ہو گیا اور بسا اوقات مالی مقدمات میں محض سچ کے لئے میں نے
بڑے بڑے نقصان اٹھائے اور بسا اوقات محض خدا تعالیٰ کے خوف سے
اپنے بھائی کے برخلاف گواہی دی اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اس گاؤں
میں اور نیز پٹیالہ میں بھی میری ایک عمر گذر گئی ہے مگر کون ثابت کر سکتا ہے

کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتدائی سے متروک رکھا اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا

اور اگر آپ کو یہ خیال گزرے کہ یہ دعویٰ کتاب اللہ اور سنت کے برخلاف ہے تو اس کے جواب میں با ادب عرض کرتا ہوں کہ یہ خیال محض کم فہمی کی وجہ سے آپ کے دل میں ہے اگر آپ مولویانہ جنگ وجدال کو ترک کرکے چند روز طالب حق بن کر میرے پاس رہیں تو امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کی غلطیاں نکال دیگا اور مطمئن کردے گا اور اگر آپ کو اس بات کی بھی برداشت نہیں تو آپ جانتے ہیں کہ پھر آخری علاج فیصلہ آسمانی ہے مجھے اجمالی طور پر آپ کی نسبت کچھ معلوم ہوا ہے اگر آپ چاہیں تو میں چند روز توجہ کرکے اور تفصیل پر بفضلہ تعالیٰ اطلاع پاکر چند اخباروں میں شائع کردوں۔

اس کے شائع کرنے کے لئے آپ کی خاص تحریر سے مجھ کو اجازت ہونی چاہیے میں اس خط کو محض آپ پر رحم کرکے لکھتا ہوں اور بہ ثبت شہادت چند کس آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں اور آخر دعا پر ختم کرتا ہوں ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین آمین

الراقم خاکسار غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور پنجاب ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴

گواہان حاشیہ

۱۔ محمد بخش ... ۲۔ ... ۳۔ عبدالکریم سیالکوٹی ۴۔ قاضی ضیاء الدین ساکن کوٹ قاضی ضلع گوجرانوالہ ۵۔ مولوی نورالدین ۶۔ محمد احسن

۶۔ شادی خاں ملازم سرراجہ امر سنگھ صاحب بہادر۔ ۷۔ ظفر احمد کپورتھلی۔ ۸۔ عبداللہ سنوری۔ ۹۔ عبدالعزیز دہلوی۔ ۱۰۔ علی گوہر جالندہری۔ ۱۱۔ فضل الدین حکیم بھیروی ۱۲ حافظ محمد صاحب پشاوری۔ ۱۳۔ حکیم محمد اشرف علی ہاشمی خطیب بٹالہ۔ ۱۴۔ عبدالرحمن برادرزادہ مولوی نورالدین۔ ۱۵۔ محمد اکبر ساکن بٹالہ۔ ۱۶۔ قطب الدین ساکن بدوملی۔

اس عاجز کے خط مندرجہ بالا کے جواب میں جو شیخ بٹالوی صاحب کا خط آیا وہ ذیل میں معہ جواب الجواب درج کیا جاتا ہے لیکن چونکہ وہ جواب الجواب اس طرف سے بٹالوی صاحب کی خدمت میں روانہ کیا گیا ہے اس میں ان کی تمام ہذیانات وبہتانات کا جواب نہیں ہے جو ان کے خط میں درج ہیں اور ممکن ہے کہ ان کا خط پڑھنے والے ان افتراؤں سے بے خبر ہوں جو اس خط میں دھوکہ دہی کی غرض سے درج ہیں اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس خط کی تحریر سے پہلے شیخ صاحب کے بعض افتراؤں اور لاف و گزاف اور بہتانوں کا جواب دیں سو بطور قولہ اقول ذیل میں جواب درج کیا جاتا ہے

قولہ میں قرآن اور پہلی کتابوں اور دین اسلام اور پہلے نبیوں کو اور نبی آخر الزماں اور پہلے نبیوں کو سچا جانتا ہوں اور مانتا ہوں اور اس کا لازمہ اور شرط ہے کہ آپ کو جھوٹا جانوں

اقول۔ شیخ صاحب اگر آپ قرآن کو سچا جانتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی صادق مانتے تو مجھ کو کافر نہ ٹھہراتے کیا قرآن کریم اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچا استے کہہ دیا کہ جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان لاتا ہے اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہے اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کا قائل ہے اور اسلام میں نجات محدود سمجھتا اور بدل و جان اللہ اور اس کے
رسول کی راہ میں فدا ہے اس کو آپ کافر بلکہ اکفر ٹھیراتے ہیں اور دائمی جہنم
اس کے لئے تجویز کرتے ہیں اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس کو قتل کرنا اور
اس کے مال کو بطور سرقہ لینا سب جائز قرار دیتے ہیں۔ رہے وہ کلمات اس
عاجز کے جن کو آپ کلمات کفر ٹھیراتے ہیں ان کا جواب اس رسالہ میں موجود
ہے ہر ایک منصف خود پڑھ لے گا اور آپ کی دیانت اور آپ کا فہم قرآن
اور فہم حدیث اس سے بخوبی ظاہر ہو گیا ہے۔ علیحدہ لکھنے کی حاجت نہیں۔

قولہ۔ عقائد باطلہ مخالف دین اسلام و ادیان سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا
اور دھوکا دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا
ایک جزو ہے۔

اقول۔ شیخ صاحب جو شخص متقی اور حلال زادہ ہو اول تو وہ جرأت
کر کے اپنے بھائی پر بے تحقیق کامل کسی فسق اور کفر کا الزام نہیں لگاتا اور اگر
لگائے تو پھر ایسا کامل ثبوت پیش کرتا ہے کہ گویا دیکھنے والوں کے لئے
دن چڑھا دیتا ہے۔ پس اگر آپ ان دونوں صفتوں مذکورہ بالا سے متصف ہیں تو
آپ کو اس خداوند تعالیٰ ذوالجلال کی قسم ہے جس کی قسم دینے پر حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بھی توجہ کے ساتھ جواب دیتے تھے کہ آپ حسب خیال اپنے
یہ دونوں قسم کا خبث اس عاجز میں ثابت کر کے دکھلا دیں یعنی اول یہ
کہ میں مخالف دین اسلام اور کافر ہوں اور دوسرے یہ کہ میرا شیوہ جھوٹ
بولنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی رویا میں صادق تر
وہی ہوتا ہے جو اپنی باتوں میں صادق تر ہوتا ہے اس حدیث میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے صادق کی یہ نشانی ٹھیرائی ہے کہ اس کی خوابوں پر
سچ کا غلبہ ہوتا ہے اور ابھی آپ دعویٰ کر چکے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں۔

پس اگر آپ نے یہ بات نفاق سے نہیں کہی اور آپ درحقیقت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور جانتے
ہیں کہ اپنے قول میں سچے ہیں تو آؤ ہم اور تم اسی طریق پر
ایک دوسرے کو آزما لیں کہ بموجب اس محک کے کون صادق
ثابت ہوتا ہے اور کس کی سرشت میں جھوٹ ہے اور ایسا ہی اللہ جل شانہٗ
قرآن کریم میں فرماتا ہے لھم البشریٰ فی الحیوٰة الدنیا یعنی یہ مومنوں
کا ایک خاصہ ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے ان کی خوابیں سچی نکلتی ہیں اور آپ
ابھی دعویٰ کر چکے ہیں کہ میں قرآن پر بھی ایمان لاتا ہوں بہت خوب آؤ قرآن
کریم کے رو سے بھی آزما لیں کہ مومن ہونے کی نشانی کس میں ہے یہ دونوں
آزمائشیں یوں ہو سکتی ہیں کہ بٹالہ یا لاہور یا امرتسر میں ایک مجلس مقرر
کر کے فریقین کے شواہد رویا اس میں حاضر ہو جائیں اور پھر جو شخص ہم دونوں
میں سے یقینی اور قطعی ثبوتوں کے ذریعہ سے اپنی خوابوں میں اصدق ثابت
ہو اس کے مخالف کا نام کذاب اور دجال اور کافر اور اکفر اور ملعون یا جو
نام تجویز ہوں اسی وقت اس کو یہ تمغہ پہنایا جائے اور اگر آپ گزشتہ کے
ثبوت سے عاجز ہوں تو میں یہ بھی قبول کرتا ہوں بلکہ چاہتا ہوں کہ آپ کو رخصت
دیتا ہوں کہ آپ چند اخباروں میں اپنی ایسی خوابیں درج کرا دیں جو امور
غیبیہ پر مشتمل ہوں اور میں بھی ضرور ایسا ہی کروں گا تا گزشتہ کا
آپ کو ثبوت دوں بلکہ آپ کے مقابل پر بھی انشاء اللہ [illegible] اپنی خوابیں

درج کراؤں گا اور جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں قرآن شریف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں یہی میرا دعویٰ ہے کہ میں بدل وجان اس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پیاری کتاب قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہوں اب اس نشانی سے آزمایا جائے گا کہ اپنے دعویٰ میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے اگر میں اس علامت کے رو سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے قرار دی ہے مغلوب رہا تو پھر آپ سچے رہیں گے اور میں بقول آپ کے کافر، دجال، بے ایمان، شیطان اور کذاب اور مفتری ٹھہروں گا اور اس صورت میں آپ کے وہ تمام ظنون فاسدہ درست اور برحق ہوں گے کہ گویا میں نے "براہین احمدیہ" میں فریب کیا اور لوگوں کا روپیہ کھایا اور دعا کی قبولیت کے وعدہ پر لوگوں کا مال خورد و برد کیا اور حرام خوری میں زندگی بسر کی اگر خدا تعالیٰ کی اس عنایت نے جو مومنوں اور صادقوں اور راستبازوں کے شامل حال ہوتی ہے مجھ کو تباہ کر دیا تو پھر آپ فرماویں کہ یہ نام اس وقت آپ کی مولویانہ شان کے سزاوار ٹھہریں گے یا اس وقت بھی کوئی کنارہ کشی کی راہ آپ کے لئے باقی رہے گا آپ نے مجھ کو بہت دکھ دیا اور ستایا میں صبر کرتا گیا مگر آپ نے ذرہ اس ذات قدیر کا خوف نہ کیا جو آپ کی تہ سے واقف ہے اس نے مجھے بطور پیشگوئی آپ کے حق میں اور پھر آپ کے ہم خیال لوگوں کے حق میں خبر دی کہ انی مھین من اراد اھانتک یعنی میں اس کو خوار کروں گا جو تیرے خوار کرنے کی فکر میں ہے۔

سو یقیناً سمجھو کہ اب وہ وقت نزدیک ہے جو خدا تعالیٰ ان تمام بہتانوں میں آپ کا دروغ گو ہونا ثابت کر دے گا اور جو بہتان تراشی اور مفتری لوگوں کو نصیب اور جو نتیجہ ہوتا ہے ... تمام ذلتوں کی مار آپ پر پڑ جائے گا

آپ کا دعویٰ ہے کہ میں قرآن کریم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں
پس اگر آپ اس قول میں سچے ہیں تو آزمائش کے لئے **میدان** میں آویں
تا خدا تعالیٰ ہمارا اور تمہارا خود فیصلہ کرے اور جو کاذب اور دجال ہے روسیاہ
ہو جائے اور میرے دل سے اس وقت حق کی تائید کے لیئے ایک بات نکلتی ہے
اور میں اس کو روک نہیں سکتا کیونکہ وہ میرے نفس سے نہیں بلکہ القاء ربی
ہے جو بڑے زور سے **جوش** مار رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کہ آپ نے مجھے کافر
ٹھیرایا اور جھوٹ بولنا میری سرشت کا خاصہ قرار دیا تو اب **آپ کو** اللہ جل شانہٗ
کی قسم ہے کہ حسب طریق مذکورۂ بالا میرے مقابلہ پر فی الفور آجاویں تا دیکھا جائے
کہ قرآن کریم اور فرمودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رو سے کون کاذب اور دجال
اور کافر ثابت ہوتا ہے اور اگر اس تبلیغ کے بعد ہم دونوں میں سے کوئی شخص
مختلف رہا اور باوجود اشد غلو اور تکفیر اور تکذیب اور تفسیق کے میدان
میں نہ آیا اور شغال کی طرح دم دبا کر بھاگ گیا تو وہ مستدرجہ ذیل انعام
کا مستحق ہوگا۔

(۱) لعنت ——————————
(۲) لعنت ——————————
(۳) لعنت ——————————
(۴) لعنت ——————————
(۵) لعنت ——————————
(۶) لعنت ——————————
(۷) لعنت ——————————

(۸) لعنت ________________________________

(۹) لعنت ________________________________

(۱۰) لعنت ________________________________

تلک عشرۃ کاملہ

یہ وہ فیصلہ ہے جو خدا تعالیٰ آپ کر دے گا کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ مومن بہرحال غالب رہے گا چنانچہ وہ خود فرماتا ہے۔ لن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ کافر مومن پر راہ پائے اور نیز فرماتا ہے۔ یایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا یعنی اے مومنو اگر تم متقی بن جاؤ تو تم میں اور تمہارے غیر میں خدا تعالیٰ ایک فرق رکھ دے گا۔ وہ فرق کیا ہے کہ تمہیں ایک نور عطا کیا جائے گا جو تمہارے غیر میں ہرگز نہیں پایا جائے گا یعنی نور الہام اور نور اجابت دعا اور نور کرامات اصطفاء۔

اب ظاہر ہے کہ جس نے جھوٹ کو بھی ترک نہیں کیا وہ کیونکر خدا تعالیٰ کے آگے متقی ٹھہر سکتا ہے اور کیونکر اس سے کرامات صادر ہو سکتی ہیں۔ غرض اس طریق سے ہم دونوں کی حقیقت مخفی کھل جائے گی اور لوگ دیکھ لیں گے کہ کون میدان میں آتا ہے اور کون بموجب آیت کریم لھم البشریٰ اور حدیث نبوی اصدقکم حدیثا کے صادق ثابت ہوتا ہے۔ معہذا ایک اور بات بھی ذریعہ آزمائش صادق ہو جاتی ہے جس کو خدا تعالیٰ آپ ہی پیدا کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کبھی انسان کسی ایسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس وقت بجز کذب کے اور کوئی سبیل رہائی اور کامیابی کا اس کو نظر نہیں آتا۔ تب اس وقت وہ آزمایا جاتا ہے کہ آیا اس کی زبان پر صدق جاری ہوتا

یا اپنی جان اور آبرو اور مال کا اندیشہ کر کے جھوٹ بولنے لگتا ہے اس قسم کے نمونے بھی عاجز کو کئی دفعہ پیش آئے ہیں جن کا مفصل بیان کرنا موجب تطویل ہے تاہم تین نمونے اس غرض سے پیش کرتا ہوں کہ اگر ان کے برابر بھی کبھی آپ کے آزمائش صدق کے موقع پیش آئے ہیں تو آپ کو اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ آپ ان کو معہ ثبوت ان کے ضرور شایع کریں تا معلوم ہو کہ آپ کا صرف دعویٰ نہیں بلکہ امتحان اور بلا کے شکنجہ میں بھی آکر آپ نے صدق نہیں توڑا۔ ازانجملہ ایک یہ واقعہ ہے کہ میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد مرزا اعظم بیگ صاحب لاہوری نے شرکا ملکیت قادیان سے مجھ پر اور میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر پر مقدمہ دخل ملکیت کا عدالت ضلع میں دائر کر دیا اور میں بظاہر جانتا تھا کہ ان شرکاء کو ملکیت سے کچھ غرض نہیں کیونکہ وہ ایک گم گشتہ چیز تھی جو سکھوں کے وقت میں نابود ہو چکی تھی اور میرے والد صاحب نے تن تنہا مقدمات کر کے اس ملکیت اور دوسرے دیہات کے بازیافت کے لئے آٹھ ہزار کے قریب خرچ و خسارہ اٹھایا تھا وہ شرکا ایک پیسہ کے بھی شریک نہیں تھے سو ان مقدمات کے اثنا میں جب میں نے فتح کے لئے دعا کی تو یہ الہام ہوا کہ اجیب کل دعائک الا فی شرکائک یعنی میں تیری ہر ایک دعا قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں سو میں نے اس الہام کو پاکر اپنے بھائی اور تمام زن و مرد عزیزوں کو جمع کیا جو ان میں سے بعض اب تک زندہ ہیں اور کھول کر کہہ دیا کہ شرکاء کے ساتھ مقدمہ مت کرو یہ خلاف مرضی حق ہے مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور آخر ناکام ہوئے لیکن میری طرف سے ہزارہا روپیہ کا نقصان اٹھانے کے لئے استقامت ظاہر ہوئی اس کے وہ سب جو اب دشمن ہیں گواہ ہیں [illegible] تمام کاروبار زمینداری کی

میرے بھائی کے ہاتھ میں تھا اس لئے میں نے بار بار ان کو سمجھایا مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور آخر نقصان اٹھایا۔

ازاں جملہ ایک یہ واقعہ ہے کہ تخمیناً پندرہ سال کا عرصہ گزرا ہوگا یا شائد اس سے کچھ زیادہ ہو کہ اس عاجز نے اسلام کی تائید میں آریوں کے مقابل پر ایک عیسائی کے مطبع میں جس کا نام رلیارام تھا اور وہ وکیل بھی تھا۔ اور امرتسر میں رہتا تھا اور اس کا ایک اخبار بھی نکلتا تھا۔ ایک مضمون بغرض طبع ہونے کے ایک پیکٹ کی صورت میں جس کی دونوں طرفیں کھلی تھیں بھیجا۔ اور اس پیکٹ میں ایک خط بھی رکھ دیا تھا چونکہ خط میں ایسے الفاظ تھے جس میں اسلام کی تائید اور دوسرے مذاہب کے بطلان کی طرف اشارہ تھا۔ اور مضمون کے چھاپ دینے کے لئے تاکید بھی تھی اس لئے وہ عیسائی مخالفت کی وجہ سے افروختہ ہوا اور اتفاقاً اس کو دشمنانہ حملہ کے لئے یہ موقع ملا کہ کسی علیحدہ خط کا پیکٹ میں رکھنا قانوناً ایک جرم تھا جس کی اس عاجز کو کچھ بھی اطلاع نہ تھی اور ایسے جرم کی سزا میں قوانین ڈاک کے رو سے پانچسو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ تک قید ہے سو اس نے مخبرین کر افسران ڈاک سے اس عاجز پر مقدمہ دائر کرا دیا اور قبل اس کے جو مجھے اس مقدمہ کی کچھ اطلاع ہو۔ رویا میں اللہ تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ رلیارام وکیل نے ایک سانپ میرے کاٹنے کے لئے مجھ کو بھیجا ہے اور میں نے اسے مچھلی کی طرح تل کر واپس بھیج دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آخر وہ مقدمہ جس طرز سے عدالت میں فیصلہ پایا وہ ایک ایسی نظیر ہے جو وکیلوں کے کام میں آ سکتی ہے۔ غرض میں اس جرم میں صدر گورداسپور میں طلب کیا گیا اور جن جن وکلاء سے مقدمہ کے لئے مشورہ

لیا گیا۔ انھوں نے یہی مشورہ دیا کہ بجز دروغ بیانی کے اور کوئی راہ نہیں اور یہ
صلاح دی کہ اس طرح اظہار دیدو کہ ہم نے پیکٹ میں خط نہیں ڈالا۔ رلیا رام
نے خود ڈال دیا ہوگا۔ اور نیز بطور تسلی دے کر کہا کہ ایسا بیان کرنے سے شہادت
سے فیصلہ ہو جائے گا اور دو چار جھوٹے گواہ دے کر بریت ہو جائے گی۔ ورنہ
صورت مقدمہ سخت مشکل ہے اور کوئی طریق رہائی نہیں۔ مگر میں نے ان سب کو
جواب دیا کہ میں کسی حالت میں راستی کو چھوڑنا نہیں چاہتا جو ہوگا سو ہوگا۔

تب اسی دن یا دوسرے دن مجھے ایک انگریز کی عدالت میں پیش کیا گیا
اور میرے مقابل پر ڈاک خانہ جات کا افسر بہ حیثیت سرکاری مدعی ہونے کے حاضر
ہوا اس وقت حاکم عدالت نے اپنے ہاتھ سے میرا اظہار لکھا اور سب سے
پہلے مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا یہ خط تم نے اپنے پیکٹ میں رکھ دیا تھا اور یہ خط
اور یہ پیکٹ تمھارا ہے تب میں نے بلا توقف جواب دیا کہ یہ میرا ہی خط اور میرا ہی
پیکٹ ہے اور میں نے اس خط کو پیکٹ کے اندر رکھ کر روانہ کیا تھا مگر میں نے
گورنمنٹ کی نقصان رسانی محصول کے لئے بدنیتی سے یہ کام نہیں کیا۔ بلکہ
میں نے اس خط کو اس مضمون سے کچھ علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ اس میں کوئی
نج کی بات تھی۔ اس بات کو سنتے ہی خدا تعالیٰ نے اس انگریز کے دل کو
میری طرف پھیر دیا اور میرے مقابل پر افسر ڈاکخانہ جات نے بہت شور مچایا
اور لمبی لمبی تقریریں انگریزی میں کیں جن کو میں نہیں سمجھتا تھا مگر اس قدر
میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک تقریر کے بعد زبان انگریزی میں وہ حاکم نو نو کر کے
اس کی سب باتوں کو رد کر دیتا تھا۔ انجام کار وہ افسر مدعی اپنے تمام وجوہ پیش
کر چکا اور اپنے تمام بخارات نکال چکا تو حاکم نے فیصلہ لکھنے کی طرف توجہ کی اور

شاید سطر یا ڈیڑھ سطر لکھ کر مجھ کو کہا کہ اچھا آپ کے لئے رخصت یہ سن کر میں
عدالت کے کمرے سے باہر ہوا اور اپنے محسن حقیقی کا شکر بجا لایا جس نے ایک
افسر انگریز کے مقابل پر مجھ کو ہی فتح بخشی اور میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت
صدق کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اس بلا سے مجھ کو نجات دی۔ میں نے
اس سے پہلے یہ خواب بھی دیکھا تھا کہ ایک شخص نے میری ٹوپی کو میرے سر پر
ہی رہنے دیا اور کہا کہ خیر ہے۔ خیر ہے۔

از اں جملہ ایک نمونہ یہ ہے کہ میرے بیٹے سلطان احمد نے ایک ہندو
پر بدیں بنیاد نالش کی کہ اس نے ہماری زمین پر مکان بنا لیا ہے اور مسماری
مکان کا دعویٰ تھا اور ترتیب مقدمہ میں ایک امر خلاف واقعہ تھا جس کے
ثبوت سے وہ مقدمہ ڈسمس ہونے کے لائق ٹھہرتا تھا اور مقدمہ کے ڈسمس
ہونے کی حالت میں نہ صرف سلطان احمد کو بلکہ مجھ کو بھی نقصان تلف ملکیت
اٹھانا پڑتا تھا تب فریق مخالف نے موقعہ پاکر میری گواہی لکھا دی اور میں
بٹالہ میں گیا اور بابو فتح الدین سب پوسٹ ماسٹر کے مکان پر جو تحصیل بٹالہ
کے پاس ہے جا ٹھیرا۔ اور مقدمہ ایک ہندو منصف کے پاس تھا جس کا اب
نام یاد نہیں رہا۔ مگر ایک پاؤں سے لنگڑا بھی تھا اس وقت سلطان احمد
کا وکیل میرے پاس آیا کہ اب وقت پیشی مقدمہ ہے۔ آپ کیا اظہار دیں
گے۔ میں نے کہا کہ وہ اظہار دوں گا جو واقعی امر اور سچ ہے تب اس نے
کہا کہ پھر آپ کے کچہری جانے کی کیا ضرورت ہے میں جاتا ہوں تا مقدمہ سے
دست بردار ہو جاؤں۔ سو وہ مقدمہ میں نے اپنے ہاتھوں سے محض رعایت
صدق کی وجہ سے آپ خراب کیا اور راستی کو ابتغاء لمرضات اللہ

مقدم رکھ کر مالی نقصان کو ہیچ سمجھا۔ یہ آخری دونمونے بھی بے ثبوت نہیں پچھلے واقعہ کا گواہ شیخ علی احمد وکیل گورداسپورا ور سردار محمد حیات خاں صاحب سی ایس آئی ہیں اور نیز مثل مقدمہ دفتر گورداسپور میں موجود ہوگی۔ اور دوسرے واقعہ کا گواہ بابو فتح الدین اور خود وکیل جس کا اس وقت مجھ کو نام یاد نہیں اور نیز وہ منصف جس کا ذکر کر چکا ہوں جو اب شاید لدھیانہ میں بدل گیا ہے غالباً اس مقدمہ کو سات برس کے قریب گزرا ہوگا ہاں یاد آیا اس مقدمہ کا ایک گواہ نبی بخش پٹواری بٹالہ بھی ہے۔

اب اے حضرات شیخ صاحب اگر آپ کے پاس بھی اس درجہ ابتلا کی کوئی نظیر ہو جس میں آپ کی جان و آبرو اور مال راست گوئی کی حالت میں برباد ہوتا آپ کو دکھائی دیا ہو اور آپ نے سچ کو نہ چھوڑا ہو اور مال اور جان کی کچھ پروا نہ کی ہو تو للہ وہ واقعہ اپنا مع اس کے کامل ثبوت کے پیش کیجئے۔ ورنہ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اس زمانہ کے اکثر ملا اور مولویوں کی باتیں ہی باتیں ہیں ورنہ ایک پیسہ پر ایمان بیچنے کو تیار ہیں کیوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے مولویوں کو بدترین خلایق بیان فرمایا ہے اور آپ کے مجدد صاحب نواب صدیق حسن خاں مرحوم حج الکرامہ میں تسلیم کر چکے ہیں کہ وہ آخری زمانہ یہی زمانہ ہے سو ایسے مولویوں کا زہد و تقویٰ بغیر ثبوت قبول کرنے سے آنحضرت صلعم کے فرمودہ کی تکذیب لازم آتی ہے سو آپ نظیر پیش کریں اور اگر پیش نہ کر سکیں تو ثابت ہوگا کہ آپ کے پاس صرف راست گوئی کا دعویٰ ہے مگر کوئی دعویٰ بلا امتحان قبول کے لایق نہیں۔ اندرونی حال آپ کا خدا تعالیٰ کو معلوم ہوگا کہ آپ کبھی کذب اور افترا کی نجاست سے ملوث ہوئے یا نہیں یا ان کو معلوم ہوگا جو

آپ کے حالات سے واقف ہوں گے۔

جو شخص ابتلا کے وقت صادق نکلتا ہے اور سچ کو نہیں چھوڑتا اس کے صدق پر مہر لگ جاتی ہے اگر یہ مہر آپ کے پاس ہے تو پیش کریں ورنہ خدا تعالےٰ سے ڈریں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کی پردہ دری کرے۔

آپ کی ان بیہودہ اور حاسدانہ باتوں سے مجھ کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے کہ آپ لکھتے ہو کہ تم مختاری اور مقدمہ بازی کا کام کرتے رہے ہو آپ ان افتراؤں سے باز آجائیں آپ خوب جانتے ہیں کہ یہ عاجز ان پیشوں میں کبھی نہیں پڑا کہ دوسروں کے مقدمات عدالتوں میں کرتا پھرے۔ ہاں والد صاحب کے زمانہ میں اکثر وکلاء کی معرفت اپنے زمینداری کے مقدمات ہوتے تھے۔ اور کبھی ضرورتاً مجھے آپ بھی جانا پڑتا تھا۔ مگر آپ کا یہ خیال کہ وہ جھوٹے مقدمات ہوں گے ایک شیطنت کی بدبو سے بھرا ہوا ہے کیا ہر ایک نالش کرنے والا ضرور جھوٹا مقدمہ کرتا ہے یا ضرور جھوٹ ہی کہتا ہے۔

اے کج طبع شیخ خدا جانے تیری کس حالت میں موت ہوگی کیا جو شخص اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے یا اپنے حقوق کے طلب کے لئے عدالت میں مقدمہ کرتا ہے اس کو ضرور جھوٹ بولنا پڑتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جس کو خدا تعالیٰ نے قوت صدق عطا کی ہو اور سچ سے محبت رکھتا ہو۔ وہ بالطبع دروغ سے نفرت رکھتا ہے اور جب کوئی دنیوی فائدہ جھوٹ بولنے پر ہی موقوف ہو تو اس فائدہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ مگر افسوس کہ نجاست خوار انسان ہر یک انسان کو نجاست خوار ہی سمجھتا ہے۔ جھوٹ بولنے والے ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ بغیر جھوٹ بولنے کے عدالتوں میں مقدمہ نہیں کر سکتے۔ سو یہ قول ان کا اس

حالت میں سچا ہے کہ جب ایک مقدمہ باز کسی حالت میں اپنے نقصان کا روادار ہوا ور خواہ مخواہ ہر یک مقدمہ میں کامیاب ہونا چاہیئے مگر جو شخص صدق کو ہر حال مقدم رکھے وہ کیوں ایسا کرے گا جب کسی نے اپنا نقصان گوارا کر لیا تو پھر وہ کیوں کذب کا محتاج ہوگا۔

اب یہ بھی واضح رہے کہ یہ سچ ہے کہ والد مرحوم کے وقت میں مجھے بعض اپنے زمینداری معاملات کے حق رسی کے لئے عدالتوں میں جانا پڑتا تھا مگر والد صاحب کے مقدمات صرف اس قسم کے ہوتے تھے۔

بعض آسامیاں جو اپنے ذمہ کچھ باقی رکھ لیتی تھیں یا کبھی بلا اجازت کوئی درخت کاٹ لیتی تھیں یا بعض دیہات کے نمبرداروں سے تعلقداری کے حقوق بذریعہ عدالت وصول کرنے پڑتے تھے اور وہ سب مقدمات بوجہ اس حسن انتظام کے کہ محاسب دیہات یعنی پٹواری کی شہادت اکثر ان میں کافی ہوتی تھی۔ پیچیدہ نہیں ہوتی تھی اور دروغ گوئی کو ان سے کچھ تعلق نہیں تھا کیونکہ تحریرات سرکاری پر فیصلہ ہوتا تھا اور چونکہ اس زمانہ میں زمین کی بے قدری تھی۔ اس لئے ہمیشہ زمینداری میں خسارہ اٹھانا پڑتا اور بسا اوقات کم مقدمات کا کاشتکاروں کے مقابل پر خود نقصان اٹھا کر رعایت کرنی پڑتی تھی اور عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ ایک دیانت دار زمیندار اپنے کاشتکاروں سے ایسے برتاؤ رکھ سکتا ہے جو بہ حیثیت پورے متقی اور کامل پرہیزگار کے ہو اور زمینداری اور نکوکاری میں کوئی حقیقی مخالفت اور ضد نہیں با این ہمہ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ والد صاحب کے انتقال کے بعد کبھی میں نے بجز اس خط کے مقدمہ کے جس کا ذکر کر چکا ہوں کوئی مقدمہ کیا ہو اگر میں مقدمہ کرنے سے بالطبع متنفر

نہ ہوتا میں والد صاحب کے انتقال کے بعد جو پندرہ سال کا عرصہ گزر گیا آزادی سے مقدمات کیا کرتا اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان مقدمات کا صاحبوں کے مقدمات پر قیاس کرنا کور باطن آدمیوں کا کام ہے۔ میں اس بات کو چھپا نہیں سکتا کہ کئی پشت سے میرے خاندان میں زمینداری چلی آتی ہے اور اب بھی ہے اور زمینداری کو ضرور تاً کبھی مقدمہ کی حاجت پڑتی ہے مگر یہ امر ایک منصف مزاج کی نظر میں جرح کا محل نہیں ٹھہر سکتا۔ حدیثوں کو پڑھو کہ وہ آخری زمانہ میں آنے والا اور اس زمانہ میں آنے والا کہ جب قریش سے بادشاہی جاتی رہی گی اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک تفرقہ اور پریشانی میں پڑی ہوئی ہوگی۔ زمیندار ہوگا اور مجھ کو خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ میں ہوں احادیث نبویہ میں صاف لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک موید دین وملت پیدا ہوگا اور اس کی یہ علامت ہوگی کہ وہ حارث ہوگا یعنی زمیندار ہوگا۔

اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ اس کو قبول کرے اور اس کی مدد کرے۔ اب سوچو نکہ زمیندار ہونا تو میرے صدق کی ایک علامت ہے نہ جائے جرح اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبول کرنے کے لئے حکم ہے نہ رد کرنے کے لئے "چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر۔"

ہاں مقدمہ بازی آپ کے والد صاحب کی جائے جرح ہو تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ انگریزی عملداری میں اکثر سود خواروں کی مختار کاری میں ان کی عمر بسر ہوئی اور جس طرح بن پڑا انھوں نے بعض لوگوں کے مقدمے

مختارانہ پڑے گو وہ قانونی طور پر مختار نہ وکیل بلکہ فیل شدہ بھی نہیں تھے مگر پیٹ بھرنے کے لئے سب کچھ کیا لیکن یہ عاجز تو بجز اپنی زمینداری کے مقدمات کے جن میں اکثر آپ کے والد صاحب جیسے بلکہ عزت اور لیاقت میں ان سے بڑھ کر مختار بھی کئے ہوئے تھے۔ دوسروں کے مقدمات سے بھی کچھ غرض نہیں رکھتا تھا اور مجھ کو یاد ہے بلکہ آپ کو بھی یاد ہوگا کہ ایک دفعہ آپ کے والد صاحب نے بھی مقام بٹالہ میں حضرت مرزا صاحب مرحوم کی خدمت میں اپنی تمنا ظاہر کی تھی کہ مجھ کو بعض مقدمات کے لئے نوکر رکھا جاوے تا بطور مختار عدالتوں میں جاؤں مگر چونکہ زمینداری مقدمات کی پیروی کی ان میں لیاقت نہیں تھی۔ اس لئے عذر کر دیا گیا تھا۔

قولہ:- آپ نے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیشگوئی کی یعنی جھوٹ بولا۔

اقول:- آپ اپنے سفلہ پنے سے باز نہیں آتے خدا جانے آپ کس خمیر کے ہیں۔ اس پیشگوئی میں کونسی دروغ بیانی ہے اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ پیشگوئی کے بعد ایک لڑکا تولد ہوا اور مر گیا تو کیا آپ یہ ثبوت دے سکتے ہیں کہ کسی الہام میں یہ مضمون درج تھا کہ وہ موعود لڑکا وہی ہے اگر دے سکتے ہیں تو وہ الہام پیش کریں یاد رہے کہ ایسا کوئی الہام نہیں۔ ہاں اگر میں نے اجتہادی طور پر کہا ہو کہ شائد یہ لڑکا وہی موعود لڑکا ہے تو کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ الہام غلط نکلا آپ کو معلوم نہیں کہ کبھی ملہم اپنے الہام میں اجتہاد بھی کرتا ہے۔ اور کبھی وہ اجتہاد خطا بھی جاتا ہے مگر اس سے الہام کی وقعت اور عظمت میں کچھ فرق نہیں آتا صدہا مرتبہ ہر ایک کو اتفاق پیش آتا ہے کہ ایک خواب تو سچی ہوتی ہے مگر تعبیر میں غلطی ہو جاتی ہے یہ ہدایت اور

یہ معرفت کا دقیقہ تو خاص قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے لیکن ان کے لئے جو آنکھیں رکھتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ آج تو آپ نے مجھ پر اعتراض کیا کبھی ایسا نہ ہو کہ کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کر دیں اور کہیں کہ آنحضرت نے جس وحی کی تصدیق کے لئے یعنی طواف کی غرض سے دو سو کوس کا سفر اختیار کیا تھا وہ طواف اس سال نہ ہو سکا اور اجتہادی غلطی ثابت ہوئی افسوس کہ فرط تعصب سے مذہب دلی کی حدیث بھی آپ کو بھول گئی مجھے تو آپ کے انجام کا فکر لگا ہوا ہے دیکھیں کہ کہاں تک نوبت پہنچتی ہے

اور لڑکے کی پیشگوئی تو حق ہے ضرور پوری ہو گی۔ اور آپ جیسے منکروں کو خدا تعالیٰ رسوا کرے گا۔ اے دشمن حق جب کہ تمام پیشگوئیوں کے مجموعی الفاظ یہ ہیں کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔ اور ایک لڑکا خدا تعالیٰ سے ہدایت میں کمال پائے گا تو پھر آپ کا اعتراض اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ آپ کا باطن مسخ شدہ ہے۔ یہ تو یہودیوں کے علماء کا آپ نے نقشہ اوتار دیا اب آگے دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

قولہ :۔ اس سے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص بندوں پر جھوٹ بولنے میں دلیر ہو وہ خدا پر جھوٹ بولنے سے کیونکر رک سکتا ہے۔

اقول :۔ ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی فطرت ان الزامات سے خالی نہیں جن کو آپ کے والد صاحب جن کے بعض خطوط آپ کے اوصاف حمیدہ کے متعلق میرے پاس بھی غالباً کسی بستہ میں پڑے ہوئے ہوں گے بزبان خود مشہور کر گئے ہیں۔ اے نیک بخت اول ثابت تو کیا ہوتا کہ فلاں فلاں شخص کے روبرو اس عاجز نے جھوٹ بولا تھا اپنے الزام صدق

کے جو میں نے نظیریں پیش کی ہیں ان کے مقابل پر بھلا کوئی نظیر پیش کرو تا آپ کا منہ اس لایق ٹھیرے کہ آپ اس شخص کی نکتہ چینی کر سکو جو سخت امتحان کے وقت صادق نکلا۔ اور صدق کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ میں حیران ہوں کہ کونسا جن آپ کے سر پر سوار ہے جو آپ کی پردہ دری کرا رہا ہے۔

آخر میں یہ بھی آپ کو یاد رہے کہ یہ آپ کا سراسر افترا ہے کہ الہام کلب یموت علی کلب کو اپنے اوپر وارد کر رہے ہیں۔ میں نے ہرگز کسی کے پاس یہ نہیں کہا کہ اس کا مصداق آپ ہیں اور جو بعض درشت کلمات کی آپ شکایت کرتے ہیں یہ بھی بیجا ہے آپ کی سخت بدزبانیوں کے جواب میں آپ کے کافر ٹھیرانے کے بعد آپ کے دجال اور شیطان اور کذاب کہنے کے بعد ہم آپ کے موجودہ حالت کے مناسب آپ کو کچھ حق حق کہہ دیا۔ تو کیا برا کیا آخر واغلظ علیہم کا بھی تو ایک وقت ہے۔

آپ کا یہ خیال کہ گویا یہ عاجز براہین احمدیہ کے فروخت میں دس ہزار روپیہ لوگوں سے لیکر خورد برد کر گیا ہے یہ اس شیطان نے آپ کو سبق دیا ہے جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے آپ کو کیوں کر معلوم ہو گیا کہ میری نیت میں براہین کا طبع کرنا نہیں اگر براہین طبع ہو کر شایع ہو گئی تو کیا اس دن شرم کا تقاضا نہیں ہو گا کہ آپ غرق ہو جائیں ہر یک دیر بدظنی پر مبنی نہیں ہو سکتی اور میں نے تو اشتہار بھی دیدیا تھا کہ ہر ایک مستعجل اپنا روپیہ واپس لے سکتا ہے اور بہت سا روپیہ واپس بھی کر دیا۔ قرآن کریم جس کی خلق اللہ کو بہت ضرورت تھی اور لوح محفوظ میں قدیم سے جمع تھا۔ تیئیس ۲۳ سال میں نازل ہوا اور آپ جیسے بدظنیوں کے مارے ہوئے اعتراض

کرتے رہے کہ لولا انزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ۔

قولہ:۔ جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مشتہر کیا ہے اس دن سے آپ کی کوئی تقریر کوئی تصنیف جھوٹ سے خالی نہیں۔

اقول:۔ اے شیخ نامۂ سیاہ اس دروغ بے فروغ کے جواب میں کیا لکھوں اور کیا لکھوں۔ خدا تعالیٰ تجھ کو آپ ہی جواب دیوے کہ اب تو حد سے بڑھ گیا۔ اے بدقسمت انسان تو ان بہتانوں کے ساتھ کب تک تو اس لڑائی میں جو خدا تعالیٰ سے لڑ رہا ہے موت سے بچتا رہے گا اگر مجھ کو تو نے یا کسی نے اپنی نابینائی سے دروغ گو سمجھا تو یہ کچھ نئی بات نہیں آپ کے ہم خصلت ابوجہل اور ابولہب بھی خدا تعالیٰ کے نبی صادق کو کذاب جانتے تھے انسان جب فرط تعصب سے اندھا ہو جاتا ہے تو صادق کی ہر ایک بات اس کو کذب ہی معلوم ہوتی ہے لیکن خدا تعالیٰ صادق کا انجام بخیر کرتا ہے اور کاذب کا نقش ہستی کو مٹا دیتا ہے۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔

قولہٗ:۔ (آپ نے) بحث سے گریز کرکے انواع اتہام اور اکاذیب کا اشتہار دیا۔

اقول:۔ یہ سب آپ کے دروغ بے فروغ ہیں جو بباعث تقاضا ء فطرت بے اختیار آپ کے منہ سے نکل رہے ہیں ورنہ جو لوگ میری اور آپ کی تحریروں کو غور سے دیکھتے ہیں وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا اتہام اور کذب اور گریز اس عاجز کا خاصہ ہے یا خود آپ ہی کا چالاکی کی باتیں اگر آپ نہ کریں تو اور کون کرے ایک تو قانون گو شیخ ہوئے دوسرے چہار حرف پڑھنے کا دماغ میں کیڑا اگر خوب یاد رکھو وہ دن آتا ہے کہ خود خدا تعالیٰ ظاہر کردے گا کہ ہم دونوں

ہیں کون کاذب اور مفتری اور خدا کی نظر میں ذلیل اور رسوا ہے اور کس کی خداوند کریم آسمانی تائیدات سے عزت ظاہر کرتا ہے۔ ذرا صبر کرو اور انجام کو دیکھو۔

قولہ:۔ آپ میں رحمت اور ہمدردی کا شمہ اثر بھی ہوتا تو جس وقت میں نے آپ کے دعویٰ مسیحائی سے اپنا خلاف ظاہر کیا تھا۔ آپ فوراً مجھے اپنی جگہ بلاتے یا غریب خانہ پر قدم رنجہ فرماتے۔

اقول:۔ اے حضرت آپ کو آنے سے کس نے منع کیا تھا۔ میری ڈیوڑھی پر دربان تھے جنھوں نے اندر آنے سے روک دیا پہلے اس سے آپ بوچھ پوچھ کر آیا کرتے تھے آپ کے تو والد صاحب بھی بیماری کی حالت میں بھی بٹالہ سے افتان خیزاں میرے پاس آجاتے تھے۔ پھر آپ کونسی روک کونسی پیش آگئی تھی اور جبکہ آپ اپنے ذاتی بخل اور ذاتی حسد اور شیخ نجدی کے خصائل اور کبر اور نخوت کو کسی حالت میں چھوڑانے والے نہیں تھے تو میں آپ کو مکان پر بلا کر کیا ہمدردی اور رحمت کرتا۔ ہاں میں نے آپ کے مکان پر بھی جانا خلاف مصلحت سمجھا۔ کیونکہ میں نے آپ کی مزاج میں کبر اور نخوت کا مادہ معلوم کر لیا تھا۔ اور میرے نزدیک یہ قرین مصلحت تھا کہ آپ کو ایک مسہل دیا جائے اور جہاں تک ہوسکے وہ مادہ آپ کے اندر سے باستیفا نکال دیا جائے سو ابتک تو کچھ تخفیف معلوم نہیں ہوتی۔ خدا جانے کس غضب کا مادہ آپ کے پیٹ میں بھرا ہوا ہے۔ اور اللہ جل شانہ جانتا ہے کہ میں نے آپ کی بدگوئی اور بدزبانی پر بہت صبر کیا۔ بہت ستایا گیا اور آپ کو روکے گیا اور اب بھی آپ کی بدگوئی اور تحقیر پر بہرحال صبر کر سکتا ہوں لیکن بعض اوقات محض اس نیت سے

پیرایہ درشتی آپ کی بدگوئی کے مقابلہ میں اختیار کرتا ہوں کہ تا وہ مادہ خبث کا
جو مولویت کے باطل تصور سے آپ کے دل میں جما ہوا ہے اور جن کی طرح
آپ کو چمٹا ہوا ہے وہ بکلی نکل جائے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ جانتا
ہے کہ میں علیٰ وجہ البصیرت یقین رکھتا ہوں کہ آپ صرف استخوان فروش ہیں
اور علم اور درایت اور تفقہ سے سخت بے بہرہ اور ایک غبی اور بلید آدمی
ہیں جن کو حقایق اور معارف کے کوچہ کی طرف ذرا بھی گذر نہیں اور ساتھ اس کے
یہ بلا لگی ہوئی ہے کہ ناحق کے تکبر اور نخوت نے آپ کو ہلاک ہی کر دیا ہے۔
جب تک آپ کو اپنی اس جہالت پر اطلاع نہ ہو اور دماغ سے غرور کا کیڑا نہ
نکلے تب تک آپ نہ کوئی دنیا کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں نہ دین کی۔ آپ کا بڑا
دوست وہ ہوگا جو اس کوشش میں لگا رہے جو آپ کی جہالتیں اور نخوتیں
آپ پر ثابت کرے میں نہیں جانتا کہ آپ کو کس بات پر ناز ہے۔
شرمناک فطرت کے ساتھ اور اس موٹی سمجھ اور سطحی خیال پر یہ تکبر اور یہ ناز
نعوذ باللہ من ھٰذہ الجہالۃ والحمق وترک الحیاء والسخافۃ
والضلالۃ

اور آپ کا یہ خیال کہ میں نے اب فساد کے لئے خط بھیجا ہے تاکہ بٹالہ کے مسلمانوں
میں پھوٹ پڑے۔ عزیز من یہ آپ کے فطرتی توہمات ہیں میں نے پھوٹ کے لئے
نہیں بلکہ آپ کی حالت زار پر رحم کر کے خط بھیجا تھا تا آپ تحت الثریٰ میں
نہ گر جائیں اور قبل از موت حق کو سمجھ لیں۔ مسلمانوں میں تفرقہ اور فتنہ ڈالنا
تو آپ ہی کا شیوہ ہے یہی تو آپ کا مذہب اور طریق ہے جس کی وجہ سے آپنے
ایک مسلمان کو کافر اور بے ایمان اور دجال قرار دیا اور علماء کو دھوکے دے کر

تکفیر کے فتوی لکھوائے اور اپنے استاد نذیر حسین پر موت کے دنوں کے قریب یہ احسان کیا کہ اس کے منہ سے کلمہ تکفیر کھلوایا۔ اور اس کی پیرانہ سالی کے تقوی پر خاک ڈالی۔ "آفریں باد ہمت مردانہ تو" نذیر حسین تو ارزل عمر میں مبتلا اور بچوں کی طرح ہوش و حواس سے فارغ تھا یہ آپ ہی نے شاگردی کا حق ادا کیا کہ اس کے اخیر وقت اور لب بام ہونے کی حالت میں ایسی مکروہ سیاہی اس کی منہ پر مل دی۔ کہ اب غالباً وہ گور میں ہی سیاہی کو لیجائے گا۔ خدا تعالیٰ کی درگاہ خالہ جی کا گھر نہیں ہے جو شخص مسلمان کو کافر کہتا ہے۔ اس کو وہی نتائج بھگتنے پڑیں گے جن کا ناحق کے مکفرین کیلئے اس رسول کریم نے وعدہ دے رکھا ہے جو ایسا عدل دوست تھا جس نے ایک چور کی سفارش کے وقت سخت ناراض ہو کر فرمایا تھا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اگر فاطمہؓ بنت محمدؐ چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

قولہ:۔ اس صورت میں قادیان پہونچ سکتا ہوں کہ مسلمانوں پر آپ کا جھوٹ اور فریب کھولوں۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ آپ میری جان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

اقول:۔ اب آپ کسی حیلہ و بہانہ سے گریز نہیں کر سکتے اب تو دس لعنتیں آپ کی خدمت میں نذر کر دی ہیں اور اللہ جل شانہ کی قسم بھی دی ہے کہ آپ آسمانی طریق سے میرے ساتھ صدق اور کذب کا فیصلہ کر لیں۔ اگر آپ مجھ کو جھوٹا سمجھے ہیں تو میری اس بات کو سنتے ہی مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔ ورنہ ان تمام لعنتوں کو ہضم کر جائیں گے اور کچے اور بیہودہ عذرات سے ٹال دیں گے اور میں آپ کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا ایک ہی ہے جو آپ کو ورطات

نہ باز آنے کے ہلاک کرے گا اور اپنے دین کو آپ کے اس فتنہ سے نجات دے گا۔ اور آپکے قادیان آنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اگر آپ اللہ اور رسول کے نشان کے موافق آزمایش کے لئے مستعد ہوں تو میں خود بٹالہ اور امرتسر اور لاہور میں آسکتا ہوں تا سیاہ روئے شود ہر کہ در دغش باشد۔

مکتوب نمبر ۲۳/۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد آپ کا رجسٹری شدہ خط مورخہ ۴ جنوری ۱۸۹۳ء کو مجھ کو ملا۔ اگرچہ آپ کا یہ خط جو کذب اور تہمت اور بیجا افتراؤں کا مجموعہ ہے۔ اس لائق نہیں ہو گا کہ میں اس کا جواب آپ کو لکھتا فقط اعراض کافی تھا۔ لیکن چونکہ آپ نے خط کے صفحہ دو اور تین میں اس عاجز کی تین پیشگوئیوں کا ذکر کر کے بالآخر اس تیسری پیشگوئی پر حصر کر دیا ہے جو نور افشاں دہم مئی ۱۸۸۸ء اور نیز میرے اشتہار مشتہرہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں درج ہے۔ اور آپ نے اقرار کیا ہے کہ اگر اس الہام کا سچا ہونا ثابت ہو جائے تو آپ کو ملہم مان لوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ میں نے آپ کے عقائد و تعلیمات کو مخالف حق اور آپ کو بداخلاق اور گمراہ سمجھنے میں غلطی کی اس لئے اس عاجز نے پھر آپ کی حالت پر رحم کر کے آپکو اس الہام پیشگوئی کے ثبوت کی طرف توجہ دلانا مناسب سمجھا۔ وہ پیشگوئی جیسا کہ

آپ خود اپنے خط میں بیان کر چکے ہیں۔ یہی تھی کہ اگر مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری
اپنی بیٹی اس عاجز کو نہ دیوے اور کسی سے نکاح کر دیوے تو روز نکاح سے
تین برس کے اندر فوت ہو جائے گا۔ اس پیشگوئی کی یہ بنیاد نہیں تھی کہ
خواہ مخواہ مرزا احمد بیگ کو درخواست کی گئی تھی۔ بلکہ یہ بنیاد تھی کہ
یہ فریق مخالف جن میں سے مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا۔ اس عاجز کے قریبی
رشتہ دار مگر دین کے سخت مخالف تھے ایک ان میں سے عداوت میں
اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ جل شانہٗ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو
علانیہ گالیاں دیتا تھا۔ اور اپنا مذہب دہریہ رکھتا تھا اور نشان کے
طلب کے لئے ایک اشتہار بھی جاری کر چکا تھا۔ اور یہ سب کو مکار خیال
کرتے تھے۔ اور نشان مانگتے تھے اور صوم و صلوٰۃ اور عقائد اسلام پر ٹھٹھا
کیا کرتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے سو اس نے
نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا جس کا ان تمام بیدین قرابتوں پر
اثر پڑتا تھا۔ خدا ترس آدمی سمجھ سکتا ہے کہ موت اور حیات انسان کے
اختیار میں نہیں۔ اور ایسی پیشگوئی جس میں ایک شخص کی موت کو
اس کی بیٹی کے نکاح کے ساتھ جو غیر سے ہو وابستہ کر دیا گیا اور موت کی حد مقرر
کر دی گئی۔ انسان کا کام نہیں ہے۔ چونکہ یہ الہامی پیشگوئی صاف بیان
کر رہی تھی کہ مرزا احمد بیگ کی موت اور حیات اس کی لڑکی کے نکاح سے
وابستہ ہے اس لئے پانچ برس تک یعنی جب تک اس لڑکی کا نکاح
کسی دوسری جگہ نہیں کیا گیا۔ مرزا احمد بیگ زندہ رہا اور ۷ اپریل ۱۸۹۲ء
میں احمد بیگ نے اس لڑکی کا ایک جگہ نکاح کر دیا۔ اور بموجب پیشگوئی

کے تین برس کے اندر یعنی نکاح کے چوتھے مہینہ میں جو ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء تھی
فوت ہو گیا اور اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگرچہ روز نکاح سے موت
کی تاریخ تین برس تک بتلائی گئی ہے مگر دوسرے کشف سے معلوم ہوا کہ کچھ
بہت عرصہ نہیں گزرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نکاح اور موت میں صرف
چار مہینہ بلکہ اس سے کم فاصلہ رہا یعنی جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ ۷ اپریل
۱۸۹۲ء میں نکاح ہوا۔ اور ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو مرزا احمد بیگ اس
جہان فانی سے رخصت ہو گیا اب ذرا خدا سے ڈر کر کہیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گی
یا نہیں اور اگر آپ کے دل کو یہ دھوکہ ہو کہ کیونکر یقین ہو کہ یہ الہامی پیشگوئی
ہے کیوں جائز نہیں کہ دوسرے وسائل نجوم و رمل و جفر سے ہو تو اس کا جواب
یہ ہے کہ منجموں کی اس طور کی پیشگوئی نہیں ہوا کرتی۔ جس میں اپنے ذاتی
فائدہ کے لحاظ سے اس طور کی شرطیں ہوں کہ اگر فلاں شخص ہمیں بیٹی دے گا
تو زندہ رہے گا ورنہ نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ بہت جلد مر جائے گا اگر دنیا
میں کسی منجم یا رمال کی اس قسم کی پیشگوئی ظہور میں آئی ہے تو اس کے ثبوت
کے ساتھ پیش کریں علاوہ اس کے اس پیشگوئی کے ساتھ اشتہار میں ایک دعوی
پیش کیا گیا ہے یعنی کہ میں خدا تعالی کی طرف سے آیا ہوں اور مکالمہ الہیہ سے
مشرف ہوں اور مامور من اللہ ہوں اور میری صداقت کا نشان یہ پیشگوئی
ہے۔ اب اگرچہ آپ کچھ بھی اللہ جل شانہ کا خوف رکھتے ہیں تو سمجھ سکتے
ہیں کہ ایسی پیشگوئی کو جو منجانب اللہ ہونے کے لئے بطور ثبوت پیش کی گئی
ہے اسی حالت میں سچی ہو سکتی تھی کہ جب درحقیقت یہ عاجز منجانب اللہ
ہو کیونکہ اللہ تعالی ایک مفتری کی پیشگوئی کو جو ایک جھوٹے دعوی کے لئے بطور شاہد

صدق بیان کی گئی ہرگز پی نہیں کر سکتا وجہ یہ کہ اس میں خلق اللہ کو دھوکا لگتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ خود مدعی صادق کیلئے یہ علامت قرار دیکر فرماتا ہے وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم اور فرمایا و لا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں۔ پس اس پیشگوئی کے الہامی ہونے کے لئے ایک مسلمان کے لئے یہ دلیل کافی ہے جو منجانب اللہ ہونے کے دعوے کے ساتھ یہ پیشگوئی بیان کی گئی اور خدا تعالیٰ نے اس کو سچی کر کے دکھلا دیا اور اگر آپ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص در اصل مفتری ہو اور سراسر دروغ گوئی سے کہے کہ میں خلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ اور مجدد وقت اور مسیح موعود ہوں۔ اور میرے صدق کا نشان یہ ہے کہ اگر فلاں شخص مجھے اپنی بیٹی نہیں دے گا اور کسی دوسرے سے نکاح کر دے گا تو نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ اس سے بہت قریب فوت ہو جائے گا۔

اور پھر ایسا ہی واقعہ ہو جائے تو برائے خدا اس کی نظیر پیش کرو ورنہ یاد رکھو کہ مرنے کے بعد اس انکار اور تکذیب اور تکفیر سے پوچھے جاؤ گے خدا تعالےٰ صاف فرماتا ہے ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب سوچ کر دیکھو کہ اس کے یہی معنی ہیں جو شخص اپنے دعوے میں کاذب ہو اس کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ شیخ صاحب اب وقت ہے سمجھ جاؤ اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شیخی پیش نہیں جائے گی اور اگر کوئی نجومی یا رمال یا جفر اس عاجز کی طرح دعویٰ کر کے کوئی پیشگوئی دکھلا سکتا ہے تو اس کی نظیر پیش کرو اور چند اخباروں میں درج کرا دو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہیں کر سکو گے

او مفتری ہلاک ہوگا خدا تعالیٰ تو اپنے نبی کو فرماتا ہے کہ اگر وہ ایک قول بھی اپنی طرف سے بنا لاتا تو اس کی رگِ جان قطع کیجاتی پھر یہ کیونکر ہو کہ بجائے رگِ جان قطع کیجانے کے اللہ جل شانہٗ اس عاجز کو جو آپ کی نظر میں کافر مفتری دجال کذاب ہے دشمنوں کے مقابل پر یہ عزت دی کہ تائید دعویٰ میں پیشگوئی پوری کرے کبھی دنیا میں یہ ہوا کہ کاذب کی خدا تعالیٰ نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ گیارہ برس سے خدا تعالیٰ پر یہ افترا کر رہا ہو کہ اس کی وحی ولایت اور وحی محدثیت میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس کی رگِ جان نہ کاٹے بلکہ اس کی پیشگوئی کو پورا کرکے آپ جیسے دشمنوں کو منفعل اور نادم اور لاجواب کردے اور آپ کی کوشش کا یہ نتیجہ ہو کہ آپ کے تکفیر سے پہلے تو کل ۷۵ آدمی سالانہ جلسہ میں شریک ہوں اور بعد آپ کی تکفیر اور جانکاہی کے روکنے کے تین سو ستائیس ۳۲۷ احباب اور مخلص جلسہ اشاعت حق پر دوڑے آویں۔ اب اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ میں اس خط کو انشاء اللہ چھاپ کر شائع کر دوں گا اور مجھے ہر بات کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیشگوئی کی آزمائش کے لئے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں مناسب ہے کہ آپ بھی اپنے اشاعت السنہ میں میرے اس خط کو شائع کر دیں اور یہ بات بھی ساتھ لکھ دیں کہ اب آپ کو قبول کرنے میں کیا عذر ہے جو منصف لوگ دیکھ لیں گے کہ وہ عذر صحیح یا غلط ہے۔

مگر یہ کہ اللہ جل شانہٗ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعویٰ میں صادق ہوں نہ مفتری ہوں نہ دجال جو کذاب اس زمانہ میں کذاب اور دجال اور مفتری پہلے اس سے کچھ نہیں تھے تا خدا تعالیٰ صدی کے سر پر بھی بجائے ایک مجدد کے جو اس کی طرف سے مبعوث ہو ایک دجال کو قائم کرکے اور بھی فتنہ و فساد فی الدنیا

مگر جو لوگ سچائی کو نہ سمجھیں اور حقیقت کو دریافت نہ کریں اور تکفیر کی طرف
دوڑیں میں ان کا کیا علاج کروں۔ میں اس بیمار دار کی طرح جو اپنے عزیز بیمار
کے غم میں مبتلا ہوتا ہے اس ناشناس قوم کے لئے سخت اندوہ گین ہوں اور دعا کرتا ہوں
کہ اے قادر ذوالجلال خدا ہمارے ہادی اور رہنما ان لوگوں کی آنکھیں کھول اور
آپ ان کو بصیرت بخش اور آپ ان کے دلوں کو سچائی اور راستی کا الہام
بخش اور یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں خطا نہیں جائیں گی کیونکہ میں
اس کی طرف سے ہوں اور اس کی طرف بلاتا ہوں یہ سچ ہے اگر اسکی طرف
سے نہیں ہوں اور مفتری ہوں تو وہ بڑے عذاب سے مجھ کو ہلاک کریگا۔ کیونکہ وہ مفتری کو
کبھی وہ عزت نہیں دیتا جو صادق کو دیتا ہے میں جو ایک پیشگوئی جس پر آپنے
میرے صادق اور کاذب ہونے کا حصر کر دیا آپ کی خدمت میں پیش کی ہے
یہی میرے صدق اور کذب کی شناخت کے لئے ایک کافی شہادت ہے کیونکہ
ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کذاب اور مفتری کی مدد کرے لیکن ساتھ اس کے میں
یہ بھی کہتا ہوں کہ اس پیشگوئی کے متعلق دو پیشگوئی اور ہیں جنکو میں اشتہار ۱۰ جولائی
۱۸۸۸ء میں شایع کر چکا ہوں جن کا مضمون یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اس عورت
کو بیوہ کر کے میری طرف رد کریگا اب انصاف سے دیکھیں کہ نہ تو انسان اپنی
حیات پر اعتماد کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کی نسبت دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ
فلاں وقت تک زندہ رہیگا یا فلاں وقت تک مر جائے گا میری اس پیشگوئی
میں نہ ایک بلکہ چھ دعوے ہیں۔ اول نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔ دوم نکاح
کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔ سوم پھر نکاح کے بعد
اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچیگا۔ چہارم اسکے خاوند کا

ڈہائی برس تک مرجانا - پنجم اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا - ششم پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا - اب آپ ایمانا کہیں کہ کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں اور ذرا اپنے دل کو تھام کر سوچ کر لیں کہ کیا ایسی پیشگوئی پر جو لڑکی کے باپ کے متعلق ہے جو ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو پوری ہوگئی آپ کا دل نہیں ٹہرتا تو آپ اشاعت السنہ میں ایک اشتہار حسب اپنے اقرار کے دیدیں کہ اگر یہ دوسری پیشگوئیاں بھی پوری ہوگئیں تو اپنے ظنون باطلہ سے توبہ کروں گا اور دعویٰ میں سچا سمجھ لوں گا اور اس کے خدا تعالیٰ سے ڈر کر بھی اقرار کریں کہ ایک تو ان میں سے پوری ہوگئی اور اگر اس پیشگوئی کے پورا ہوجانے کا آپ کے دل میں زیادہ اثر نہ ہو تو اس قدر تو ضرور چاہیئے کہ جب تک اخیر ظاہر نہ ہو کف لسان اختیار کریں جب ایک پیشگوئی پوری ہوگئی تو اس کی کچھ تو ہیبت آپ کے دل پر چاہیئے - آپ تو میری ہلاکت کے منتظر اور میری رسوائی کے دنوں کے انتظار میں ہیں اور خدا تعالیٰ میرے دعویٰ کی سچائی پر نشان ظاہر کرتا ہے اگر آپ اب بھی نہ مانیں تو میرا آپ پر زور ہی کیا ہے - لیکن یاد رکھیں کہ انسان اپنے اوائل ایام انکار میں بباعث کسی اشتباہ کے معذور ٹہر سکتا ہے لیکن نشان دیکھنے پر ہرگز معذور نہیں ٹہر سکتا کیا یہ پیشگوئی جو پوری ہوگئی کوئی ایسا اتفاقی امر ہے جسکی خدا تعالیٰ کو کچھ بھی خبر نہیں کیا بغیر اس کے علم و ارادہ کے ایک دجال کی تائید میں خود بخود یہ پیشگوئی وقوع میں آگئی کیا یہ سچ نہیں کہ مدعی کاذب کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی یہی قرآن کی تعلیم ہے اور یہی توریت کی اگر آپ میں انصاف کا کچھ حصہ ہے اور

محمد علی کا کچھ ذرا ہے تو آپ زبان کو بند کرلیں خدا تعالیٰ کا غضب آپ کے غضب سے بہت بڑا ہے۔

ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و آمنتم والسلام علی من اتبع الھدیٰ وما استکبر وما ابیٰ۔ عاجز

غلام احمد عفی اللہ عنہ

مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کے نام

تعارفی نوٹ | اس مکتوب کے ساتھ سلسلہ کی اور خاکسار عرفانی کبیر کی تاریخ کا دلچسپ تعلق ہے اس لئے میں اس مکتوب کو درج کرنے سے پہلے اس تعارفی نوٹ کو کسی قدر تفصیل سے لکھوں گا۔ اور میرا یہ بھی مقصد ہے کہ تاریخ سلسلہ کے آنیوالے مورخ کے لئے آسانی ہو۔

مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی حضرت مولوی عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے۔ مولوی سید عبداللہ صاحب اہل اللہ میں سے تھے اور متبع کتاب و سنت تھے ان کے اہل وطن نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا اور اپنے ملک سے جلاوطن کیا۔ وہ امرتسر کے قریب موضع خیردی میں رہتے تھے اور لوگوں میں ان کے تقویٰ اور توکل علی اللہ کا شہرہ تھا مولوی محمد حسین صاحب کو بھی ان سے ارادت تھی حضرت مسیح موعود بھی ابتدائی زمانہ میں ان کے پاس گئے تھے اور مولوی عبداللہ صاحب نے آپ کے متعلق

کی اطلاع بھی ملی تھی۔ ابتدا حضرت کے ساتھ جن لوگوں نے تعلق ارادت پیدا کیا ان میں ایک حصہ حضرت مولوی عبداللہ صاحب کے مریدوں میں سے آیا تھا۔

ان کو یہ بھی بتایا گیا تھا کہ قادیان میں ایک نور چمکے گا اور میری اولاد اس سے محروم رہے گی۔ مولوی محمد حسین صاحب کی غلطی پردہ دری کی بھی انھوں نے باعلام الٰہی خبر دی تھی۔

غرض مولوی عبدالجبار صاحب ان کے ہی خلف اکبر تھے اور ان کے صاحبزادہ مولوی داؤد غزنوی اب تک کانگریس کے داعی تھے اور مسلم لیگ کے مخالف مگر جولائی ۱۹۴۶ء میں انھوں نے یکایک پینترا بدلا اور جس لیگ کی مخالفت کرتے تھے اس میں شریک ہو گئے۔ شائد رہیں بقیہ بر رد پروبال۔

مولوی عبدالجبار صاحب ایک عالم تھے اور ان کی امامت کے بزرگ داروغہ محمد شاہ صاحب حسین پوری نے امرتسر میں ان لوگوں کیلئے ایک مسجد تعمیر کر دی تھی اور ان کا خاندان جو سارے کا سارا محکمہ نہر میں ملازم تھا۔ اس خاندان سے ارادت رکھتا اور ان کی ناز برداری کرتا تھا۔ اس خاندان میں سے حافظ محمد یوسف ضلعدار اور ان کے بھائی محمد یعقوب صاحب اپنے مرشد مولوی عبداللہ صاحب کی ہدایتوں کے ماتحت حضرت اقدس سے ارادت رکھتے تھے۔ آخر آپ کے دعویٰ کے بعد غزنوی جرگہ سے ان کے اختلافات بڑھتے گئے۔ اسی غزنوی جرگہ میں ایک شخص عبدالحق غزنوی بھی تھا

بعض اسے اسی خاندان کا ایک فرد سمجھتے تھے اور بعض شاگرد
بہرحال وہ اسی جرگہ میں ملا جلا تھا۔ اور صوفی اور صاحب الہام
مشہور تھا۔ سارے غزنوی طائفہ کے خلاف اس نے سلسلہ
احمدیہ کی مخالفت میں اقدام کیا۔ اور کچھ الہامات شائع کئے
اور مباہلہ کا اعلان کر دیا۔ یہ حضرت کے دعویٰ کے ابتدائی
ایام کی بات تھی۔ حضرت اقدس اس اختلاف کو ایک اختلافی
مسئلہ تو قرار دیتے مگر مباہلہ کے لئے سند چاہتے تھے اسی
سلسلہ میں یہ خط مولوی عبدالجبار صاحب کو لکھا گیا۔

میرا تعلق اس اشتہار سے

حضرت اقدس کا یہ باقاعدہ مشتہر
اور پنجاب گزٹ سیالکوٹ میں شائع ہوا۔ میں اس وقت لاہور
کے ماڈل سکول میں فورتھ ہائی کا طالب علم تھا۔ حضرت صاحب
کی بیعت نومبر ۱۸۸۹ء میں کر چکا تھا۔ گر وہ ایک رسمی اور تقلیدی
بیعت تھی گو حسن عقیدت سے ہی تھی مگر اس کے بعد لاہور
آجانے کی وجہ سے میرا چنداں تعلق نہ رہا ہاں بدستور حسن ظن
اور اعتقاد حضرت کی نسبت قائم تھا اور میں پیسہ اخبار لاہور
کے لئے (جس کا میں ۱۸۸۷ء سے خریدار تھا) خبروں اور بعض
کہانیوں کا ترجمہ فارغ وقت میں کیا کرتا تھا اور پیسہ اخبار کے
دفتر میں ایک مولوی سید احمد صاحب لکھنوی اور منشی اللہ دتا صاحب
سیالکوٹی بھی کام کرتے تھے۔ مارچ ۱۸۹۱ء کے پہلے یا دوسرے
ہفتہ کا واقعہ ہے کہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ میں یہ خط اس عنوان سے

شائع ہوا۔ آنے والا مسیح آگیا ہے جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے اور جس کے کان سننے کے ہوں سنے" منشی محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار جانتے تھے کہ میں مذہبی آدمی ہوں اور بارہا انہوں نے انارکلی میں عیسائیوں اور آریوں کے خلاف لیکچر دیتے اور مباحثے کرتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے مجھے اور مولوی سید احمد اور منشی الہ دتا کو بلایا اور کہا کہ ایک نئی خبر سناتا ہوں۔ اسپر انہوں نے یہ مضمون سنایا۔

میرا علم و معرفت نہایت ہی کمزور تھی میں نے مضمون سن کر اظہار افسوس کیا اور جو نادان صوفیوں سے سنا ہوا تھا کہ سلوک کے راستہ میں بعض وقت کوئی ٹھوکر لگ جاتی ہے اور ایسے بزرگ کچھ دعوی کر دیتے ہیں میں نے بھی یہی کہا کہ حضرت کو نعوذ باللہ ٹھوکر لگی ہے اس سے زیادہ میں نے کچھ نہ کہا۔ اور نہ حضرت کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہوا۔ بات آئی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد مجھے رسالہ فتح اسلام مل گیا میں نے اسے تین چار مرتبہ پڑھا اور مجھے شرح صدر ہو گیا۔ میں نے رسالہ جیب میں رکھا اور دفتر جا کر ان ہر سہ کی موجودگی میں انکو گواہ کر کے کہا کہ میرا خیال غلط تھا حضرت مرزا صاحب واقعی مسیح موعود ہیں اور حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو گئے اور رسالہ فتح اسلام سے بعض پیرگراف سنائے اسپر منشی محبوب عالم صاحب نے کہا تم بڑے متلون مزاج ہو چند روز پیشتر وہ خیال ظاہر کیا اور آج

ان کے دعویٰ کی تصدیق کرتے ہو۔ میں نے کہا آپ نے تلوّن کی حقیقت ہی نہیں سمجھی اپنی غلطی سے رجوع کر کے صداقت کو قبول کرنا تو اعلیٰ درجہ کی خوبی ہے۔ اس پر وہ بحث ختم ہو گئی اور میں نے حضرت کو اپنا یہ سارا قصہ لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے منشی اللہ دتا صاحب کو تو سلسلہ میں داخل کر دیا۔ سید احمد ناول نویس تھے ان کو کچھ توجہ ہی نہ ہوئی۔ اور منشی محبوب عالم صاحب مخالفت بھی کرتے رہے۔ اور اسکے بعد خاکسار عرفانی کبیر کو تو علی الاعلان اس پیغام کو لاہور کے بازاروں میں پہونچانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور حضرت اقدس کے سفر لاہور کے ایام میں مخالفین سے ماریں بھی کھائیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ واقعہ میں نے اس اشتہار کے سلسلہ میں لکھدینا ضروری سمجھا۔

حضرت نواب محمد علیخاں صاحبؓ کا تعلق

حضرت نواب محمد علیخاں صاحبؓ کی زندگی کو بھی عبدالحق کے اشتہار مباہلہ سے ایک تعلق ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں حضرت کو ایک خط لکھا جس میں مزید انکشاف بذریعہ سوالات کیا گیا تھا۔ حضرت اقدس نے حضرت نواب صاحب کو جو مکتوب گرامی لکھا وہ آپ کے مکتوبات میں چوتھے نمبر پر درج ہے

حاشیہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ کے نام کے مکتوبات کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے ہر خاکسار کے پاس سے بھی مل سکتا ہے مگر میں اس خط کو یہاں حاشیہ میں اس لئے درج کر دیتا ہوں کہ زمانہ آئندہ کے مورخ کو آسانی ہو۔ (عرفانی)

جس میں حضرت اقدس نے نواب صاحب کے طریق استفسار کو سعادت کی نشانی قرار دیا اور لکھا کہ "میری نظر میں طلب ثبوت اور انکشافِ حق کا طریقہ کوئی ناجائز اور ناگوار طریقہ نہیں بلکہ سعیدوں کی یہی نشانی ہے کہ وہ ورطۂ مذبذبات سے نجات پانے کے لئے حل مشکلات چاہتے ہیں۔ لہذا یہ عاجز آپ کے اس طلب ثبوت سے ناخوش نہیں ہوا بلکہ نہایت خوش ہے کہ آپ میں سعادت کی وہ علامتیں دیکھتا ہوں جس سے آپ کی نسبت عرفانی ترقیات کی امید بڑھتی ہے" اسوقت یہ پیشگوئی تھی اور حقیقتہً ثابت ہو گئی۔ اس طرح یہ خط میری زندگی کے نشیب و فراز میں ایک موڑ کا مقام ہے اور مجھے بہت ہی عزیز ہے۔ اس خط کی ایک نقل حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کو بھی آپ نے اپنے ایک مکتوب کے ساتھ بھیجی تھی۔ وہ مکتوب حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بقیہ حاشیہ۔ میرے پیارے دوست نواب محمد علی خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا محبت نامہ عین انتظار میں مجھ کو ملا۔ جس کو میں نے تعظیم سے دیکھا اور ہمدردی اور اخلاص کے جوش سے حرف حرف پڑھا۔ میری نظر میں طلب ثبوت اور انکشاف حق کا طریقہ کوئی ناجائز اور ناگوار طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ سعیدوں کی یہ نشانی ہے۔ کہ وہ ورطۂ مذبذبات سے نجات پانے کے لئے حل مشکلات چاہتے ہیں۔ لہذا یہ عاجز آپ کے اس طلب ثبوت سے ناخوش نہیں ہوا۔ بلکہ نہایت خوش ہے کہ آپ میں سعادت کی

مکتوب میں کسی وجہ سے شایع نہ ہوسکا۔ ۹ فروری ۱۸۹۱ء کو حضرت
اقدس نے جو مکتوب (۹۷) لکھا تھا اس میں عبدالحق غزنوی کے اشتہار
کا ذکر ہے اور آپ نے یہ خیال بھی ظاہر فرمایا کہ "درحقیقت یہ اشتہار مولوی
عبدالجبار صاحب کی طرف سے معلوم ہوتے ہیں۔" اور اس مکتوب
میں بھی حضرت نے اشارہ کیا ہے۔ مولوی عبدالجبار صاحب نے اس کا
کوئی جواب نہیں دیا۔ چونکہ حضرت حکیم الامت کے نام کا مکتوب رہ گیا
ہے اس لئے اسے بھی یہاں درج کر دیتا ہوں۔ اس خط پر جو نوٹ لکھا
گیا ہے وہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا ہے،
چنانچہ لکھتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ۔ وہ علامتیں دیکھتا ہوں جس سے آپ کی نسبت عرفانی ترقیات کی امیدیں پڑتی ہیں۔

مباہلہ سے قطعی انکار نہیں کیا۔ | اب آپ پر یہ واضح کرتا ہوں کہ میں نے مباہلہ سے قطعی طور پر انکار
نہیں کیا اگر امر متنازعہ فیہ میں قرآن اور حدیث کی رو سے مباہلہ ہو تو میں سب
سے پہلے مباہلہ کے لئے کھڑا ہوں۔ لیکن ایسی صورت میں ہرگز مباہلہ جائز نہیں
جب کہ فریقین کا یہ خیال ہو کہ فلاں مسئلہ میں کسی فریق کی اجتہاد یا فہم یا سمجھ
کی غلطی ہے۔ کسی کی طرف سے عمداً افترا۔

مباہلہ کی حقیقت | یا دروغ بیانی نہیں۔ کیونکہ مجرد ایسے اختلافات ہیں جو قطع نظر
مصیب یا مخطی ہونے کے صحت نیت اور اخلاص اور صدق پر مبنی ہیں۔ مباہلہ جائز ہوتا
اور خدائے تعالیٰ ہر ایک جزئی اختلاف کی وجہ سے مخطی پر عند المباہلہ عذاب نازل کرتا تو
آج تک تمام اسلام کا روئے زمین سے خاتمہ ہو جاتا کیونکہ کچھ شک نہیں کہ مباہلہ سے یہ غرض ہوتی ہے کہ

اب ہم ایک خط چھاپتے ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے مولانا مولوی نورالدین صاحب کے نام لکھا ہے۔ اس خط کو پڑھتے وقت ہمیں قرآن حمید کی وہ آیت یاد آتی ادرجناب ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے اثبات میں ایک بڑی زبردست خطابی دلیل پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے قل انما ادعوا الی اللّٰہ علیٰ بصیرۃٍ انا ومن اتبعنی۔ ان کو کہدو کہ میں تمہیں اللہ کی طرف جو بلاتا ہوں تو میں اپنے مشن کی صداقت کی نسبت مذبذب ومتردد نہیں ہوں۔ بخلاف اس کے مجھ کو کامل وثوق ہے پوری بصیرت ہے کہ میں راست باز ہوں اور اس لئے بالیقین کامیاب ہونے والا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل سکینہ صادق ہیں اور مذبذب دلی مضطرب مغتمد کاذب کے لہجے اور کلام کی تلونیات میں فرق عظیم ہوتا ہے

بقیہ حاشیہ "جو فریق حق پر نہیں اس پر بلا نازل ہو"۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اجتہادی امور میں مثلاً کسی جزئی میں حنفی حق پر ہیں اور کسی میں شافعی حق پر اور کسی میں اہل حدیث اب جب کہ فرض کیا جائے کہ سب فرقے اسلام کی جزئی اختلاف کی وجہ سے باہم مباہلہ کریں اور خدائے تعالیٰ اس پر جو حق پر نہیں عذاب نازل کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنی اپنی خطا کی وجہ سے تمام فرقہ اسلام کے روئے زمین سے نابود کئے جائیں اب ظاہر ہے کہ اس امر کے تجویز کرنے سے اسلام کا استیصال تجویز کرنا پڑتا ہے پس وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک جو حامی اسلام اور مسلمین ہے کیونکر جائز ہوگا پھر میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے نزدیک جزئی اختلافات کی وجہ سے مباہلہ جائز ہوتا تو وہ ہمیں یہ تعلیم نہ دیتا ربنا اغفر لنا ولاخواننا

حضرت مرزا صاحب کا یہ خط بڑی بھاری دلی طمانیت اپنے مولائے کریم پر قوی اعتماد و وثوق کی خبر دیتا ہے۔ فقرہ فقرہ سے اس کے باذاق عارفین سمجھ سکتے ہیں۔ کہ پس پردہ کوئی حمایت و نصرت کی بشارت و تسلی دینے والا ضرور ہے اور اس وادی ایمن کے منتخب اولو العزم کی طرح جو ابتدا میں ضعف بشریت کی تحریک سے بخاف ان قبلوں کا عذر پیش کرتا تھا مگر بالآخر انّنی معکما اسمع و اریٰ کی بشارت آمیز آواز پر گرش ناخدا ترس قوم کی طرف بے خوف

بقیہ حاشیہ۔ یعنی اے خدا ہماری خطا معاف کر۔ اور ہمارے بھائیوں کی خطا بھی عفو فرما بلکہ معیب ہے۔ اور غلطی کا اقتضیہ باہلہ پر مصر تا۔ اور نہیں ہر ایک جزئی اختلاف کی وجہ سے مباہلہ کی رغبت دیتا لیکن مباہلہ ہرگز نہیں اگر اِس امت کے باہمی اختلافات کا مباہلہ سے تصفیہ ہونا ضرور ہے پھر تمام مسلمانوں کے ہلاک کرنے کے لئے دشمنوں کی نظر میں اس سے بہتر کوئی حکمت نہیں ہوگی کہ ان تمام جزئیات مختلف میں مباہلہ کرایا جائے تا ایک ہی مرتبہ سب مسلمانوں پر قیامت آجائے۔ کیونکہ کوئی فرقہ کسی خطا کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا اور کوئی کسی خطا کے سبب سے مورد عذاب و ہلاکت ہوگا۔ وجہ یہ کہ جزئی خطا سے کوئی فرقہ بھی خالی نہیں۔

مباہلہ کس صورت میں جائز ہے

اب میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ کس صورت میں مباہلہ جائز ہے۔ سو واضح ہو کہ دو صورت میں مباہلہ جائز ہے۔

(۱) اول اُس کافر کے ساتھ جو یہ دعوے رکھتا ہے کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ اسلام حق پر نہیں۔ اور جو کچھ غیر اللہ کی نسبت خدائی کی صفتیں میں مانتا ہوں وہ یقینی امر ہے۔

چل دیا۔ جہاں بھی عادت اللہ اس مجدد کو تقویت دے رہی ہے۔
عجب ہیں وہ دل جو اس پر بھی رقیق ہونے میں نہ آئیں۔ انکیں
ہر وقت یہ حدیث پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ من عادی لی ولیا
فقد اذنتہ بالحرب۔ خداوند فرماتا ہے میرے دوست سے جو
بیر کرے میں اسے اپنے ساتھ لڑنے کا نوٹس دیتا ہوں۔ وہ خوف
کریں کہ ایسا نہ ہو کہ وہ خدا سے لڑنے والے ٹھیریں۔

بقیہ حاشیہ۔ (۲) دوم اس ظالم کے ساتھ جو ایک بیجا تہمت کسی پر لگا کر اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً ایک مستورہ کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ کیونکہ میں نے بچشم خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے۔ یا مثلاً یہ ایک شخص کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شراب خوار ہے اور میں نے بچشم خود اس کو شراب پیتے دیکھا ہے۔ سو اس حالت میں بھی مباہلہ جائز ہے۔ کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ بلکہ ایک شخص اپنے یقین اور رویت پر بناء رکھ کر ایک مومن بھائی کو ذلت پہونچانا چاہتا ہے۔ جیسے مولوی اسمٰعیل صاحب نے کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ یہ میرے ایک دوست کی چشم دید بات ہے۔ کہ مرزا غلام احمد یعنی یہ عاجز پوشیدہ طور پر آلات نجوم اپنے پاس رکھتا ہے۔ اور انھیں کے ذریعہ سے کچھ کچھ آئندہ کی خبریں معلوم کرکے لوگوں کو کہہ دیتا ہے۔ کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ سو مولوی اسمٰعیل صاحب نے کسی اجتہادی مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس عاجز کی اہانت اور صدق پر ایک تہمت لگائی تھی۔ جس کی اپنے ایک دوست کی رویت پر بنا رکھی تھی۔ لیکن اگر بنا صرف اجتہاد پر ہو۔ اور اجتہادی طور پر کوئی شخص کسی مومن کو کافر کہے یا ملحد نام رکھے تو یہ کوئی تعجب نہیں۔ بلکہ جہاں تک اسکی

خط حضرت مرزا صاحب بنام مولانا مولوی نورالدین صاحب رض

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

کل آپ کی خدمت میں مولوی عبدالجبار صاحب اور میاں عبدالحق صاحب کے منتظر روانہ کر چکا ہوں۔ اور مجھے اس بات سے بہت خوشی ہے جس کا میں شکر ادا نہیں کر سکتا کہ مولیٰ کریم اور میرا آقا و محسن عزاسمہٗ جل شانہٗ مجھے فتح و نصرت کی بشارت دیتا ہے اور ان لوگوں کے فیصلہ کے لئے مجھے ایک راہ بتاتا ہے جنہوں نے الہامات کا ادعا کر کے اس عاجز کو ضالّ ملحد اور جہنمی قرار دیا ہے اور جرأت کر کے اس مضمون کو شایع بھی کر دیا اور جن ان باتوں سے اپنے بھائی مسلمان کو آزار پہونچتا ہے اور اس کی تذلیل ہوتی ہے اس کی کچھ بھی پروا نہیں کی اور طریق تقویٰ کی رعایت نہیں رکھی۔ اس لئے یہ امر خدا تعالیٰ کی جناب میں کچھ سہل و آسان

بقیہ حاشیہ سمجھا اور اس کا علم تھا۔ اس کے موافق اس نے فتویٰ دیا ہے غرض مباہلہ صرف ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطعی اور یقین پر بنا رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی وغیرہ قرار دیتے ہیں۔

پس بالخصوص شیعہ میں مباہلہ اس وقت جائز ہوگا جب فریق مخالف یہ اشتہار دیں کہ ہم اس مدعی کو اپنی نظر میں اس قسم کا خاطی نہیں سمجھتے کہ جیسے اسلام کے فرقوں میں متعصب

نہیں بلکہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر
اتہام لگایا گیا تھا سو مجھے خدا تعالیٰ کی نصرت کی خوشبو آرہی ہے
اور میں دیکھتا ہوں کہ مجھے ایک ایسی راہ کی رہبری کرتا ہے جس
سے جھوٹوں کا جھوٹ کھل جائے اگر یہ الزام صرف میری ذات تک
محدود ہوتا تو دوسرا امر تھا لیکن اس کا بد اثر ہزاروں لوگوں
پر ہوتا ہے۔ ہم جہنمی اور ضال کے لفظ میں سب قسم کے عیب بھر
ہوئے ہیں سو میں انشاء اللہ القدیر ان امور کے پورے طور پر کھلنے
کے بعد جن کی مجھے بشارت دی گئی ہے اور پھر ان کے چھپوانے
کے بعد ان لوگوں سے رجسٹر شدہ خطوط کے ذریعہ درخواست
کروں گا اور انشاء اللہ القدیر وہ ایسا امر ہوگا جو کاذب کی
پردہ دری کر دے گا۔ واللہ علیٰ کل شیء قدیر۔

والسلام خاکسار مرزا غلام احمد ۱۶ فروری ۱۸۹۱ء

(عرفانی کبیر)

بقیہ حاشیہ۔ بھی ہوتے ہیں اور مخطی بھی اور بعض فرقے بعض سے اختلاف رکھتے ہیں بلکہ
ہم یقین کلی سے اس شخص کو مفتری جانتے ہیں اور ہم اس بات کے محتاج نہیں کہ یہ کہیں کہ امر
متنازعہ فیہ کی اصل حقیقت خدائے تعالیٰ جانتا ہے بلکہ یقیناً اس پیشگوئی کی
اصل حقیقت ہمیں معلوم ہو چکی ہے اگر یہ لوگ۔ اس قدر اقرار کریں تو پھر
کچھ ضرورت نہیں کہ علما کا مشورہ اس میں لیا جائے وہ مشورہ نقصان علم کی
وجہ سے طلب نہیں کیا گیا۔ صرف اتمام حجت کی غرض سے طلب کیا گیا ہے سو اگر یہ حیان

مکتوب بنام مولوی عبدالجبار غزنوی

السلام علیکم۔ ایک اشتہار جو عبدالحق کے نام سے جاری کیا گیا ہے۔ جس میں مباہلہ کی درخواست کی ہے۔ کل کی ڈاک میں مجھے ملا۔ چونکہ میں نہیں جانتا کہ عبدالحق کون ہے۔ آیا کسی گروہ کا مقتدی یا مقتدا ہے۔ اس واسطے آپ ہی کی طرف خط ہذا لکھتا ہوں۔ اس خیال سے کہ میری رائے میں وہ آپ ہی کی جماعت میں سے ہے۔ اور اشتہار بھی دراصل آپ ہی کی تحریک سے لکھا گیا ہوگا۔ پس واضح ہو کہ مباہلہ سے مجھے کسی طرح سے اعتراض نہیں جس حالت میں میں نے اس مدعا کی غرض سے قریب بارہ ہزار کے خطوط و اشتہارات مختلف ملکوں میں بڑے بڑے مخالفوں کے نام روانہ کئے ہیں۔ تو پھر آپ سے مباہلہ کرنے میں کونسی تامل کی جگہ ہے۔ یہ بات سچ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی وحی اور الہام سے میں نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ بھی

بقیہ حاشیہ۔ ایسا اقرار کریں کہ جو اوپر بیان ہو چکا ہے تو پھر کچھ حاجت نہیں کہ علماء سے فتویٰ پوچھا جاوے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص آپ ہی یقین نہیں کرتا۔ وہ مباہلہ کس بناء پر کرنا چاہتا ہے؟ مباہل کا منصب یہ ہے کہ اپنے دعویٰ میں یقین ظاہر کرے۔ صرف ظن اور شبہ پر بنا نہ ہو۔ مباہل کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ اس امر کے بارے میں خدائے تعالےٰ کو معلوم ہے۔ وہی مجھ کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہے۔ تب مباہلہ کی بناء پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ مباہلہ سے پہلے شخص مبلغ کا

میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارے میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے۔ سو میں اسی الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود مثیل سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں۔ مجھے اس بات سے انکار بھی نہیں کہ میرے سوا کوئی اور مثیل مسیح بھی آنے والا ہو۔ بلکہ ایک آنے والا تو خود میرے پر بھی ظاہر کیا گیا ہے جو میری ہی ذریت میں سے ہوگا لیکن اس جگہ میرا دعویٰ جو بذریعہ الہام مجھے یقینی طور پر سمجھایا گیا ہے۔ صرف اتنا ہے کہ قرآن شریف اور حدیث میں میرے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ میں اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ اور نہ کروں گا کہ شائد مسیح موعود کوئی اور بھی ہو۔ اور شائد یہ پیشگوئیاں جو میرے حق میں روحانی طور پر ہیں ظاہری طور پر اس پر جمتی ہوں۔ اور شائد سچ مچ دمشق میں کوئی مثیل مسیح نازل ہو۔ لیکن یہ میرے پر کھول دیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی تھی فوت ہو چکا ہے۔ اور یحییٰ کی روح کے ساتھ [illegible]

بقیہ حاشیہ۔ بھی سن لینا ضروری امر ہے۔ یعنی جو شخص خدا تعالیٰ سے مامور ہو کر آیا ہے اسے لازم ہے کہ اول دلائل بینہ سے اشخاص منکرین کو اپنے دعوے کی صداقت سمجھاوے اور اپنے صدق کی علامتیں ان پر ظاہر کرے پھر اگر اس کے بیانات کو سن کر اشخاص مذکورہ باز نہ آویں۔ اور کہیں کہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ تو مفتری ہے۔ تو آخر الحیل مباہلہ ہے۔ یہ نہیں کہ ابھی نہ کچھ سمجھانا نہ بوجھانا نہ کچھ سننا پہلے مباہلہ ہی لے بیٹھے۔

میں مباہلہ کے لئے کیا چاہتا ہوں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ کی درخواست اس وقت کی تھی کہ جب کئی برس قرآن شریف نازل ہو کر کامل طور پر تبلیغ ہو چکی تھی

دوسرے آسمان میں اور اپنے سماوی مرتبہ کے موافق بہشت بریں کی سیر کر رہی ہے۔ اب وہ روح بہشت سے بموجب وعدہ الہی کے جو بہشتیوں کے لئے قرآن شریف میں موجود ہے نکل نہیں سکتی اور نہ دو موتیں ان پر وارد ہو سکتی ہے۔ ایک موت جو ان پر وارد ہوئی وہ تو قرآن شریف سے ثابت ہے اور ہمارے اکثر مفسر بھی اس کے قائل ہیں۔ اور ابن عباس کی حدیث سے بھی اس کا ثبوت ظاہر ہے اور انجیل میں بھی لکھا ہے اور نیز توریت میں بھی۔ اور دوسری موت ان کے لئے تجویز کرنا خلاف نص وحدیث ہے۔ وجہ یہ کہ کسی جگہ ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ دو مرتبہ مریں گے۔ یہ تو میرے الہامات اور مکاشفات کا خلاصہ ہے جو میرے رگ وریشہ میں رچا ہوا ہے اور ایسا ہی اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ جیسا کتاب اللہ پر اور اسے اقرار اور انھیں لفظوں کے ساتھ میں مباہلہ بھی کروں گا اور جو لوگ اپنے شیطان اوہام کو ربانی الہام قرار دیکر مجھے جہنمی اور ضال قرار دیتے ہیں۔ ایسا ہی ان سے بھی ان کے الہامات کے بارے میں اللہ جل شانہٗ کی حلف لوں گا۔ کہاں تک انھیں اپنے الہامات کی یقینی معرفت حاصل ہے۔ مگر بہر حال مباہلہ کے لئے میں مستعد کھڑا ہوں لیکن امور مفصلہ ذیل کا تصفیہ پہلے مقدم ہے۔

بقیہ حاشیہ۔ یہ عاجز کسی طرح نہیں چاہتا۔ صرف یہ چاہتا ہے کہ ایک مجلس علماء کی جمع ہو اور ان میں وہ لوگ بھی جمع ہوں جو مباہلہ کی درخواست کرتے ہیں۔ پہلے یہ عاجز انبیاء کے طریق پر شرط نصیحت بجالاوے۔ اور صاف صاف بیان سے اپنا حق ہونا ظاہر کرلے جب اس وعظ سے فراغت ہو جائے تو درخواست کنندہ مباہلہ اٹھ کر یہ کہے کہ وعظ میں نے سن لیا۔

اول یہ کہ چند مولوی صاحبان نامی جیسے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسر بالاتفاق یہ فتویٰ لکھ دیں کہ ایسی جزئیات خفیفہ میں اگر الہامی یا اجتہادی طور پر اختلاف واقع ہو تو اس کا فیصلہ بذریعہ لعن طعن کرنے اور ایک دوسرے کو بد دعا دینے کے جس کا دوسرے لفظوں میں مباہلہ نام ہے کرنا جائز ہے۔ کیونکہ میرے خیال میں جزئی اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں کو لعنتوں کا نشانہ بنانا ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ ایسے اختلافات اصحابوں میں بھی شروع ہو گئے تھے۔ مثلاً حضرت ابن عباس محدث کی وحی کو نبی کی وحی کی طرح قطعی سمجھتے تھے۔ اور دوسرے ان کے مخالف بھی تھے۔ ایسا ہی صاحب صحیح بخاری کا یہ عقیدہ تھا کہ کتب سابقہ یعنی توریت و انجیل وغیرہ محرف نہیں ہیں۔ اور ان میں کچھ لفظی تحریف نہیں ہوئی۔ حالانکہ یہ عقیدہ اجماع مسلمین کے مخالف ہے۔ اور بایں ہمہ سخت مضر بھی ہے اور نیز بہ بداہت باطل۔ ایسا ہی محی الدین ابن عربی رئیس المتصوفین کا یہ عقیدہ ہے کہ فرعون دوزخی نہیں ہوگا اور نبوت کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا اور کفار کے لئے عذاب جاودانی نہیں اور مذہب وحدت الوجود کے بھی گویا وہی موجد ہیں۔ پہلے ان سے کسی نے ایسی ؎

بقیہ حاشیہ۔ مگر میں اب بھی یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص کاذب اور مفتری ہے۔ اور اس یقین میں شک و شبہ کو راہ نہیں بلکہ رویت کی طرح قطعی ہے۔ ایسا ہی مجھے اس بات پر بھی یقین ہے کہ جو کچھ میں نے سمجھا ہے وہ ایسا شک و شبہ سے منزہ ہے کہ جیسے رویت تب اس کے بعد مباہلہ شروع ہو۔ مباہلہ سے پہلے کسی قدر مناظرہ ضروری ہوتا ہے۔ تا حجت پوری ہو جائے۔ کبھی سنا نہیں گیا کہ کسی نبی نے بھی تبلیغ نہیں کی اور مباہلہ کی

واشگاف کلام نہیں کی۔ سو یہ چاروں عقیدے ان کے ایسا ہی اور بعض عقائد بھی
اجماع کے برخلاف ہیں۔ اسی طرح شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کا یہ عقیدہ ہے کہ
اسمٰعیل ذبیح نہیں ہیں۔ بلکہ اسحاق ذبیح ہے۔ حالانکہ تمام مسلمانوں کا اسی پر
اتفاق ہے کہ ذبیح اسمٰعیل ہے اور عید الضحیٰ کے خطبہ میں اکثر خطیب صاحبان رو رو کر
انھیں کا حال سنایا کرتے ہیں۔ اسی طرح صدہا اختلافات گزشتہ علماء و فضلاء کے
اقوال میں پائے جاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں بعض علماء مہدی موعود کے بارے میں دوسرے
علماء سے اختلاف رکھتے ہیں۔ کہ وہ سب حدیثیں ضعیف ہیں۔ غرض جزئیات کے
جھگڑے ہمیشہ سے چلے آتے ہیں۔ مثلاً یزید پلید کی بیعت پر اکثر لوگوں کا اجماع
ہو گیا تھا۔ مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اور ان کی جماعت نے اس اجماع کو قبول
نہیں کیا۔ اور اس سے باہر رہے۔ اور بقول میاں عبد الحق اکیلے رہے حالانکہ
حدیث صحیح میں گو خلیفۂ وقت فاسق ہی ہو بیعت کر لینی چاہیئے اور تخلف بعید

بقیہ حاشیہ۔ ہی شروع ہو گیا۔

غرض اس عاجز کو مباہلہ سے ہرگز انکار نہیں

مگر اسی طریق سے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو پسند کیا ہے۔ مباہلہ کی بنا یقین پر ہوتی ہے نہ
اجتہادی خطا و صواب پر جب مباہلہ سے غرض تائید دین ہے۔ تو کیونکر پہلا قدم ہی دین کے مخالف
رکھا جائے۔

یہ عاجز انشاء اللہ ایک ہفتہ تک ازالۃ الاوہام کے اوراق مطبوعہ آپ کے لیے طلب کریگا
مگر شرط یہ ہے کہ ابھی آپ کسی پر ان کو ظاہر نہ کریں۔ اسکا مضمون آپ تک امانت رہے۔ اگرچہ بعض
مقاصد عالیہ ابھی تک طبع نہیں ہوئے اور یک جائی طور پر دیکھنا بہتر ہوتا ہے۔ تاہم اگر خواستہ

ہے۔ پھر انہیں حدیثوں پر نظر ڈال کر دیکھو جو مسیح کی پیشگوئی کے بارہ میں ہیں کہ کس قدر اختلافات سے بھری ہوئی ہیں۔ مثلاً صاحب بخاری نے دمشق کی حدیث کو نہیں لیا اور اپنے سکوت سے ظاہر کر دیا کہ اس کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

اور ابن ماجہ نے بجائے دمشق کے بیت المقدس لکھا ہے
اب حاصل کلام یہ ہے کہ ان بزرگوں نے باوجود ان اختلافات کثیرہ کے ایک دوسرے سے مباہلہ کی درخواست ہرگز نہیں کی۔ اور ہرگز روا نہیں رکھا کہ ایک دوسرے پر لعنت کریں بلکہ بجائے لعنت کے یہ حدیث سناتے رہے کہ اختلاف امتی رحمۃ۔ اب یہ نئی بات نکلی ہے کہ ایسے اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر

بقیہ حاشیہ۔ قبل از وقت طبیعت سیر نہ ہو جائے۔ مگر آپ کے اصرار سے آپ کے لئے طلب کروں گا۔ چونکہ میرا نوکر جس کے اہتمام اور حفاظت میں یہ کاغذات ہیں۔ اس جگہ سے تین چار روز تک امرتسر جائے گا۔ اس لئے ہفتہ یا عشرہ تک یہ کاغذات آپ کی خدمت میں پہنچیں گے آپ کے لئے ملاقات کرنا ضروری ہے۔ ورنہ تحریر کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً استکشاف کرنا چاہیئے۔ والسلام

خاکسار غلام احمد

نوٹ:۔ اس خط پر تاریخ نہیں ہے۔ لیکن ازالہ اوہام کی طبع کا چونکہ ذکر ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ ۱۸۹۱ء کا مکتوب ہے۔ نواب صاحب قبلہ نے آپ کو مباہلہ کی درخواست منظور کرنے کے متعلق تحریک کی تھی۔ جو عبدالحق غزنوی وغیرہ کی طرف سے ہوئی تھی اس کے جواب میں آپ نے یہ مکتوب لکھا۔ [illegible] اور آپ [illegible] صاف فرماتے ہیں

لعنت کریں۔ اور بد دعا اور گالی اور دشنام کرکے فیصلہ کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر کسی ایک شخص پر افترا اور تہمت کی راہ سے کسی فسق اور معصیت کا الزام لگایا جاوے جیسا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب ساکن علیگڈھ نے اس عاجز پر لگایا تھا کہ نجوم سے کام لیتے ہیں اور اس کا نام الہام رکھتے ہیں تو مظلوم کو حق پہنچتا ہے کہ مباہلہ کی درخواست کرے۔ مگر جزئی اختلافات میں جو ہمیشہ سے علما و فقرا میں واقع ہوتے رہے ہیں۔ مباہلہ کی درخواست کرنا یہ غزنوی بزرگوں کا ہی ایجاد ہے۔ لیکن اگر علماء ایسے مباہلہ کا فتویٰ دیں تو ہمیں عذر بھی کچھ نہیں۔ کیونکہ ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم اس ملاعنہ کی طرق سے جس کا نام مباہلہ ہے اجتناب کریں۔ تو یہی اجتناب ہمارے گریز کی وجہ سمجھی جائے۔ اور حضرات غزنوی خوش ہو کر کوئی دوسرا اشتہار عبدالحق کے نام سے چھپوا دیں۔ اور لکھدیں کہ مباہلہ قبول نہیں کیا اور بھاگ گئے۔ لیکن دوسری طرف ہمیں یہ بھی خوف ہے کہ اگر ہم مسلمانوں پر خلاف حکم شرع اور طریق فقر کی لعنت کرنے کے لئے امرتسر پہنچیں تو مولوی صاحبان ہم پر یہ اعتراض کر دیں کہ مسلمانوں پر کیوں لعنتیں کیں اور ان حدیثوں سے کیوں تجاوز کیا۔

حاشیہ نقلیہ۔ یہ عاجز انبیاء کے طریق پر ہر ایک شبہ کو بجا لاتا ہے۔ اپنے سلسلہ کو ہمیشہ منہاج نبوت پر پیش کیا ہے۔ دوسرے پیر استکشاف حق کے لئے کسی سوال اور جرح کو نہیں مٹاتے۔ بلکہ سائل کو شوق دلاتے ہیں کہ وہ دریافت کرے۔ اس لئے کہ اسے آپ سعیدوں کی نشانی قرار دیتے ہیں۔

(عرفانی)

جو مومن تعان نہیں ہوتا۔ اور اس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہتے ہیں۔
سو پہلے یہ ضروری ہے کہ فتویٰ لکھا جاوے۔ اور اس فتویٰ پر ان تینوں مولوی
صاحبان کے دستخط ہوں۔ جن کا ذکر میں لکھ چکا ہوں۔ جس وقت وہ استفتاء مصدقہ
ہو کر علماء میرے پاس پہنچے تو پھر حضرت غزنوی مجھے امرتسر پہنچا سمجھیں۔ ماسوا
اس کے یہ بھی دریافت طلب ہے کہ مباہلہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں
منجانب اللہ تجویز کیا گیا تھا۔ وہ کفار نصاریٰ کی ایک جماعت کے ساتھ تھا جو نجران
کے معزز اور مشہور نصرانی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مباہلہ جو ایک مسنون امر ہے کہ
اس میں ایک فریق کا کافر یا ظالم کس کو خیال کیا گیا ہے اور نیز یہ بھی دریافت
طلب ہے کہ جیسا کہ نجران کے نصاریٰ کی ایک جماعت تھی آپ کی کوئی جماعت ہے
یا صرف اکیلے میاں عبدالحق صاحب قلم چلا رہے ہیں۔ تیسرا یہ امر بھی تحقیق طلب
ہے کہ اس اشتہار کے لکھنے والے درحقیقت کوئی صاحب آپ کی جماعت میں سے ہیں
جن کا نام عبدالحق ہے یا یہ فرضی نام ہے اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ آپ بھی
مباہلین کے گروہ میں داخل نہیں تو کیا وجہ؟ اور پھر وہ کونسی جماعت ہے
جیسا کہ منشاء آیت کا ہے ان تمام امور کا جواب بواپسی ڈاک ارسال فرماویں۔
اور میاں عبدالحق نے اپنے اشتہار میں جو مجھے جہنمی اور ناری لکھا ہے اس کے جواب
میں مجھے کچھ ضرورت لکھنے کی نہیں ہے کیونکہ مباہلہ کے بعد خود ثابت ہو جائے گا کہ
اس خطاب کا مصداق کون ہے۔ لیکن جہاں تک ہو سکے آپ مباہلہ کے لئے کاغذ
استفتاء تیار کر کے مولوی صاحبین موصوفین کی مواہیر ثبت ہو جانے کے بعد وہ کاغذ
میرے پاس بھیجدیں۔ اور اس میں کچھ توقف کریں گے یا میاں عبدالحق چپ کر کے
بیٹھ جائیں گے تو شکست پر حمل کیا جائے گا۔

اخبار میں اور نیز رسالہ ازالہ اوہام میں چھاپ دی جائیں گی۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور یکم رجب ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء

حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار کے نام

تمہیدی نوٹ

حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار، حسین پور ضلع مظفر نگر کے رہنے والے ایک نو مسلم خاندان سے تعلق رکھتے تھے یہ خاندان پنجاب کے محکمہ نہر میں ملازم تھا۔ اس لئے نہر والے کہلاتے تھے۔ امرتسر میں اس خاندان کے ایک رکن محمد عمر صاحب نے ایک مسجد تعمیر کی تھی جو حضرت مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے خاندان میں اسوقت تک چلی آتی ہے۔ حافظ محمد یوسف اہلحدیث کے فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اور اہلحدیث گروہ کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے اور مولوی عبد اللہ صاحب کے ساتھ ارادت رکھتے تھے محکمہ نہر کے چند آدمی سید فتح علیشاہ صاحب منشی الٰہی بخش منشی امیر الدین منشی عبد الحق صاحب وغیرہم ابتداً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ارادت اور عقیدت کے ساتھ ملے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقوی و طہارت اور زہد و ورع سے ذاتی طور پر واقف تھے اور نیز مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے

کشوف حضرت اقدس کی نسبت سن چکے تھے اور حضرت اقدس کی
اسلامی خدمات کو برای العین مشاہدہ کرتے تھے۔ خاکسار عرفانی کبیر
کو ذاتی طور پر ان لوگوں سے ملاقات کی ابتدا ۱۸۹۲ء میں ہوئی
اور اس کے بعد یہ سلسلہ یہاں تک بڑھا کہ عرفانی کبیر کو حافظ محمد یوسف
صاحب تبلیغ سلسلہ کے لئے اپنے ساتھ لے گئے۔ اور اسے موقع
ملا کہ وہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور ان کے شاگردوں
کے ساتھ اپنی بصیرت کے موافق مباحثات کرتا رہا۔ اور قصور میں
جماعت کا قیام اسی وقت ہوا۔ اور ان اولون السابقون میں حضرت
مرزا فضل بیگ رضی اللہ عنہ اور حضرت چودھری نظام الدین صاحب
رضی اللہ عنہ کا خاندان ہے۔ خاکسار عرفانی کبیر حافظ محمد یوسف
صاحب کو ڈپٹی کلکٹری کے امتحان کی تیاری خود قانون کی کتابوں کو
یاد کر کے کراتا تھا۔ اور ان کے ساتھ ضلعداری کا کام بھی کرتا تھا اسی
سلسلہ میں وہ نائب ضلعدار مقرر ہوا مگر خدا تعالیٰ کی خاص مشیت کے
ماتحت استعفیٰ دیدیا۔ یہ ذکر ضمناً آگیا حافظ محمد یوسف اس وقت
احمدیت کے ایک سرگرم مبلغ تھے اور اس غرض کے لئے وہ اپنا روپیہ بھی
خرچ کرتے تھے مجھے ان لوگوں سے انصاف کرنا چاہیئے کہ یہ پارٹی
بڑے جوش سے کام کر رہی تھی۔ ان سب کی روح رواں حافظ
صاحب ہی تھے وہ صاحب الہام ہونے کے بھی مدعی تھے اور اس
میں کچھ شک نہیں کہ انہیں اپنے الہامات اور کشوف ہی کی وجہ سے
اس طرف زیادہ متوجہ تھی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی

جب اس نے حضرت اقدس کی مخالفت کا اظہار کیا حافظ صاحب مباحثہ کی طرف بلاتے رہے اور ایک مرتبہ منشی امیر الدین صاحب کے مکان پر حضرت حکیم الامتہ مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرا دیا۔ اور اگست ۱۹۱۱ء میں چوٹی کے علماء مخالف سلسلہ کے نام ایک جماعت کو شامل کر کے مباحثہ کی دعوت دی۔ اس وقت ایک عام شور برپا تھا۔ لودہانہ سے ایک جماعت اہل اسلام نے علماء کے نام ایک خط شایع کیا اور لاہور سے حافظ صاحب نے چند سربرآوردہ اور ممتاز مسلمانوں کو ساتھ ملا کر مولوی محمد صاحب لکھنوی وغیرہ متعدد علماء کے نام ایک خط لکھا تاکہ وہ حضرت اقدس کے دعاوی کے متعلق ایک فیصلہ کن مباحثہ کر لیں۔ یہ خطوط اور حضرت اقدس کا جواب انہیں ایام میں اخبار ریاض ہند امرتسر کے ضمیمہ میں شایع ہو گیا تھا۔ میں نے انکو بھی بالجلد ضمیمہ حافظ صاحب کے نام کے خطوط کے بعد درج کروں گا (انشاء اللہ العزیز)

اس سے ظاہر ہے کہ حافظ صاحب کسقدر اس سلسلہ میں سرگرم تھے یہاں تک ہی نہیں۔ حافظ محمد یوسف صاحب پہلے آدمی ہیں جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مولوی عبد الحق غزنوی سے مباہلہ کیا اور اس مباہلہ کا اثر اسی وقت ہی ظاہر ہو گیا۔ حافظ محمد یوسف صاحب نے مباہلہ کے بعد کہا کہ اگر اس مباہلہ کا کچھ بھی اثر مجھ پر ہوا تو میں اپنے عقیدہ سے رجوع کر لوں گا لیکن جب مولوی عبد الحق سے دریافت کیا تو اس نے

کہا کہ اگر میں اپنی اس بد دعا سے سور بندر اور ریچھ بھی ہو جاؤں تب بھی اپنا عقیدہ تکفیر ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اور کافر کہنے سے باز نہ آؤں گا۔ یہ بجائے خود عبدالحق پر مباہلہ کا اثر تھا کہ اس کی فطرت مسخ ہو گئی۔ حافظ صاحب کی یہ سرگرمیاں جاری رہیں اور حافظ صاحب نے اپنا ایک کشف خصوصیت سے حضرت اقدس کے متعلق بیان کیا تھا جس کا میں بھی گواہ تھا اور وہ معراج یوسفی کے نام سے شایع ہو چکا ہے۔ یہ ساری جماعت جس میں حافظ صاحب۔ منشی الٰہی بخش۔ منشی عبدالحق وغیرہ شامل تھے اخلاص کے ساتھ کام کر رہی تھی مگر کوئی مخفی معصیت تھی جو اندر ہی اندر غیر معلوم طور پر ان کے حبط اعمال کا سامان کر رہی تھی۔ ایک روز منشی الٰہی بخش اور عبدالحق صاحب لاہور سے آئے ان ایام میں منشی الٰہی بخش کو اپنے الہامات کا بڑا دعویٰ تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ وہ موسیٰ ہیں۔ شام کی نماز کے بعد حضرت اقدس حسب معمول شہ نشین پر تشریف فرما تھے۔ یہ بزرگ بھی موجود تھے حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ قرآن مجید کی بعض آیات کے متعلق ایسے موقعہ پر کوئی سوال کیا کرتے تاکہ حقایق و معارف کے دریا بہہ نکلیں۔ انھوں نے (یہ سب میرے سامنے کا واقعہ ہے۔ (عرفانی کبیر) حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت! یہ کیا راز ہے کہ بلعم جو بڑا خدا رسیدہ اور عبادت گذار صاحب الہام تھا وہ اسقدر گر گیا کہ قرآن کریم میں اس کی مثال

کئے سے دی گئی ہے اس پر حضرت اقدس نے بڑی لطیف تقریر فرمائی
جس کا خلاصہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کے ماموریں کا مقام اتنا بلند ہوتا
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت بھی گوارا نہیں کرتی کہ کوئی ان کے مقابلہ میں
کھڑا ہو۔ اور جو بھی اس مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے وہ عالم ہو تو اسکا
علم اور صاحب کشف و الہام ہو تو اس کے کشوف و الہام سلب
ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ مامورمن اللہ خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال
اور اس کی ہستی کو منوانے کے لئے اسکا مظہر ہو کر کھڑا ہوتا ہے۔
بلعم موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کھڑا ہوا وہ موسیٰ کا نہیں خدا کا
مقابلہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو معذول کر دیا۔ یہ خلاصہ اس
تقریر کا میرے اپنے الفاظ میں ہے۔

بدقسمتی سے منشی الٰہی بخش نے یہ سمجھا کہ مجھے بلعم بنایا گیا ہے اور
میری اس طرح تحقیر کی گئی ہے اس کے بعد وہ مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور
واقعات نے ثابت کر دیا کہ وہ فی الحقیقت معذول بلعم ثابت ہوا۔
حافظ صاحب اور منشی عبدالحق۔ الٰہی بخش کے رفقاء میں سے تھے۔
اور دوست نوازی نے ان کو بھی اپنے مقام سے گرا دیا۔ اور مجھے
افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ ان کا انجام اس دنیا میں اس کا مصداق
ہوا

معلوم کر کے سب کچھ محروم ہو گئے ہیں

حافظ [illegible] مقابلہ [illegible] اور میری [illegible]
[illegible] ناکام [illegible]

میں نے لکھ دیا ہے۔ تفصیل کی توفیق ملی تو عاقبۃ المکذبین میں کر سکوں گا۔ وباللہ التوفیق۔ (عرفانی کبیر)

پہلا خط بنام حافظ محمد یوسف صاحب

میرے پاس شیخ حامد علی صاحب ساکن تھہ غلام نبی نے یہ بیان کیا ہے کہ حافظ محمد یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار نے مجھ سے کہا کہ منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ لاہور کو مرزا غلام احمد کی نسبت کئی الہامات ایسے ہوئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ منشی صاحب موصوف کو یہ خبر دیتا ہے کہ غلام احمد مسرف کذاب ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر الہام ہوئے ہیں۔ لیکن منشی صاحب اس مصلحت سے ان الہامات کو کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع نہیں کرتے کہ مبادا مرزا غلام احمد ہم پر انگریزی عدالت میں نالش کر دے۔ ہاں اگر مرزا غلام احمد تحریری وعدہ لکھ دے کہ میں نالش نہیں کروں گا۔ تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہفتہ عشرہ میں کسی اشتہار یا اخبار کے ذریعہ سے ان الہامات کو منشی الٰہی[1] صاحب کے ہاتھ سے شائع کرا دیں گے۔ پس چونکہ یہ طریق نہایت عمدہ ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس سے کوئی فیصلہ ہو جاوے۔ اس لئے میں حضرت عزت کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ میں ایسے الہامات کے شائع کرنے سے کسی عدالت میں نالش نہیں کروں گا۔ ہاں یہ شرط ہے بلکہ نہایت ضروری شرط ہے کہ منشی الٰہی بخش صاحب خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر الہامات شائع

---

[1] لفظ بخش چھوٹ گیا معلوم ہوتا ہے۔ (ناقل)

کریں یعنی تحریر الہامات کے پہلے یہ قسم کھائیں کہ مجھے اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ جو الہامات ذیل میں لکھتا ہوں۔ وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور اگر اس تحریر میں میری طرف سے کوئی گستاخی یا جھوٹ یا افترا ہے تو خدا تعالیٰ اس افترا کا مجھے پاداش دے۔ یہ لکھ کر یہ الہامات لکھ دیں۔

سو میں یہ رقعہ بخدمت حافظ محمد یوسف صاحب اس غرض سے لکھتا ہوں۔

الراقم مرزا غلام احمد بقلم خود

مکرر یہ کہ یہ بھی شرط ہے کہ منشی الٰہی بخش صاحب اپنے تکذیب تفسیق کے الہامات کو اپنے نام اور پورے پتہ و سکونت وغیرہ سے شائع کریں۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر تین ہفتہ تک انتظار کر کے یہ رقعہ کسی اشتہار یا اخبار کے ذریعہ سے شائع کر دیا جائے گا اس کی ایک نقل اسی غرض سے رکھی گئی ہے۔ فقط ۲۰ اپریل ۱۸۹۹ء

گواہ شد دستخط عبد الرحمٰن حاجی اللہ رکھا۔ گواہ شد دستخط مرزا خدا بخش۔ گواہ شد دستخط۔ نور الدین عفا اللہ عنہ۔ گواہ شد دستخط معراج الدین عفی عنہ گواہ شد دستخط۔ عبد الکریم سیالکوٹی۔

دوسرا خط بنام حافظ محمد یوسف صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت شریف مکرمی حافظ محمد یوسف صاحب   ۱۵ مئی ۱۸۹۹ء

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ اگرچہ وہ شرائط جو میں نے لکھی تھیں وہ سید فیصلہ ناظرہ کے لئے لکھے تھے۔ اور ان کے لکھنے سے نہ یہ غرض تھی کہ حضرت منشی الٰہی بخش صاحب پر مجھ اعتبار نہیں۔ اور نہ یہ غرض

تھی کہ میں نعوذ باللہ ان کے لئے کوئی بدمنصوبہ سوچتا ہوں۔ محض نیک نیتی سے لکھا گیا تھا۔ لیکن چونکہ مجھے آسمانی فیصلہ مطلوب ہے یعنی یہ مدعا ہے کہ تا لوگ ایسے شخص کو شناخت کر کے جس کا وجود حقیقت میں ان کے لئے مفید ہے راہ راست پر مستقیم ہوجائیں اور تا لوگ اس شخص کو شناخت کرلیں جو درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے امام ہے اور ابھی تک یہ کسکو معلوم ہے کہ وہ کون ہے اور بھی تک یہ کس کو معلوم ہے کہ وہ کون ہے۔ صرف خدا کو معلوم ہے یا ان کو جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بصیرت دی گئی ہے۔ اس لئے یہ انتظار کیا گیا ہے۔ پس اگر جناب منشی الٰہی [1] صاحب کے الہامات درحقیقت خدا تعالیٰ کیطرف سے ہیں تو وہ الہام جو میری نسبت انکو ہوئے ہیں۔ اپنی سچائی کا کوئی کرشمہ ظاہر کریں گے۔ اور اسطرح یہ خلقت جو واجب الرحم ہے۔ مسرف کذاب سے نجات پا جائے گی۔ اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں کوئی ایسا امر ہے جو اس بدظنی کے برخلاف ہے تو وہ امر روشن ہوجائے گا لہٰذا میں اس بات سے تو باز آیا کہ منشی صاحب کے منہ سے قسم کا اقرار لوں۔ گو خدا تعالیٰ نے بھی قسمیں کھائی ہیں اور ہمارے سید اور مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض اوقات قسمیں کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے والذی نفسی بیدہٖ لیکن میں عام لوگوں کو زیادہ توجہ دلانے کے لئے خود منشی الٰہی بخش صاحب کو قسم دیتا ہوں اور میری طرف سے منشی صاحب موصوف کو یہ قسم ہے کہ اے منشی الٰہی بخش صاحب آپ کو اس خدائے قادر ذوالجلال غیور کی قسم ہے کہ میری نسبت جسقدر آپ کو خدائے تعالیٰ کیطرف سے الہامات ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب مع ترجمہ

---

[1] یہاں بخش چھوٹ گیا ہے۔ (ناقل)

لکھ کر کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کر دیجئے۔ میں آپکو اے منشی الٰہی بخش صاحب پھر اس قادر قدوس کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ان الہامات میں سے جو آپ نے حافظ صاحب کو یا حضرت منشی عبدالحق صاحب کو یا کسی اور کو سنائے ہیں یا ابھی سنائے نہیں کوئی الہام مخفی نہ رکھئے۔ میں پھر تیسری مرتبہ اے منشی الٰہی بخش صاحب آپ کو اس حی و قیوم لا الٰہ الا اللہ کے مصداق کی قسم دیتا ہوں۔ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قرآن شریف نازل کیا اور قسم کا منشا یہی ہے کہ آپ اسی کے منہ کے لئے اسی کی عزت کے لئے اسی کے نام کے ادب کیلئے وہ کل الہامات جو میری نسبت آپکو ہوئے ہیں۔ اس خط کے پہونچنے سے ایک ہفتہ تک کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کرا دیجئے۔

اور دس اشتہار میری طرف بھی بھیج دیجئے۔ اور کوئی الہام جو میری نسبت ہو چکا ہے مخفی نہ رکھیئے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ نعوذ باللہ میری طرف سے نہ کوئی آپ پر نالش ہوگی اور نہ کسی قسم کا بیجا حملہ آپ کی وجاہت و شان پر ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ ایسے سب کام بد ذاتی ہیں۔ میں صرف خدا تعالیٰ سے عقدہ کشائی چاہتا ہوں تا وہ لوگ جو مجھے مسرف اور کذاب کا نام دیتے ہیں جو قرآن میں فرعون اور کسی اشد کافر کا نام ہے اور وہ لوگ میرے دعوی مسیح موعود ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ آپ فیصلہ کرے۔ میں نے تین قسموں کیساتھ آپکی خدمت میں عرض کی ہے اور یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور تمام پیغمبروں کی ہے کہ جب قسم دیکر انکو پوچھا جاتا تھا تو وہ اس جواب کو بغیر کم یا زیادہ کرنیکے اور بغیر کسی قسم کی خیانت و تحریف کے ٹھیک ٹھیک مطابق واقعہ بیان کر دیتے سوا ہو اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا آپ اپنے منہ سے قسم کھانے سے الگ رہئیے گو میرا مدعا بھی اس طور سے حاصل ہو جائیگا ضرور نہیں کہ اظہار قسم کرو۔ دستخط مرزا غلام احمد

بابو الٰہی بخش کے نام

(تمہیدی نوٹ)

بابو الٰہی بخش صاحب کا ضمنی ذکر میں نے حافظ محمد یوسف صاحب کے متعلق تمہیدی نوٹ میں کیا ہے یہ صاحب ضلع ملتان کے باشندے تھے اور محکمہ نہر میں ترقی کرتے کرتے اکونٹنٹ کے درجہ تک پہونچ چکے تھے۔

محکمہ نہر کے یہ چند مسلمان افسر مولوی عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عقیدت اور ارادت رکھتے تھے اور انھوں نے مولوی صاحب موصوف کی زبانی یہ سنا تھا کہ "ایک نور پیدا ہوگا جس سے دنیا کے چاروں طرف روشنی ہو جائے گی اور وہ نور مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہے جو قادیان میں رہتا ہے" اور مولوی صاحب موصوف کا جب کبھی ذکر ہو تو حضرت مرزا صاحب کے متعلق نیک خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ اس لئے اس گروہ کو حضرت اقدس سے تعلق اور محبت پیدا ہوئی۔ اپنے فہم اور عقل کے موافق یہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے اور زمانہ کی حالت کے لحاظ سے اسلامی خدمات سے دلچسپی رکھتے تھے۔ منشی الٰہی بخش کو یہ بھی دعویٰ تھا کہ ان کو الہام اور کشف ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسلامی خدمات اور مخالفین اسلام کے جواب میں سینہ سپر ہوتے دیکھ کر اور

آپ کے تقویٰ وطہارت سے آگاہ ہو کر یہ گروہ آپ کی خدمت میں آیا
اور تعلقات کو بڑھایا۔ حضرت اقدس بھی منشی الٰہی بخش صاحب کی
نسبت حسن ظن رکھتے تھے چنانچہ آپ نے جب منشی صاحب کی رہنمائی
کے لئے خصوصاً اور عوام کے فائدہ کے لئے عموماً ضرورت امام لکھی تو
آپ نے اس میں تحریر فرمایا" ان دنوں میں نے ماہ ستمبر ۱۸۹۸ء
میں جو مطابق جمادی الاول ۱۳۱۶ھ ہے ایک میرے دوست
جن کو میں ایک بے شر انسان اور نیک بخت اور متقی اور پرہیزگار
جانتا ہوں اور ان کی نسبت ابتدا سے میرا بہت نیک گمان ہے
واللہ حسیبہٗ مگر بعض خیالات میں غلطی میں پڑا ہوا سمجھتا ہوں اور
اس غلطی کے ضرر سے ان کی نسبت اندیشہ بھی رکھتا ہوں"

حضرت اقدس کو ان کی نسبت حسن ظن تھا اور ان کے
انجام کے متعلق خطرہ اور اندیشہ بھی تھا کہ وہ غلطی ان کو ہلاک نہ کر دے۔
اور آخر ایسا ہی ہوا جس کا بہت ہی افسوس ہے۔ یہاں ایک جملہ معترضہ
کے طور پر میں یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ یہ عجیب بات ہے کہ حضرت
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائے عہد میں جو لوگ بظاہر
بڑے اخلاص سے شریک ہوئے اور انھوں نے آپ کے کاموں
میں امداد کے لئے ہاتھ بٹایا نخوت اور تکبر نے ان کی حالت کو
بدل دیا اور وہ ع "معلوم کرکے سب کچھ محروم ہو گئے" ان میں
بعض الہام وکشف کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور بعض رسول نما بنتے تھے۔
اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے مامور کے مقابلہ میں جو بھی کھڑا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ اس کے علم کو اس مخالفت کے نتیجہ میں سلب کر لیتا ہے ؎

خدا خود قصۂ شیطاں بیاں کرد است تا دانند
کہ ایں نخوت کند ابلیس ہر اہل عبادت را

منشی الٰہی بخش صاحب کو ابتداءً حضرت اقدس کی تائید اور تصدیق میں الہامات اور کشوف ہوتے تھے اور یہ الہامات وہ ایک رجسٹر میں لکھتے تھے۔ میں ان لوگوں کے ساتھ ملتا جلتا اور ان کی مجالس میں بے تکلف آتا جاتا تھا وہ اپنے الہامات اور رویا سناتے۔ یہ بھی وہ سنایا کرتے بلکہ اس رجسٹر میں لکھ رکھا تھا کہ ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ مرزا صاحب کو تو خدا نے بڑے بڑے درجات دیئے ہیں مگر میرے واسطے کچھ نہیں تو الہام ہوا ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء یعنی یہ اللہ کا فضل ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ باوجود اس محبت کے جو وہ حضرت اقدس سے ظاہر کرتے تھے ان کے دل میں ایک مخفی حسد بھی تھا جس کو وہ محسوس نہ کرتے تھے۔ اور اپنی ظاہری عبادت پر نازاں تھے جو بجائے اس کے کہ ان کے اندر خشیت الٰہی کو پیدا کرتی۔ اس نے ایک قسم کی نخوت پیدا کر دی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے آپ کو ایک ایسے مقام پر سمجھنے لگے کہ مجھے امام الزماں کی بیعت کی ضرورت نہیں یہ تحریک اس حد تک پہونچی کہ انھیں ایک خواب آ گیا اور وہ خود انھوں نے حضرت اقدس کو سنایا کہ "میں نے آپ کی نسبت کہا ہے کہ میں ان کی بیعت کیوں کروں بلکہ انھیں میری بیعت کرنی چاہیئے" کشوف اور

الہامات میں حدیث النفس کو سمجھنے والے لوگ بآسانی اس خواب کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں کہ ایک زمانہ تک اس شخص کا یہ دعویٰ رہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں ایسے الہامات اور کشوف ہوتے ہیں اور وہ آپ کی اسلامی خدمات کو خود دیکھتا تھا اور حضرت کے متعلق اس کے اپنے الہام میں یہ بتایا گیا تھا کہ یہ خاص اللہ کا فضل ہے۔ باوجود ان باتوں کے اس خواب نے اس کو غلطی میں ڈال دیا۔ اور وہ اپنے آپ کو اس مقام پر سمجھنے لگا کہ وہ شخص جس کے مقام اور شان کی خدا تعالیٰ نے بقول اس کے اس کو خبر دی تھی اس کی بیعت کرے۔ یہ خواب اس کے لئے ٹھوکر کا پتھر ہوا۔ بابو صاحب ستمبر ۱۸۹۰ء میں قادیان اس خواب کو دیکھ کر آئے۔ منشی عبدالحق صاحب لاہوری بھی ان کے ساتھ تھے انھوں نے حضرت اقدس کو اپنے الہامات اور یہ خواب سنایا حضرت اقدس نے نہایت محبت اور درد دل کے ساتھ ان کو بتایا کہ مامور من اللہ اور عوام کے الہامات میں ایک فرق بین ہوتا ہے۔ عوام کے الہامات میں ان کی ذاتی خواہشات اور تمنی بھی شامل ہو جاتی ہے اور اس طرح بعض اوقات وہ شیطان کے ہاتھ میں کھیلتے ہیں حضرت اقدس سے ان کا یہ خلیہ قریباً دو گھنٹہ تک رہا مغرب کی نماز کے بعد وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر میں نے حافظ محمد یوسف صاحب کے ذکر میں کیا ہے۔ حضرت اقدس کی نصائح سے وہ پہلے ہی برافروختہ تھے بابو صاحب زود رنج تھے اور اس کے علاوہ

ہر شخص ان کے چہرہ پر دیکھ سکتا تھا کہ وہ عموماً عبوس الوجہ رہتے تھے جب بلسعم والے معاملہ کو حضرت نے بیان کیا تو اس بدقسمت نے یہ سمجھا کہ مجھے ایسا کہا گیا ہے۔ میں جو اس مجلس میں موجود تھا قسم کھا کر بیان کر سکتا ہوں کہ حضرت نے اشارتاً کنایتاً بھی ان کی نسبت کچھ نہ کہا۔ حضرت مولوی عبدالکریم رض کا سوال بھی اس نیت سے نہ تھا اور وہ خالی الذہن تھے حضرت اقدس نے اس گفتگو کا جو اندر تخلیہ میں منشی الٰہی بخش سے ہوئی اب تک ذکر نہ کیا تھا۔ یہ حالات تو ضرورۃ الامام کی تصنیف اور منشی الٰہی بخش کے جانے کے بعد کہے۔

غرض منشی صاحب کے لئے یہ سفر نہایت نامبارک ہوا وہ اخلاص اور محبت جو انھوں نے سالہا سال سے پیدا کی تھی وہ اپنے نفس کے مکاید میں مبتلا ہو کر ضائع کر دیا اور ان کا انجام ابتدار سے بدتر ہو گیا۔ وہ اپنے دل میں یہ جذبہ لے کر گئے کہ حضرت مرزا صاحب نے انکو بھری مجلس میں ذلیل کیا اور میرے الہامات کو حقیر سمجھا۔ کیونکہ حضرت اقدس نے اپنی ملاقات میں انھیں یہ بھی بتایا تھا کہ آپ ان الہامی فقرات سے دھوکہ نہ کھائیں جو آپ کی زبان پر جاری ہوتے ہیں میری جماعت میں اس قسم کے ملہم بہت ہیں کہ بعض کے الہامات کی ایک کتاب بنتی ہے اور ان کے الہامات میں آپ کی نسبت غلطی کم ہوتی ہے ایسے الہامات سے کوئی شخص بھی امام الزماں کی بیعت سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ غرض

ان تمام حالات نے انکی ایمانی حالت میں ایک تغیر پیدا کر دیا۔ اور وہ محبت کی بجائے کینہ اور مخالفت کے جذبات لے کر واپس گئے اور اپنی مجلسوں میں انھوں نے ذکر کیا کہ میری تحقیر اور تذلیل کی گئی۔ حضرت اقدس نے ہمدردی کے جوش میں ضرورۃ امام نام کی کتاب ڈیڑھ دن میں تیار کر کے شایع کر دی اس میں کہا کہ میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں ان کے لئے امامت حقہ کے بیان میں یہ رسالہ لکھوں اور بیعت کی حقیقت تحریر کروں"

حضرت اقدس کے اس رسالہ کے بعد ان کی مخالفت میں شدت اور محبت بغض کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ اور وہ پھر اسی غزنوی ٹولہ کے افراد سے ربط ضبط کرنے لگے جن کی نسبت انھیں کبھی الہام ہوا تھا

چہ داند بوزنہ لذات ادرک

چونکہ وہ علوم دینی سے واقف نہ تھے اور ایک عامی انگریزی خواں تھے اس لئے مخالفانہ تحریروں کے لئے ان لوگوں کے دامن میں ہی پناہ لینی پڑی جن کو نفرت اور حقارت سے اپنے الہامات میں ہندو کے لفظ سے یاد کرتے تھے اور مخالفت میں شدت ہوتی گئی۔ جون ۱۹۰۶ء کو حضرت اقدس نے بابو صاحب کو ایک خط لکھا کہ آپ کو بھی الہام ہوتے ہیں اور مجھے بھی الہام ہوتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں مسلمان حیران

ہیں کہ کس کو مانیں اور کس کو نہ مانیں۔ پس آپ کو خدا کی قسم ہے کہ اسلام اور مسلمانوں پر رحم کر کے ۳۰ جون ۱۸۹۹ء تک اپنے الہامات جو میرے خلاف ہیں چھاپ کر مجھے بھیجدیں تا پھر میں بھی اپنے الہامات جن پر میرے دعاوی کی بنا ہے چھاپ دوں اور پھر ہم دونوں خدا سے آسمانی فیصلہ کی درخواست کریں تا مسلمانوں کو اس تذبذب سے نجات ہو۔ منشی الٰہی بخش صاحب اس میدان مقابلہ میں نہ نکلے اور یوں اپنی مجلسوں میں مخالفت کرتے رہے۔ اس پر حضرت اقدس نے ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کو اتمام حجت کے لئے ایک اعلان بعنوان معیار الاخبار شایع کیا اور پھر ۱۶ جون ۱۸۹۹ء والے خط کے مطالبہ کو دہرایا مگر لاہوری منیم کو اس مقابلہ میں علی الاعلان آنےکی ہمت نہ پڑی اور ایک کتاب عصائے موسیٰ کے نام سے عام مکذبین کے طریق پر شایع کی اور اس میں حضرت اقدس کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ کذاب ہیں اور میری زندگی میں طاعون سے ہلاک ہو جائیں گے۔ اس طرح گویا منشی الٰہی بخش صاحب اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتحان کے لئے خدائی فیصلہ کا نفاذ بھی باقی تھا

جو حق و باطل میں ہونیوالا تھا

منشی الٰہی بخش نے اپنے الہامات کی بنا پر علی الاعلان یہ کہا تھا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام طاعون سے اس کی زندگی میں فوت ہو جائیں گے۔ اور خود موسیٰ ہونے کا بھی دعویٰ کیا اور حضرت کو لکھا کہ میں موسیٰ ہوں اور میرے ہاتھ سے آپ کا سلسلہ ہلاک کر دیا جاوے گا۔ (مفہوم)

اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کو بذریعہ الہام بشارت دی کہ " ایک موسیٰ ہے اسکو ظاہر کروں گا اور لوگوں کے سامنے اس کو عزت دوں گا جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اس کو گھسیٹوں گا اور اس کو دوزخ دکھلاؤں گا۔ میرے نشان روشن ہو جائیں گے۔ میرا دشمن ہلاک ہو گیا (یعنی ہلاک ہو جائے گا) ہن اس دا لیکھا خدا نال جا پیا ہے "

یہ الہامات قبل از وقت اخبار الحکم اور بدر میں شایع ہو گئے۔ یہ مارچ ۱۹۰۷ء کی بات ہے ان الہامات کی اشاعت کے سترھویں دن بعد، ۷ اپریل ۱۹۰۷ء کو بابو الٰہی بخش صاحب (جو حضرت مسیح موعود کا اپنی زندگی میں طاعون سے ہلاک ہونیکا اعلان کرتے تھے خود طاعون میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا اور اس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے فیصلہ سے حق اور باطل میں امتیاز کر دیا۔ اور بتا دیا کہ الٰہی بخش اپنے دعاوی میں کاذب اور حضرت مرزا صاحب صادق ہیں۔ واللہ الحمد۔ تفصیلی تذکرہ انشاء اللہ العزیز انجام المکذبین میں ہو گا۔ و باللہ التوفیق ہو نعم المولیٰ و نعم الرفیق۔

(عرفانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

از جانب متوکل علی اللہ الواحد غلام احمد عافاہ اللہ واید۔ بخدمت اخویم مکرم
بابو الٰہی بخش صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد ہذا اس عاجز کو اس وقت
تک آں مکرم کے الہامات کی انتظار رہی۔ مگر کچھ معلوم نہیں کہ توقف کا کیا باعث ہے۔
میں نے سراسر نیک نیتی سے جس کو خداوند کریم جانتا ہے۔ یہ درخواست کی تھی
تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو ان تناقض الہامات میں کچھ فیصلہ ہو جائے کیونکہ الہامات
کا باہمی تناقض اور اختلافات اسلام کو سخت ضرر پہنچاتا ہے۔ اور اسلام کے
مخالفوں کو ہنسی اور اعتراض کا موقعہ ملتا ہے اور اس طرح پر دین کا استخفاف
ہوتا ہے۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ ایک شخص کو خدا تعالیٰ یہ الہام کرے کہ تو خدا تعالیٰ
کا برگزیدہ اور اس زمانہ کے تمام مومنوں سے بہتر اور افضل اور مثیل الانبیاء اور
مسیح موعود اور مجدد چودھویں صدی اور خدا کا پیارا اور اپنے مرتبہ میں نبیوں
کی مانند اور خدا کا مرسل ہے۔ اور اس کی درگاہ میں وجیہہ اور مقرب اور مسیح
ابن مریم کی مانند ہے۔ اور ادہر دوسرے کو یہ الہام کرے کہ یہ شخص فرعون اور
کذاب اور مسرف اور فاسق اور کافر اور ایسا اور ایسا ہے۔ ایسا ہی اس شخص
کو تو یہ الہام کرے کہ جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں
داخل نہیں ہوگا۔ اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے
والا جہنمی ہے اور پھر دوسرے کو یہ الہام کرے کہ جو اس کی پیروی کرتے
ہیں۔ وہ شقاوت کا طریق اختیار کرتے ہیں۔ پس سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر اسلام
پر یہ مصیبت ہے کہ ایسے مختلف الہام ہوں اور مختلف فرقے پیدا ہوں جو
ایک دوسرے کے سخت مخالف ہوں۔ اسلئے ہمدردی اسلام اسی میں ہے کہ

ان الہامات کا فیصلہ ہو جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کوئی فیصلہ کی راہ پیدا کر دے گا۔ اور اس مصیبت سے مسلمانوں کو چھوڑائے گا۔ لیکن یہ فیصلہ تب ہو سکتا ہے کہ ملہمین جن کو الہام ہوتا ہے وہ زنانہ سیرت اختیار نہ کریں اور مرد میدان بن کر جس طرح کے الہام ہوں وہ سب دیانت کے ساتھ چھاپ دیں اور کوئی الہام جو تصدیق یا تکذیب کے متعلق ہو۔ پوشیدہ نہ رکھیں۔ تب کسی آسمانی فیصلہ کی امید ہے۔ اسی وجہ سے میں نے اللہ تعالےٰ کی قسمیں آپ کو پہلے خط میں دی تھیں۔ تا آپ جلد تر اپنے الہام میری طرف بھیجدیں مگر آپ نے کچھ پروا نہیں کی۔ اور میرے نزدیک یہ عذر آپ کا قبول کے لایق نہیں کہ آپ کو مخالفانہ الہام اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ ایک مدت ان کی تشریح کے لئے چاہیئے۔ میرے خیال میں یہ کام چند منٹ سے زیادہ کا کام نہیں ہے۔ اور غائت درجہ دو گھنٹہ تک معہ تشریح و تفسیر آپ لکھ سکتے ہیں۔ اور اگر کسی اور کتاب کا ارادہ ہے تو اس کو اس سے کچھ تعلق نہیں مناسب ہے کہ آپ اس امت پر رحم کرکے اور نیز خدا تعالیٰ کی قسموں کی تعظیم کرکے بالفعل دو تین سو الہام ہی جو گھنٹہ دو گھنٹہ کا کام ہے چھپوا کر روانہ فرما دیں۔ یہ تو میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ الہامات کی بڑی بڑی عبارات ہیں۔ بلکہ ایسی ہوں گی جیسا کہ آپ کا الہام مُسرِفٌ کذّابٌ۔ تو اس صورت میں آپ جانتے ہیں کہ اس قدر الہام کاغذ کے ایک صفحہ میں کس قدر آسکتے ہیں۔ میں پھر آپ کو اللہ جل شانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرکے بمجرد پہونچنے اس خط کے اپنے الہامات چھپوا کر روانہ فرما دیں۔ مجھے اس بات پر بھی سخت افسوس ہوا ہے کہ آپ نے بے وجہ میری یہ شکایت کی کہ

گویا میں نے مولوی عبداللہ صاحب کی کوئی بے ادبی کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میری گفتگو صرف اس قدر تھی کہ آپ مولوی محمد حسین کو کیوں برا کہتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے مرشد مولوی عبداللہ صاحب نے اس کے حق میں یہ الہام شایع کیا تھا کہ وہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہے۔ اور سب امت سے بہتر ہے۔ یہ قرآنی الہام تھے جن کا میں نے ترجمہ کر دیا ہے۔ اس صورت میں اگر شک تھا تو آپ مولوی محمد حسین سے دریافت کر لیتے۔ سچی بات پر غصہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ پھر ماسوا اس کے جس دعویٰ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اس کے مقابل پر عبداللہ صاحب کی کیا حقیقت اور سرمایہ ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ اگر وہ اس وقت زندہ ہوتے تو وہ میرے تابعداروں اور خادموں میں داخل ہو جاتے۔ ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے آگے گردن خم کرنا اور غربت اور چاکری کی راہ سے اطاعت اختیار کر لینا ہر ایک دیندار اور سچے مسلمان کا کام ہے۔ پھر وہ کیونکر میری اطاعت سے باہر رہ سکتے تھے۔ اس صورت میں آپ کا کچھ بھی حق نہیں تھا۔ اگر میں حکم ہونے کی حیثیت سے ان میں کچھ کلام کرتا آپ جانتے ہیں کہ خدا اور رسول نے مولوی عبداللہ کا کوئی درجہ مقرر نہیں کیا۔ اور نہ ان کے بارے میں کوئی خبر دی۔ یہ فقط آپ کا نیک ظن ہے جو آپ نے ان کو نیک سمجھ لیا۔ ورنہ کسی حدیث یا آیت سے تو ثابت نہیں کہ درحقیقت پاک دل تھے۔ ہاں جہاں تک ہمیں خبر ہے وہ پابند نماز تھے۔ رمضان کے روزے رکھتے تھے۔ اور بظاہر دیندار مسلمان تھے۔ اندرونی حالت خدا کو معلوم۔

حافظ محمد یوسف صاحب نے کئی دفعہ قسم کو یاد کرنے سے یقین کامل سے

کئی مجلسوں میں میرے روبرو بیان کیا کہ ایک دفعہ عبداللہ صاحب نے اپنے کسی خواب یا الہام کی بنا پر فرمایا تھا کہ آسمان سے ایک نور قادیان میں گرا جس کے فیضان سے ان کی اولاد بے نصیب رہ گئی۔ حافظ صاحب زندہ ہیں۔ ان سے پوچھ لیں۔ پھر آپ کی شکایت کس قدر افسوس کے لائق ہے اور اللہ جل شانہٗ خوب جانتا ہے کہ ہمیشہ مولوی عبداللہ غزنوی کی نسبت میرا نیک ظن رہا ہے۔ اگرچہ بعض حرکات ان کی میں نے ایسی بھی دیکھی ہیں کہ اس حسن ظن میں فرق ڈالنے والی تھیں۔ تاہم میں نے ان کی طرف کچھ خیال نہ کیا۔ اور ہمیشہ سمجھتا رہا کہ وہ ایک مسلمان اپنی فہم اور طاقت کے مطابق پابند سنت تھا۔ لیکن میں اس سے مجبور رہا کہ میں ان کو ایسے درجہ کا انسان خیال کرتا کہ جیسے خدا کے کامل بندے مامورین ہوتے ہیں اور مجھے خدا نے اپنی جماعت کے نیک بندوں کی نسبت وہ وعدے دیئے ہیں کہ جو لوگ ان وعدوں کے موافق میری جماعت میں سے روحانی نشوونما پائیں گے اور پاک دل ہو کر خدا سے پاک تعلق جوڑ لیں گے۔ میں اپنے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں ان کو صدہا درجہ مولوی عبداللہ غزنوی سے بہتر سمجھوں گا۔ اور سمجھتا ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ ان کو وہ نشان دکھلاتا ہے کہ جو مولوی عبداللہ صاحب نے نہیں دیکھے اور ان کو وہ معارف سمجھاتا ہے جن کی مولوی عبداللہ صاحب کو کچھ بھی خبر نہیں تھی اور انھوں نے خوش قسمتی سے مسیح موعود کو پایا۔ اور اسے قبول کیا۔ مگر مولوی عبداللہ صاحب اس نعمت سے محروم گزر گئے۔ آپ میری نسبت کیا ہی بدگمان کریں اس کا فیصلہ تو خدا کے پاس ہے لیکن میں بار بار کہتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور اس نور میں میرا پودہ لگایا گیا ہے جس نور کا وارث مہدی آخرالزماں چاہیے تھا

میں وہی مہدی ہوں۔ جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابو بکرؓ کے درجہ پر ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ ابو بکرؓ کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے یہ خدا تعالیٰ کی عطا کی تقسیم ہے۔ اگر کوئی بخل سے مر بھی جائے تو اس کو کیا پرواہ ہے۔ اور جو شخص مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے ذکر سے مجھ پر ناراض ہوتا ہے۔ اس کو خدا سے شرم کر کے اپنے نفس سے ہی سوال کرنا چاہیئے کہ کیا یہ عبد اللہ صاحب غزنوی اس مہدی و مسیح موعود کے درجہ پر ہو سکتا ہے جس کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سلام کہا اور فرمایا کہ خوش قسمت ہے وہ امت جو دو بناہوں کے اندر ہے۔ ایک میں جو خاتم الانبیاء ہوں اور ایک مسیح موعود جو ولایت کے تمام کمالات کو ختم کرتا ہے اور فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جو نجات پائیں گے۔

اب فرمائیے کہ جو شخص مسیح موعود سے کنارہ کر کے عبد اللہ غزنوی کی وجہ سے اس سے ناراض ہوتا ہے اس کا کیا حال ہے۔ کیا سچ نہیں کہ تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کے صلحا اور اولیاء اور ابدال اور قطبوں اور غوثوں میں سے کوئی بھی مسیح موعود کی شان اور مرتبہ کو نہیں پہونچتا۔ پھر اگر یہ سچ ہے تو آپ کا مسیح موعود کے مقابلہ پر مولوی عبد اللہ غزنوی کا ذکر کرنا اور بار بار یہ شکایت کرنا کہ عبد اللہ کے حق میں یہ کہا ہے۔ کس قدر خدائے تعالیٰ کے احکام اور اس کے رسول کریم کی وصیتوں سے لاپرواہی ہے۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ عبد اللہ غزنی سے نکالا جائے گا اور پنجاب میں آئے گا۔ اس کو تم نے مان لینا۔ اور میرا سلام اس کو پہونچانا۔ یا یہ نصیحت فرمائی تھی کہ غلبہ صلیب کے وقت مسیح موعود

ظاہر ہوگا۔ اور وہ نبیوں کی شان لے کر آئے گا اور خدا اس کے ہاتھ پر صلیبی مذہب کو شکست دے گا۔ اس کی نافرمانی نہ کرنا اور اس کو میری طرف سے سلام پہنچانا اور اگر یہ کہو کہ وہ تو آ کر نصاریٰ سے لڑے گا اور ان کی صلیبوں کو توڑے گا۔ اور ان کے خنزیروں کو قتل کرے گا تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ علمائے اسلام کی غلطیاں ہیں بلکہ ضرور تھا کہ مسیح موعود نرمی اور صلح کاری کے ساتھ آتا۔ اور صحیح بخاری میں بھی لکھا ہے کہ مسیح موعود جنگ نہیں کرے گا اور نہ تلوار اٹھائے گا بلکہ اس کا حربہ آسمانی حربہ ہوگا۔ اور اس کی تلوار دلائل قاطعہ ہوگی۔ سو وہ اپنے وقت پر آچکا۔ اب کسی فرضی مہدی اور فرضی مسیح موعود کی انتظار کرنا اور خونریزی کے زمانہ کا منتظر رہنا سراسر کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہے اور خدا نے میرے ہاتھ پر بہت سے نشان دکھلائے اور وہ ایسے یقینی طور پر ظاہر ہوئے کہ تیرہ سو برس کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اسلامی اولیاء کی کرامات ان کی زندگی سے بہت پیچھے لکھی گئی ہیں اور ان کی شہرت صرف ان کے چند مریدوں تک محدود تھی لیکن یہ نشان کروڑہا انسانوں میں شہرت پا گئے۔ مثلاً دیکھو کہ لیکھرام کی پیشگوئی کو کیونکر فریقین نے اپنے اشتہارات میں شایع کیا اور قبل اس کے جو وہ پیشگوئی ظہور میں آوے۔ لاکھوں انسانوں میں اس پیشگوئی کا مضمون شہرت پا گیا اور تین قومیں ہندو مسلمان، عیسائی اس پر گواہ ہو گئیں۔ اسی کروفر سے وہ پیشگوئی ظہور میں بھی آئی۔ اور اسی طرح لیکھرام قتل کے ذریعہ سے فوت ہوا۔ جیسا کہ پیش از وقت ظاہر کیا گیا تھا۔ کیا ایسی ہیبت ناک پیشگوئی کو پورا کرنا انسان کے اختیار میں ہے۔ کیا اس ملک کی تین قوموں میں اس قدر شہرت پاکر اور

اور ایک کشتی کی طرح لاکھوں انسانوں کے نظارہ کے نیچے آکر اس کا پورا ہو جانا ایسی پیشگوئی کی جو اس شان و شوکت کے ساتھ پوری ہوئی ہو۔ تیرہ سو برس کے زمانہ میں کوئی نظیر بھی ہے؟ اور بعض کا یہ کہنا کہ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ اس کا جواب بجز اس کے ہم کیا دیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اگر ان لوگوں کے دلوں میں ایک ذرہ نور انصاف ہوتا۔ تو وہ شبہ کے وقت میرے پاس آتے تو میں ان کو بتلاتا کہ کس خوبی سے تمام پیشگوئیاں پوری ہوگئیں۔ ہاں ایک پیشگوئی ہے جس کا ایک حصہ پورا ہوگیا اور ایک حصہ شرطی وجہ سے باقی ہے جو اپنے وقت پر پورا ہوگا۔ افسوس تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا تعالے کی وہ سنتیں اور قانون بھی معلوم نہیں جو پیشگوئیوں کے متعلق ہیں۔ ان کے قول کے مطابق تو یونس نبی بھی جھوٹا تھا۔ جس نے اپنی پیشگوئی کے قطعی طور پر چالیس دن مقرر کئے تھے۔ مگر وہ لوگ تو چالیس برس سے بھی زیادہ زندہ رہے۔ اور چالیس دن میں نینوہ کا ایک تنکا بھی نہ ٹوٹا۔ بلکہ یونس نبی تو کیا تمام نبیوں کی پیشگوئیوں میں یہ نظیریں ملتی ہیں۔

پھر اخیر پر خدا تعالیٰ کی قسم آپ کو دیتا ہوں کہ آپ وہ تمام مخالفانہ پیشگوئیاں جو میری نسبت آپ کے دل میں ہوں لکھکر چھاپ دیں۔

اب دس دن سے زیادہ میں آپ کو مہلت نہیں دیتا۔ جون کے مہینے کی ۳۰ تاریخ تک آپ کا اشتہار مخالفانہ پیشگوئیوں کا میرے پاس آجانا چاہیئے ورنہ یہی کاغذ چھاپ دیا جائے گا۔ اور پھر آئندہ آپ کو کبھی مخاطب کرنا بھی بے فائدہ ہوگا۔ والسلام

خاکسار:۔ مرزا غلام احمد عفی عنہ
۱۶ جون ۱۸۹۹ء

امام الدین فاتح الکتاب المبین کے نام

امام الدین مصنف کے نام ایک خط میں نے اس کتاب کے صفحہ ۱۴ سے ۲۰ تک درج کیا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ دوسرا خط جو ۳۰ ستمبر ۱۸۸۹ء کا ہے کسی وجہ سے درج نہ ہو سکا اسلئے اسے تکمیل کے لئے یہاں درج کر دیا جاتا ہے۔ امام الدین کے متعلق تعارفی نوٹ میں پہلے درج کر چکا ہوں۔ (عرفانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میرے دوست جناب مولوی امام الدین صاحب سلمہ تعالیٰ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ پہونچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ بباعث بعض موسمی بیماریوں کے آپ کے خط کا جواب لکھنے سے قاصر رہا۔ دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ اور بوجہ ضعف بشریت ایک غلطی جو آپ کے خیال پر غالب آ رہی ہے۔ اسکو رفع دفع فرماوے۔ کہ ہر ایک ہدایت اسی کی طرف سے ہے۔ اور انشاء اللہ میرا ارادہ ہے کہ براہین احمدیہ کے کسی محل پر آپکا جواب الجواب لکھوں۔ نہ بحث کی غرض سے بلکہ اس غرض سے کہ ہادی مطلق اس کے ذریعہ سے آپ کو راہ نمائی کرے۔ مگر میرے نزدیک اس سے پہلے مناسب ہے کہ آپ بائیبل کے ان مقامات کی صاف طور پر تشریح کر دیں۔ جن سے نہ صرف یہ بات قطعاً معلوم ہوتی ہے وہ قصص احکام خدا تعالیٰ کا کلام نہیں۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی عقلمند و متقی و دیندار کا بھی وہ کلام نہیں ہو سکتا۔

بائیبل میں بعض بیانات عقل طبعی کے برخلاف ہیں۔ اور بعض خداتعالےٰ کے
تقدس اور اس کی پاک تعلیم کے برخلاف اور بعض اسکے انبیا کی شان کے
برخلاف اور بعض ایسے امور ہیں جو حال کی تحقیقاتوں سے جھوٹے ثابت
ہوگئے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن شریف اجمالی طور پر تمام امور
ضروریہ علمی و عملی کا جامع اور تمام معارف و حقائق پر بطور ایجاز و اجمال مشتمل ہے
اور خود خداتعالےٰ نے تفصیل کا حوالہ اپنے رسول کی طرف کر دیا ہے۔ جہاں فرمایا
ہے کہ جو کچھ رسول دے وہ لے لو۔ اور جس چیز سے منع کرے۔ اس سے باز آؤ۔
اور اگر فرض کے طور پر یہ خیال کیا جاوے کہ بغیر بائیبل کے تکمیل قرآن شریف
نہیں ہوسکتی۔ اور اگر بائیبل کو قرآن شریف کیساتھ پڑھا جائے۔ تو پھر کوئی
حکم اور دینی صداقت باہر نہیں رہے گی۔ تو یہ بھی خیال خام اور گمان باطل ہے
اور اگر آپ کو پیر احادیث نبویہ ہو۔ تو کسقدر صدہا جزیات متعلق حقوق عباد و
معاملات و حقوق باری عزاسمہٗ وغیرہ اسمیں مندرج ہیں۔ اور پھر کسقدر مقہا نے
ان جزئیات کی تشریح کرنیکے وقت اجتہاد سے کام لیا ہے اور کسقدر مسائل
پیدا ہوگئے ہیں۔ تو آپ کو اقرار کرنا پڑے ہاں بڑے زور سے اقرار کرتا ہوں کہ
ان ضروری امور سے تمام بائیبل خالی ہے۔ تو پھر ہم بائیبل کی تہیدستی کا شکوہ کہاں لیجائیں۔
اور کس کے پاس جاکر روویں۔ سچ تو یہ ہے کہ انجیل اور توریت کی حالت کی نسبت یہ
آیت نہایت موزوں معلوم ہوتی ہے۔ واثمہما اکبر من نفعہما۔ انھوں نے
اپنی قوم کو جنکے ہاتھ میں صدہا سال سے یہ کتابیں ہیں کیا فائدہ پہنچایا ہے۔ جو
آپ کو بھی پہنچائینگی۔ جنکے گندہ اور غیر مہذب بیانات کی بڑے فاضل انگریز جان پورٹ
دلائل جیسے قائل ہوگئے ہیں۔ اب آپ نے ان میں کیا دیکھ لیا۔ کہ آپ قائل نہیں ہوتے۔
خداتعالےٰ رحم کرے۔ رب اغفر و ارحم و لا یقلدی نفسی لا نعضلات و

توفیقات والسلام علےٰ من اتبع الہدیٰ۔ خاکسار غلام احمد مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۸۸۹ء

شیخ محمد حسین بٹالوی کے نام

مجھے افسوس ہے کہ میری مصروفیت نے مکتوبات کی ترتیب میں
ایک نقص پیدا کر دیا تاہم میرا مقصد جمع کر دینے کا ہے میرے
بعد لوگ آئیں گے جو ان مکتوبات کی ترتیب مختلف عنوانات
کے ذیل کریں گے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے نام یہ
خط بھی درج ہونے سے رہ گیا تھا میں یہاں درج کرتا ہوں۔ عرفانی

مکتوب نمبر ( )

آپکا خط* دوسری شوال ۱۳۱۰ھ کو مجھکو ملا۔ الحمد للہ: المنۃ کہ آپ نے
میرے اشتہار مورخہ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء کے جواب میں بذریعہ اپنے خط ۸ اپریل
۱۸۹۳ء کے مجھکو مطلع کیا کہ میں بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے
کو حاضر ہوں۔ خاصکر مجھے اس سے بہت ہی خوشی ہوئی۔ کہ آپ نے اپنے
خط کی دفعہ ۲ میں صاف لکھ دیا کہ میں تمہاری ہر ایک بات کی اجازت کیلئے

* (لاہور ۸ اپریل ۱۸۹۳ء) غلام احمد کادیانی
تمہارے چند اوراق کتاب وساوس کے بدست عزیزم خدا بخش اور دو رجسٹرڈ
خط وصول ہوئے (۱) میں تمہاری اس کتاب کا جواب لکھنے میں مصروف تھا۔
اسلئے تمہارے خطوط کے جواب میں توقف ہوا۔ اب اس سے فارغ ہوا ہوں تو
جواب لکھتا ہوں (۲) میں تمہاری ہر ایک بات کی اجازت کیلئے مستعد ہوں
مباہلہ کیلئے تیار ہوں۔ بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو بھی

لہ۔ یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۱۱ پر زیر نمبر ۹۹ درج ہے۔ (المرتب)

مستعد ہوں۔ اس اشتہار کے متعلق باتیں جنکو اپنے قبول کر لیا صرف تین ہی ہیں زیادہ نہیں۔

اول یہ کہ ایک مجلس قرار پاکر قرعہ اندازی کے ذریعہ سے قرآن کریم کی ایک سورت جسکی آیتیں اسی سے کم نہوں۔ تفسیر کرنے کیلئے قرار پاوے۔ اور ایسا ہی قرعہ اندازی کے رو سے قصیدہ کا بحر تجویز کیا جائے۔

دوسری یہ کہ وہ تفسیر قرآن کریم کے ایسے حقایق و معارف پر مشتمل ہو جو

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۴۶) حاضر ہوں۔ میری نسبت جو تم کو منذر الہام ہوا ہے۔ اسکی اشاعت کی اجازت دینے کو بھی مستعد ہوں۔ مگر ہر ایک بات کا جواب و اجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں۔ جو انہیں باقیماندہ ایام اپریل میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ (۳) تمہارا سابق تحریرات میں یہ قید لگانا کہ وہ ہفتہ میں جواب آوے۔ اور آخری خط میں یہ لکھنا کہ ۲ اپریل تک جواب ملے ورنہ گریز مشتہر کیا جائیگا۔ کمال درجہ کی خفت و قباحت ہے اگر بعد اشتہار انکار ادھر سے اجابت کا اشتہار ہوا۔ تو پھر کون شرمندہ ہوگا؟ (۴) ہماری طرف سے جو جواب خط نمبری ۲۱ مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کیلئے ایک ماہ کی میعاد مقرر ہوئی تھی اسکا لحاظ تم نے یہ کیا۔ کہ تیسرے مہینے کے اخیر میں جواب دیا۔ پھر اپنی طرف سے یہ حکومت کے جواب دو ہفتہ یا ۲ اپریل تک آوے۔ کیوں موجب شرم نہوئی۔ تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے؟ اور اس حکومت کی کیا وجہ ہے۔ جن پر تم حکومت کرتے ہو۔ وہ تم کو دجال۔ کذاب۔ کافر و زندیق سمجھتے ہیں پھر وہ ایسی حکومتوں کو کیونکر تسلیم کریں۔ کیا تم نے سب کو اپنا مرید ہی سمجھ رکھا ہے ذرا عقل سے کام لو۔ کچھ تو شرم کرو۔ دین سے تعلق نہیں ہا تو کیا دنیا سے بھی بے تعلق ہو؟ اس خط کی رسید ڈاکخانہ سے لیگئی ہے۔ وصول سے انکار کرو گے۔ تو وہ رسید تمہاری کذب نمائی (ابوسعید محمد حسین عفا اللہ عنہ ایڈیٹر اشاعۃ السنہ

جدید ہوں۔ اور منقولات گی مد میں داخل نہو سکیں۔ اور باایں ہمہ عقیدہ متفق علیہا اہل سنت والجماعت سے مخالف بھی نہو۔ اور یہ تفسیر عربی بلیغ فصیح اور مُقفیٰ عبارت میں ہو۔ اور ساتھ اس کے سَو شعر عربی بطور قصیدہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہو۔

تیسری یہ کہ فریقین کیلئے چالیس دن کی مُہلت ہو۔ اس مُہلت میں جو کچھ لکھ سکتے ہیں لکھیں۔ اور پھر ایک مجلس میں سناویں۔

پس جبکہ آپ نے یہ کہدیا کہ میں آپکی ہر ایک بات کی اجابت کیلئے مستعد ہوں۔ تو صاف طور پر کھل گیا کہ آپنے یہ تینوں باتیں مان لیں اب انشاء اللہ القدیر اسی پر سب فیصلہ ہو جائیگا آج اگرچہ روز عید سے دوسرا دن ہے مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے آپکے مان لینے اور قبول کرنے سے مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ میں آج کے دن کو عید کا ہی دن سمجھتا ہوں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اب ایک کھلے کھلے فیصلہ کیلئے بات قائم ہوگئی۔ اب لوگ اس بات کو بہت جلد اپنی آنکھوں سے دیکھ لینگے۔ کہ خدا تعالےٰ اس عاجز کو بقول آپکے کافر اور کذاب ثابت کرتا ہے یا وہ امر ظاہر کرتا ہے۔ جو صادقین کی تائید کیلئے اسکی عادت ہے۔ اگرچہ دل میں اسوقت یہ خیال بھی آتا ہے کہ ایسا نہو کہ آپ اس صاف اقرار کے بعد رسالہ میں کچھ اور کا اور لکھ ماریں۔ لیکن پھر اس بات سے تسلی ہوتی ہے کہ ایسے صاف اور کھلے کھلے اقرار کے بعد میں نے آپ کی ہر ایک بات مان لی ہے۔ ہرگز ممکن نہیں کہ آپ گریز کی طرف رخ کریں۔ اور اب آپ کیلئے یہ امر ممکن بھی نہیں کیونکہ آپ ان شرائط پیش کردہ کو بغیر اس عذر کے کہ انکے انجام دہی کی مجھ میں لیاقت نہیں۔ کسی صورت سے چھوڑ نہیں سکتے۔ اور خود جیسا کہ آپ نے اس خط میں قبول کر چکے ہیں کہ میری ہر ایک بات مان لی تو پھر ماننے کے بعد انکار کرنا خلاف وعدہ ہے۔

منشی عبدالقادر بیدل کے نام

شکار پور (سندھ) سے ایک شخص مسمی عبدالقادر بیدل نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک خط مشتمل بر چند سوالات لکھا تھا۔ یہ اوائل جون ۱۹۰۵ء کی بات ہے حضور نے اس کا جواب لکھنا شروع فرمایا اور ایک حصہ اس کا بغرض اشاعت عطا فرمایا جو بدر ۲۲ جون ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا۔ لیکن مضمون چونکہ وسعت چاہتا تھا اس لئے حضور کا خیال تھا کہ مفصل کتاب میں لکھ دیا جائے۔ اگرچہ ان کے سوالات کا جواب تو آگیا تھا مگر حضور مزید وضاحت کرنا چاہتے تھے اور من بعد مختلف کتابوں میں اس کی صراحت ہوئی اس لئے جس قدر حصہ منشی عبدالقادر صاحب بیدل کو بھیجدیا گیا تھا اور شائع بھی ہو گیا تھا اسے یہاں درج کر دیا جاتا ہے۔

(عرفانی کبیر)

مکتوب نمبر ( )

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا خط مجھ کو ملا سوالات کے جواب حسب ذیل ہیں
نمبر (۱) جو شخص سچی ارادت سے مریدوں میں داخل ہوگا اور سچا مسلمان بنجائیگا

میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسے بہتری کرے گا۔

نمبر (۲) اگر کوئی معجزہ دیکھنے پر بیعت کے لئے طیار ہے تو اسوقت تک دس ہزار کے قریب اللہ تعالیٰ معجزات دکھا چکا ہے جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں اور اپنی مرضی سے ہمیشہ دکھاتا ہے لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ گزشتہ معجزات میرے لئے کافی نہیں اور میں اپنے اقتراح سے معجزہ چاہتا ہوں تو ایسا آدمی شریر اور بدنصیب ہے۔ خدا تعالیٰ کو نہ اس کی پرواہ ہے نہ اس کی بیعت کی۔

نمبر (۳) کرشن ہونے کا دعویٰ خدا تعالیٰ کی وحی سے ہے ہر ایک ملک میں نبی ہوتے رہے ہیں پس یہ شرارت ہے کہ بغیر علم یقین کے کرشن کو برا کہا جاوے۔ وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔

نمبر (۴) میں نے ثناء اللہ صاحب کو ہرگز نہیں کہا کہ میرے مکان پر نہ آؤ۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ بلکہ خود وہ آریہ سماج والوں کے مکان پر اترا جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدہا گالیاں نکالتے تھے جن کے گندے رسالے اب تک موجود ہیں ایک غیرت مند مومن کا کام نہیں کہ ایسے پلید گروہ دشمن اسلام کے گھر میں اترے نہ میرے پاس وہ آیا نہ آنے کی خواہش ظاہر کی میں نے اس کو کب کہا تھا کہ تم چوروں کی طرح میرے پاس آؤ۔ وہ ہرگز میرے پاس نہیں آیا ہاں قادیان میں آریہ سماج والوں کے پاس آیا اور اسکی اس حرکت سے قادیان کے مسلمان بھی حیران تھے کہ مولوی کہلا کر دشمنان اسلام کے پاس اترا جن کا طریق توہین اسلام ہے کوئی غیرت مند مسلمان ہرگز قبول نہیں کر سکتا کہ ایسے مکان پر کسی کے ملنے کے لئے جانے جہاں حضرت

سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گندی گالیاں دیتے ہیں اور دن رات توہین اسلام ان کا کام ہے وہ میرے دروازے پر نہیں آیا تا میں اس کی خاطر داری کرتا۔ بلکہ دشمنان اسلام اور دشمنان نبی کریم کے دروازے پر گیا اور اگر وہ اب اس واقعہ سے انکاری ہے تو میں بجز اس کے کیا کہہ سکتا ہوں کہ لعنت اللہ علے الکاذبین۔ قولہ آپ نے پیشگوئی کی تھی کہ طاعون کا قادیان پر اثر نہ ہوگا اور میرے مریدوں سے کوئی اس مرض مہلک میں گرفتار نہ ہوگا اور اس کے برعکس ہوا۔ الجواب۔ میں نے کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کی کہ قادیان میں طاعون سے کوئی نہیں مرے گا۔ بلکہ قادیان کی نسبت یہ پیشگوئی کی تھی کہ لولا الاکرام لہلک المقام یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں تیری غیرت کا پاس نہ کرتا تو قادیان کے تمام لوگوں کو ہلاک کر دیتا کیونکہ اس گاؤں میں اکثر شریر اور خبیث ناپاک طبع ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ انی احافظ کلمن فی الدار یعنی میں قادیان میں طاعون بھیجوں گا اور میں ان سب لوگوں کو بچا لوں گا جو تمہارے گھر کی چار دیوار کے اندر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر قادیان کی نسبت عام طور پر بچانے کا وعدہ تھا تو پھر اس وحی الٰہی کے کیا معنی ہوئے کہ میں اس گھر کے رہنے والوں کو بچا لوں گا۔ اب میں یہ بھی بتلاتا ہوں کہ شریر اور مفسد طبع لوگوں نے کہاں سے ایک جھوٹی بات بنالی۔ پس اس کی جڑ یہ ہے کہ ایک یہ وحی الٰہی تھی انّ اللہ لا یغیّر ما بقوم حتیٰ یغیّروا ما بانفسہم انہ اوی القریۃ یعنی خدا تعالیٰ اس بیماری کو اس ملک کے رہنے والوں سے دور نہیں کرے گا جب تک وہ ان خیالات کو دور نہ کریں جو ان کے دل میں ہیں اور وہ اس

گاؤں کو یعنی قادیان کو بالکل تباہ ہونے سے بچالے گا یعنی قادیان کی ایسی حالت نہ ہوگی کہ بالکل نابود ہو جائے جیسا کہ اسی نواح میں کتنے دیہات نابود ہو گئے اوران کا نام و نشان نہ رہا۔ یاد رہے کہ اویٰ کا لفظ جو اسی وحی الہٰی میں ہے یعنی یہ فقرہ کہ انہ اوی القریۃ ۔ اس لفظ کے عربی میں یہ معنی ہیں کہ ایک حد تک مصیبت دکھلا کر پھر اپنی پناہ میں لے لینا کلّی برباد نہ کرنا یہ محاورہ قرآن شریف اور تمام عرب کی زبان میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے الم یجدک یتیما فاوٰی یعنی کیا خدا نے تجھ کو یتیم پا کر پھر پناہ نہ دی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے اول آپ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم کیا اور یتیمی کے تمام مصائب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد کئے اور پھر بعد مصائب کے پناہ دی پس اویٰ کے لفظ میں شرط ہے کہ جس کو پناہ دی جائے ۔ وہ اول کچھ مصیبتیں اٹھا چکا ہو۔ یہی فقرہ وحی الہٰی کا ہے جس کے معنی مفسد طبع لوگوں نے اپنی قدیم عادت کے موافق یہ بنالئے کہ گویا خدا نے یہ فرمایا تھا کہ قادیان میں طاعون سے کوئی نہیں مرے گا اب اس جگہ بھی بجز اس کے ہم کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔ اور یاد رہے کہ پیسہ اخبار والے کو توحق سے قدیم بغض ہے اور خلاف واقعہ لکھنا اور اپنی طرف سے بات بنانا اس کی عادت ہے ۔ اور میں اس بارے میں مدت ہوئی چند کتابیں شایع کر چکا ہوں اور عام طور پر بتلا چکا ہوں کہ ایسی کوئی وحی مجھے نہیں ہوئی جسکے یہ معنی ہوں کہ قادیان میں طاعون ہرگز نہیں پڑیگی۔ اب اگر آپ کا دعویٰ ہو کہ ضرور میں نے ایسی کوئی پیشگوئی شایع کی تھی تو اسکو پیش کرنا چاہیئے میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے ایسی کوئی وحی شایع نہیں کی جس کے یہ معنی ہوں کہ قادیان میں طاعون نہیں پڑے گی ۔ اب اگر کوئی کہے کہ شایع

کی تھی تو بجز اس کے کیا جواب دوں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ پھر یہ دوسرا اعتراض کہ مریدوں کے لئے یہ وحی شائع کی تھی کہ ان میں کوئی نہیں مریگا یہ بھی سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ صرف یہ وحی الٰہی شائع کی تھی۔ ان الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون یعنی جو لوگ ایمان لائے اور کسی قسم کا ظلم اور قصور ان کے ایمان میں نہ تھا وہ امن میں رہیں گے پس میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ایک بھی ایسے مریدوں میں سے طاعون سے نہیں مرا۔ باقی وہ لوگ جو کچھ کچھ دنیاداری کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اور ان کا میرے ساتھ وہ پاک تعلق نہیں جو ظلم اور قصور سے انکو خیال و گمان میں ہو کہ ایسا واقعہ ہونے والا ہے یا امکان میں ہے پھر اگر کوئی پیشگوئی ایسے واقعہ کی خبر دے اور وہ واقعہ بعینہٖ ظہور میں آجائے تو وہ خبر نہ صرف معجزہ کہلائے گی بلکہ اول درجہ کا معجزہ ہوگا۔

پھر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ معترض صاحب نے ایک عظیم الشان پیشگوئی کی عظمت دور کرنے کے لئے اور اس کو تمام لوگوں کی نظر میں خفیف ٹھہرانے کے لئے انجیل کی اس بے معنی پیشگوئی سے اس کو مشابہت دی ہے جس میں محض معمولی الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ زلزلے ہوں گے۔ لیکن جو شخص ذرا آنکھ کھول کر میرے اشتہارات کی عبارت کو پڑھے گا اس کو افسوس سے کہنا پڑے گا کہ ناحق معترض نے روز روشن پر پردہ ڈال دینا چاہا ہے اور ایک بھاری خیانت سے کام لیا ہے اس نے میرے اشتہارات کو پڑھ لیا ہے اور اس کو خوب علم تھا کہ میری پیشگوئی کے الفاظ جو زلزلے کی نسبت بیان کئے گئے ہیں وہ انجیل کے الفاظ کی طرح سست اور

معمولی نہیں تاہم اس نے دانستہ ہٹ دہرمی کو اختیار کر لیا کس کو معلوم
نہیں کہ عربی الہام یعنی عفت الدیار محلہا ومقامھا ایک ایسی چونکا دینے
والی خبر پیشگوئی کے طور پر بیان کرتا ہے جس سے بدنوں پر لرزہ پڑ جائے
کیا یہ ایک معمولی بات ہے کہ شہر اور دیہات زمین میں دھنس جائیں گے
اور اردو میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ زلزلے کا دھکا ہو گا۔ دیکھو اخبار
الحکم صفحہ ۱۵ کالم ۲۔ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء اور پھر ۱۹۰۱ء میں جو رسالہ
مین شایع کیا گیا تھا اس میں لکھا گیا ہے کہ وہ ایسا حادثہ ہو گا کہ اس سے
قیامت یاد آجائے گی اور الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء میں شایع کیا گیا ہے
کہ مکذبون کو ایک نشان دکھایا جائے گا اور پھر اشتہار الانذار میں
لکھا ہے کہ آنے والا زلزلہ قیامت خیز زلزلہ ہو گا اور پھر الندا میں
لکھا ہے کہ آنے والے زلزلے سے زمین زیر و زبر ہو جائے گی پھر اسی مین
لکھا ہے کہ یہ عظیم الشان حادثہ محشر کے حادثہ کو یاد دلائے گا اور پھر
خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تیرے لئے زمین پر اتر آؤں گا تا کہ اپنے
نشان دکھلاؤں۔ ہم تیرے لئے زلزلے کا نشان دکھلائیں گے اور وہ
عمارتیں جن کو غافل انسان بناتے ہیں یا آئندہ بنائیں گے گرا دیں گے
اور میں وہ نشان ظاہر کروں گا جس سے زمین کانپ اٹھے گی۔ تب وہ
روز دنیا کے لئے ایک ماتم کا دن ہو گا اور پھر اس اشتہار میں جس کی
سرخی ہے زلزلے کی خبر بار سوم آنے والے زلزلے کی نسبت یہ عبارت
لکھی ہے کہ درحقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر
آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور

کسی دل میں گزرا اب ایمانا کہو کہ انجیل میں زلزلے کے بارے میں اس قسم کی عبارتیں کہاں ہیں۔ اور اگر ہیں تو وہ پیش کرنی چاہیئے۔ ورنہ خداتعالیٰ سے خوف کرکے اس حق پوشی سے باز آنا چاہیئے۔

قولہٗ۔ ترجمہ میں زلزلہ کا لفظ بھی داخل کردیا تاکہ جاہل لوگ یہ سمجھیں کہ الہام میں زلزلے کا لفظ بھی موجود ہے۔

اقول۔ اے اندھے صاحب پیشگوئی کے مجموعی الفاظ یہ ہیں۔ زلزلہ کا دھکا۔ عفت الدیار محلہا ومقامہا دیکھو اخبار الحکم سنہ ۱۹۰۳ء و سنہ ۱۹۰۴ء ان دونوں کے معنی یہ ہوئے کہ ایک زلزلے کا دھکا لگے گا اور اس دھکے سے ایک حصہ اس ملک کا تباہ ہوجائے گا اور عمارتیں گرجائیں گی اور نابود ہوجائے گی اب تبلاؤ کہ کیا ہم نے جاہلوں کو دہوکا دیا ہے یا آپ جاہلوں کو دہوکا دیتے ہیں اور کیا ہم نے جھوٹ بولا ہے یا آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ اخبار الحکم موجود ہے اس کے دونوں اور یہ اخبار زلزلہ موعود سے ایک سال پہلے ملک میں شایع ہوچکی ہے گورنمنٹ میں بھی پہنچ چکی ہے اب تبلاؤ کس تعصب نے آپ کو اس جھوٹ پر آمادہ کیا جو آپ دعویٰ کر بیٹھے جو زلزلہ کا ذکر پیشگوئی میں موجود ہی نہیں ہے۔

قولہٗ۔ یہ الہام ۲۱ مئی سنہ ۱۹۰۲ء کے الحکم کے صفحہ کالم ۲ پر موجود ہے۔ اور اس کے سامنے صاف طور پر جلی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ متعلق طاعون

اقول۔ اس میں کیا شک ہے کہ یہ زلزلہ بھی طاعون کا ایک ضمیمہ ہے اور اس سے متعلق ہے کیونکہ خداتعالیٰ نے مجھ سے بار بار فرمایا ہے کہ زلزلہ اور طاعون دونوں تیری تائید کے لئے ہیں۔ پس زلزلہ درحقیقت طاعون کی

ایک تعلق رکھتا ہے کیونکہ طاعون بھی میرے لئے خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک نشان ہے اور ایسا ہی زلزلہ بھی۔ پس اسی وجہ سے دونوں کو باہم تعلق ہے اور دونوں ایک ہی امر کے موید ہیں۔ اور اگر یہ وہم دل میں پیدا ہو کہ اس فقرہ سے مراد درحقیقت طاعون ہی ہے تو یہ وہم درحقیقت فاسد ہے کیونکہ جو چیز کسی چیز سے تعلق رکھتی ہے وہ درحقیقت اس کا جزو نہیں ہو سکتی ماسوا اس کے قرینہ تو یہ اس جگہ موجود ہے کہ اس فقرہ سے مراد درحقیقت طاعون ہی نہیں ہے یعنی جبکہ پہلے اس سے یہ الہام موجود ہے کہ زلزلہ کا دھکا تو پھر ذرا انصاف اور عقل کو دخل دیکر خود سوچ لینا چاہیئے کہ عمارتوں کا گرنا اور بستیوں کا معدوم ہونا کیا یہ طاعون کی صفات میں سے ہو سکتا ہے بلکہ یہ تو زلزلہ کی صفات میں سے ہے اس قدر منہ زوری ایک پرہیزگار انسان میں نہیں ہو سکتی کہ جو معنی ایک عبارت کے الفاظ سے پیدا ہو سکتے ہیں اور جو اس کے سیاق اور سباق سے مترشح ہو رہے ہیں اور جو معنی واقعہ کے ظہور سے کھل گئے ہیں اور انسانی کانشنس نے قبول کر لیا ہے کہ جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہ وہی ہے جو عفت الدیار کے الہام سے نکلتا ہے پھر اس کے انکار پر اصرار کرے۔ اگر فرض بھی کرلیں کہ خود ملہم نے اپنے اجتہاد کی غلطی سے اس حادثہ کو جو عفت الدیار کے الہام سے ظاہر ہوتا ہے طاعون ہی سمجھ لیا تھا تو اس کی یہ غلطی کہ قبل از وقوع ہے۔ مخالف کے لئے کوئی حجت نہیں دنیا میں کوئی ایسا نبی یا رسول نہیں گزرا جس نے اپنی کسی پیشگوئی میں اجتہادی غلطی نہ کی ہو تو کیا وہ پیشگوئی آپ کے نزدیک خدا تعالےٰ کا ایک نشان نہ ہوگا اگر یہی کفر دل میں ہے تو دینی زبان سے

کیوں کہتے ہیں پورے طور پر اسلام پر کیوں حملہ نہیں کرتے کیا کسی ایک نبی کا نام بھی لے سکتے ہیں جس نے کبھی اجتہادی طور پر اپنی کسی پیشگوئی کے معنی کرنے میں غلطی نہیں کھائی تو پھر بتلاؤ کہ اگر فرض بھی کر لیں کہ لفظ متعلق کے معنی بعینہٖ طاعون ہے تو کیا یہ حملہ تمام انبیاء پر نہیں عفت الدیار کے الہامی فقرہ پر نظر ڈال کر صاف ظاہر ہے کہ اس فقرہ سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسا حادثہ ہوگا کہ ایک حصہ ملک کی عمارتیں اس سے گر جائیں گی اور نابود ہو جائیں گی اور ظاہر ہے کہ طاعون کا عمارتوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا پس اگر ایڈیٹر اخبار الحکم نے ایسا بھی لکھ دیا کہ یہ فقرہ طاعون سے متعلق ہے اور تعلق سے وہ معنی سمجھے جائیں جو معترض نے کیے تو غایت مافی الباب یہ کہا جائے گا کہ ایڈیٹر الحکم نے ایسا لکھنے میں غلطی کی اور ایسی غلطی خود انبیاء علیہم السلام سے پیشگوئیوں کے سمجھنے میں بعض دفعہ ہوتی رہی ہے جیسا کہ ذہب وہلی کی حدیث بخاری میں موجود ہے اور اس کے لفظ یہ ہیں۔ قَالَ ابو موسیٰ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم رئیت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او ھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب۔ (بخاری جلد ثانی باب ہجرۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ) یعنی ابو موسیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کی ہے جس میں کھجوروں کے درخت ہیں پس میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ زمین یمامہ یا زمین ہجر ہے مگر وہ مدینہ نکلا۔ یعنی یثرب۔

(نوٹ از مرتب) اسی قدر خط بھیجا گیا اور شایع ہوا۔ اس مکتوب کے نمبروں سے مکتوب الیہ کے سوالات کا بھی علم ہو جاتا ہے۔
مکتوب کے آخر میں خاکسار عرفانی کبیر کے الحکم اخبار کے ایک مضمون پر نکتہ چینی کا جواب بھی حضرت اقدس نے دیا ہے۔ منشی عبد القادر بیدل نے الحکم کے ایک حوالہ کی بنا پر زلزلہ کی پیشگوئی کے متعلق اعتراض کیا تھا کہ ایڈیٹر الحکم نے اسے طاعون کے متعلق قرار دیا۔ الحکم کا فائل تو اس وقت میرے سامنے نہیں اس لئے کہ میں مرکز سے دور حیدر آباد میں ہوں تاہم خود حضرت اقدس نے جواب میں صراحت فرما کر رفع اعتراض کر دیا ہے۔ ملہم کے سوا کسی کا الہام کے متعلق غلط اجتہاد کرنا تو کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا خود ملہم بھی بعض اوقات کسی پیشگوئی کے اجتہاد میں خطائے اجتہادی کر سکتا ہے۔ پیشگوئی کی حقیقت دراصل اسی وقت کھلتی ہے جب وہ ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس قسم کی پیشگوئی کے نمونے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں موجود ہیں جن میں سے ایک مثال حضرت اقدس کے مکتوب میں درج ہے علاوہ بریں اس زلزلہ کے متعلق آپ نے اپنی ایک منظوم پیشگوئی ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء کے اس شعر پر ؎

آئیگا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب — اک برہنہ سے نہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے — کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

ایک نوٹ لکھا جسمیں تحریر فرمایا "خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار

لفظ آیا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہوگا
بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہئے جس کی طرف سورت
اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا اشارہ کرتی ہے لیکن
میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر
جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور
شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلا دے جس کی نظیر
کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر
سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادۃ نشان ظاہر
نہ ہوا اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو
اس صورت میں میں کاذب ٹھیروں گا۔"

اس میں صراحت سے آپ نے لکھا ہے کہ زلزلہ کا ظہور
کس رنگ میں ہوگا یہ ۱۹۰۵ء کا اعلان ہے اور ۱۹۱۴ء
سے ۱۹۱۸ء تک جو جنگ عظیم پہلی مرتبہ ہوئی اس میں پیشگوئی
کا ظہور ہوا۔ اور من وعن جو نشانات اور آثار بتائے گئے تھے
وہ پورے ہو گئے ان نشانات میں ایک نشان زارِ روس
کی حکومت کا انقلاب بھی تھا اور پھر اس زلزلہ شدید کے
دوبارہ آنے کی بھی پیشگوئی تھی۔ چنانچہ فرمایا ؎

وحیِ حق کے ظاہری لفظوں میں ہے وہ زلزلہ
لیک ممکن ہے کہ ہو کچھ اور ہی قسموں کی مار
کچھ ہی ہو پر وہ نہیں رکھتا زمانہ میں نظیر

فوق عادت ہے کہ سمجھائے گا وہ روز شمار
تم نہیں لو ہے کے کیوں ڈرتے نہیں اسوقت سے
جس سے پڑ جائے گی اک دم میں پہاڑوں میں غار
وہ تباہی آئے گی شہروں پر اور دیہات پر
جس کی دنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زینہار
وہ جو اونچے تھے محل اور وہ جو تھے قصر بریں
پست ہو جائیں گے جیسے پست ہو اک جا کا غار
ایک ہی گردش سے ہو جائینگے مٹی کا ڈھیر
جسقدر جانیں تلف ہوں گی نہیں ان کا شمار

میں نے یہ صرف بطور نمونہ لکھا ہے ورنہ اس دوسری جنگ میں جسقدر واقعات کا ظہور ہوا ان سب کے متعلق آپ کے الہامات میں صراحت اور اشارات ہیں۔ یہاں تک کہ چھتری فوج کے متعلق بھی صاف وحی تھی کہ آسمان سے فوجیں اتریں گی اور زہریلی گیس کے متعلق بھی۔ شہروں کی تباہیوں کا ذکر بھی موجود ہے۔

غرض یہ پیشگوئی جس میں زلزلہ کا لفظ استعمال ہوا تھا اس رنگ میں پوری ہوگی۔ والحمد اللہ علی ذالک۔

میں نے یہ مختصر نوٹ اس لئے لکھ دیا ہے کہ تا اس کتاب کو پڑھنے والوں پر اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے۔ نا فہم و تدبر ایک اور بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ زلزلہ کی پیشگوئی مختلف اوقات

میں ہوئی اور اس کے لحاظ سے ۱۹۰۵ء میں جو زلزلہ آیا جس کی
نظیر اس سے پہلے موجود نہ تھی اس رنگ میں بھی وہ پیشگوئی
پوری ہوئی۔ مگر بعد میں جو قیامت کا نمونہ دکھایا گیا وہ حرب عمومی
کے رنگ میں نمودار ہوا۔ (عرفانی کبیر)

قاضی نذر حسین صاحب ایڈیٹر قلقل کے نام

(تعارفی نوٹ)

قاضی نذر حسین صاحب نے بجنور سے ایک اخبار قلقل نام شائع کیا
تھا۔ یہ ۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے اس زمانہ میں علی العموم اخبار نویس
الا ماشاء اللہ اپنے کاروبار کی گرم بازاری کے لئے سلسلہ عالیہ
احمدیہ کے خلاف مضامین لکھنا بھی ضروری سمجھتے تھے۔ اور بعض تو اسی
مقصد کے لئے مخصوص اور وقف تھے۔ یو۔ پی میں بجنور سے کئی
اخبارات وقتاً فوقتاً نکلتے رہے لیکن آخر وہ اپنی اجل مسمی پر
ختم ہو گئے۔ قاضی صاحب نے بھی اپنے اخبار میں ایک مضمون
لکھا جس میں سلسلہ کی سچائی پر حملہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو اس نے اپنا پرچہ خاص طور پر روانہ کیا۔
اس لئے حضرت اقدس نے خود اس کا جواب لکھا اور شائع
بھی کر دیا۔ اس مکتوب کے پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ حضور نے

اپنی صداقت کا ایک معیار دنیا کے سامنے پیش کیا کہ "میں عیسٰی
پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلا
دوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور عظمت اور
شان دنیا پر ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی
ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔
پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے وہ میرے انجام کو
کیوں نہیں دیکھتی"۔ آج دنیا دیکھتی ہے اور جانتی ہے کہ آپ نے
جو دعویٰ کیا تھا وہ کس قوت اور وضاحت سے پورا ہوا ہے۔
سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان سے نکل کر پنجاب اور پنجاب
سے نکل کر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا اور اب
ہندوستان سے نکل کر روئے زمین میں پھیل گیا اور دنیا
کی ہر قوم اور ہر ملک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام
بلند ہو رہا ہے اور عیسائیت کی شکست کو خود عیسائی قوم نے
اپنے عمل اور اپنے قلم سے تسلیم کر لیا ہے۔ جس مقصد کیلئے
خدا تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا وہ پوری قوت اور
شان سے پورا ہوا اور ہر نیا دن اس کی ترقی کی شعاعیں
لیکر آتا ہے وہ جو مخالفت کے لئے کھڑے ہوئے تھے وہ
اور ان کے اسباب ختم ہو گئے اور کوئی ان کا نام لیوا موجود

نہیں اور اگر کوئی باقی ہے وہ اپنے انجام سے اس صداقت پر مہر کریں گے۔

قاضی صاحب اور ان کے اخبار قلقل کو کوئی نہیں جانتا۔ لیکن حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی اور جسمانی نسل تا دیر مبارک ہے اور دنیا کے ہر قصبہ میں دن رات کے ہر لحظہ میں آپ پر سلام بھیجا جا رہا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

ایک مشہور درس گاہ کے صاحبزادے کے نام

میرے مکرم بھائی قاضی اکمل صاحب نے اس خط کی نقل بڑی محنت سے حاصل کی تھی اور انھوں نے اسے اخبار بدر مورخہ ۱۹/ اپریل ۱۹۰۶ء میں شایع کر دیا تھا جسے اب میں مکرر شایع کر رہا ہوں (عرفانی کبیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱۷/ جون ۱۹۰۳ء

محبی حافظ صاحب سلمہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط پہونچا واضح ہو کہ اکثر لوگ دعا کے اصول سے بے خبر ہیں اس لئے اپنے مقاصد سے محروم رہتے ہیں۔ دعا میں یہ شرط ہے کہ اس شخص سے جس سے دعا کروانا چاہتا

اور جو حقیقت میں مقبول درگاہ الٰہی ہے پورا پورا تعلق ارادت اور محبت کا پیدا کرے اور اس پر ثابت کرے کہ وہ ایسا ہی ہے۔ دعا کرنے والے کی توجہ کامل طور پر اس کی طرف ہو جائے کیونکہ جو لوگ خدا کے مقبول بندے ہوتے وہ زبانی باتوں سے متوجہ نہیں ہو سکتے جب تک سچی ارادت مشاہدہ نہ کریں اور کسی کو وفادار نہ پائیں پھر دعا کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ ایسے شخص سے جو بطور شفیع درمیان ہو کر دعا کرتا ہے ہرگز ہرگز اس سے جلدی نہ کی جاوے گو سات سال ہی گزر جائیں جو دنیا کی عمر کا ایک عدد ہے۔ ایسے لوگ بہت امید سے کہا جاتا ہے کہ آخر اپنے مطلب کو پاتے ہیں مگر جلدی کرنے والے اپنے مطلب کو نہیں پاتے۔

دوسرے یہ کہ چونکہ آسمان سے ایک انقلاب کا ارادہ ہو رہا ہے کہ تا غلط کار اور بدعتی مسلمانوں کو کم کرے اور سچے مسلمان جو کتاب اللہ کے موافق چلتے ہیں ان کو زیادہ کرے تو پھر آپ دنیا کے اسباب سے ڈر کر کیوں اس سلسلہ سے دور رہتے ہیں کیا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی اور بھی قادر ہے جس سے ڈرنا چاہیے۔ یقین ہے کہ اگر آپ سچے دل سے پورے جوش سے پورے صدق سے پورے وفا سے اس سلسلہ میں داخل ہوں تو کچھ مدت کے بعد خدا تعالیٰ آپ کے لئے کچھ بندوبست کر دے گا کیونکہ زمین و آسمان دونوں اس کے اختیار میں ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کھلے کھلے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا اور اپنے مال و دولت اور اقارب کی کچھ بھی پرواہ نہ کی آخر تیس برس کے بعد خدا نے ان کو

بادشاہ کر دیا جو شخص مرد بن کر خدا کی طرف آتا ہے اس پر رحم کیا جاتا ہے گو کچھ دیر کے
بعد ہی ہو۔ اور جو شخص مخلوق سے ڈرتا ہے اس کی عزت جناب الہٰی میں نہیں
ہوتی۔ کیونکہ وہ شرک پر ہے مخلوق کو خدا کا شریک سمجھتا ہے ایسا شخص ہمیشہ ناقص الدین
رہتا ہے سدا ہنہ سے زندگی بسر کرتا ہے۔ صحبت میں نہیں رہ سکتا ڈرتا ہے کہ کسی
کو اطلاع نہ ہو۔ دیکھو طاعون کے دن میں غضب الہٰی مشتعل ہے اول حق کو خوب
تحقیق کر لو اور پھر اپنی سب عزت اس پر قربان کر دو اور اس کے لئے دکھ اٹھاؤ
گالیاں سنو تا آسمان پر تمہاری عزت ہو اور عقدہ سربستہ کھل جاوے والسلام
غلام احمد ۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء

بانس بریلی کے ایک مسلمان کے خط کا جواب

(تمہیدی نوٹ)

اواخر فروری ۱۹۰۲ء میں بانس بریلی (یو۔ پی) کے ایک مسلمان
نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ینیا
بینابیع الاسلام نام کی ایک مسیحی کتاب سے متاثر ہو کر دردناک خط لکھا
اور اس کے جواب کا خواستگار ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو تو خدا تعالیٰ نے شوکت اسلام کے اظہار اور کسر صلیب
ہی کے لئے مامور فرمایا تھا آپ نے اس کا جواب لکھا اور وہ

جواب ایک مستقل رسالہ کی صورت میں شایع ہوا۔ اگرچہ وہ
جواب بجائے خود ایک رسالہ ہے لیکن وہ ایک خط ہی کا جواب
اور مکتوب ہے اس لئے میں اس رسالہ کے موضوع کے
لحاظ سے اسے پورا درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں اس جواب
کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ حضور کو کس قدر غیرت اسلام
کے لئے ودیعت کی گئی تھی۔ اس خط کا نام آپ نے چشمۂ مسیحی
تجویز فرمایا تھا۔ (عرفانی کبیر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَنَبِیِّہِ الۡعَظِیۡمِ

السلام علیکم بعد ہذا واضح ہو کہ میں نے آپ کا خط بڑے افسوس سے پڑھا۔
جس کو آپ نے ایک عیسائی کی کتاب ینابیع الاسلام نام کی پڑھنے کے بعد لکھا۔ مجھے
تعجب ہے کہ وہ قوم جن کا خدا مردہ۔ جن کا مذہب مردہ۔ جن کی کتاب مردہ۔ اور
جو روحانی آنکھ کے نہ ہونے سے خود مردے ہیں۔ ان کی دروغ اور پرافترا
باتوں سے اسلام کی نسبت آپ تردد میں پڑ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔
آپ کو یاد رہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے صرف خدا کی کتابوں کی تحریف نہیں
کی بلکہ اپنے مذہب کو ترقی دینے کے لئے افترا اور مفتریانہ تحریروں میں
ہر ایک قوم سے سبقت لے گئے۔ چونکہ ان لوگوں کے پاس وہ نور نہیں۔ جو سچائی

کی تائید میں آسمان سے اترتا اور سچے مذہب کو اپنی متواتر شہادتوں سے دنیا میں ایک صحیح امتیاز بخشتا ہے۔ اس لئے یہ لوگ ان باتوں کے لئے مجبور ہوئے کہ لوگوں کو ایک مذہب یعنی اسلام سے بیزار کرنے کے لئے طرح طرح کے افتراؤں اور مکروں اور فریبوں اور دھوکہ دہی اور محض جعلی اور بناوٹی باتوں سے کام لیا وے۔ اے عزیز! یہ لوگ سیاہ دل لوگ ہیں۔ جن کو خدا کا خوف نہیں۔ اور جن کے منصوبے دن رات اسی کوشش میں ہیں کہ کسی طرح لوگ تاریکی سے پیار کریں۔ اور روشنی کو چھوڑ دیں۔

میں سخت تعجب میں ہوں کہ آپ ایسے شخص کی تحریروں سے کیوں متاثر ہوئے یہ لوگ ان ساحروں سے بڑھ کر ہیں جنھوں نے موسیٰ نبی کے سامنے رسیوں کے سانپ بنا کر دکھا دیئے تھے۔ مگر چونکہ موسیٰ خدا کا نبی تھا اس لئے اس کا عصا ان تمام سانپوں کو نگل گیا۔ اسی طرح قرآن شریف خدا تعالیٰ کا عصا ہے وہ دن بدن رسیوں کے سانپوں کو نگلتا جاتا ہے۔ اور وہ دن آتا ہے بلکہ نزدیک ہے۔ کہ ان رسیوں کے سانپوں کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ صاحب ینابیع الاسلام نے اگر یہ کوشش کی ہے کہ قرآن شریف فلاں فلاں قصوں یا کتابوں سے بنایا گیا ہے سو یہ کوشش اس کی اُس کوشش کے ہزار حصہ کے برابر بھی نہیں جو ایک فاضل یہودی نے انجیل کی اصلیت دریافت کرنے کے لئے کی ہے۔ اس فاضل نے اپنے خیال میں اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ انجیل کی اخلاقی تعلیم یہودیوں کی کتاب طالمود اور بعض اور چند بنی اسرائیل کی کتابوں سے

لی گئی ہے۔ اور یہ چوری اس قدر صریح طور پر عمل میں آئی ہے کہ عبارتوں کی عبارتیں بعینہٖ نقل کر دی گئی ہیں۔ اور اس فاضل نے دکھلا دیا ہے کہ درحقیقت انجیل مجموعہ مال مسروقہ ہے۔ درحقیقت اس نے حد کر دی اور خاص کر پہاڑی تعلیم کو جس پر عیسائیوں کو بہت کچھ ناز ہے۔ طالمود سے اخذ کرنا لفظ بہ لفظ ثابت کر دیا ہے۔ اور دکھلا دیا ہے کہ یہ طالمود کی عبارتیں اور فقرے ہیں۔ اور ایسا ہی دوسری کتابوں سے وہ مسروقہ عبارتیں نقل کر کے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ چنانچہ خود یورپ کے محقق بھی اس طرف دلچسپی سے متوجہ ہو گئے ہیں۔ اور ان دنوں میں میں نے ایک ہندو کا رسالہ دیکھا ہے۔ جس نے یہ کوشش کی ہے کہ انجیل بدھ کی تعلیم کا سرقہ ہے۔ اور بدھ کی اخلاقی تعلیم کو پیش کر کے اس کا ثبوت دینا چاہا ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ بدھ لوگوں میں وہی قصہ شیطان کا مشہور ہے جو اس کو آزمانے کے لئے کئی جگہ لئے پھرا۔ پس ہر ایک کو یہ خیال دل میں لانے کا حق ہے کہ تھوڑے سے تغیر سے وہی قصہ انجیل میں بھی بطور سرقہ داخل کر دیا گیا ہے۔ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان میں آئے تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے جس کو ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے معترضین کو اور بھی حق پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسا خیال کریں کہ اناجیل موجودہ درحقیقت بدھ مذہب کا خاکہ ہے۔ یہ شہادتیں اس قدر گزر چکی ہیں کہ اب مخفی نہیں ہو سکتیں ایک اور امر تعجب انگیز ہے کہ یوز آسف کی قدیم کتاب (جس کی نسبت اکثر محقق

انگریزوں کے بھی یہ خیالات ہیں کہ وہ حضرت عیسٰی کی پیدائیش سے بھی پہلے شایع ہو چکی ہے (جس کے ترجمے تمام ممالک یورپ میں ہو چکے ہیں۔ انجیل کو اس کے اکثر مقامات سے ایسا توارد ہے کہ بہت سی عبارتیں باہم ملتی ہیں۔ اور جو انجیلوں میں بعض مثالیں موجود ہیں۔ وہی مثالیں انہی الفاظ کے ساتھ اس کتاب میں بھی موجود ہیں۔ اگر ایک شخص ایسا جاہل ہو کہ گویا اندھا ہو وہ بھی اس کتاب کو دیکھکر یقین کرے گا کہ انجیل اسی میں سے چرائی گئی ہے۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کتاب گوتم بدھ کی ہے۔ اور اول سنسکرت میں تھی۔ پھر دوسری زبانوں میں ترجمے ہوئے چنانچہ بعض محقق انگریز بھی اس بات کے قائل ہیں۔ مگر اس بات کے ماننے سے انجیل کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اور نعوذ باللہ حضرت عیسٰی اپنی تمام تعلیم میں چور ثابت ہوتے ہیں۔ کتاب موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔ مگر ہماری رائے تو یہ ہے کہ خود حضرت عیسٰی کی یہ انجیل ہے۔ جو ہندوستان کے سفر میں لکھی گئی۔ اور ہم نے بہت سے دلائل سے اس بات کو ثابت بھی کر دیا ہے کہ یہ درحقیقت حضرت عیسٰی کی انجیل ہے۔ اور دوسری انجیلوں سے زیادہ پاک وصاف ہے۔ مگر وہ بعض محقق انگریز جو اس کتاب کو بدھ کی کتاب ٹھیراتے ہیں۔ وہ اپنے پاؤں پر آپ تبر مارتے ہیں۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو سارق قرار دیتے ہیں۔

اب یہ بھی یاد رہے کہ پادریوں کی مذہبی کتابوں کا ذخیرہ ایک ایسا ردّی ذخیرہ ہے۔ جو نہایت قابلِ شرم ہے۔ وہ لوگ صرف اپنی ہی اٹکل سے بعض کتابوں کو آسمانی ٹھیراتے ہیں۔ اور بعض کو جعلی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ

ان کے نزدیک یہ چار انجلیں اصلی ہیں اور باقی اناجیل جو چھپن کے قریب ہیں۔
جعلی ہیں۔ مگر محض گمان اور شک کے روسے نہ کسی محکم دلیل پر اس خیال کی
بنا رہے۔ چونکہ مروجہ انجیلوں اور دوسری انجیلوں میں بہت تناقض ہے۔
اس لئے اپنے گھر میں ہی یہ فیصلہ کر لیا ہے۔ اور محققین کی یہی رائے ہے کہ
کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ انجلیں جعلی ہیں یا وہ جعلی ہیں۔ اسی لئے شاہ ایڈورڈ
قیصر کی تخت نشینی کی تقریب پر لندن کے پادریوں نے وہ تمام کتابیں جن کو
یہ لوگ جعلی تصور کرتے ہیں ان چار انجیلوں کے ساتھ ایک ہی جلد میں مجلد کر کے
مبارک بادی کے طور پر نذر پیش کی تھیں۔ اور اس مجموعہ کی ایک جلد ہمارے
پاس بھی ہے۔ پس غور کا مقام ہے کہ اگر درحقیقت وہ کتابیں گندی اور
جعلی اور ناپاک ہوتیں تو پھر پاک اور ناپاک دونوں کو ایک جلد میں مجلد کرنا کس قدر
گناہ کی بات تھی۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ دلی اطمینان سے نہ کسی کتاب کو
جعلی کہہ سکتے ہیں۔ نہ اصلی ٹھیرا سکتے ہیں۔ اپنی اپنی رائیں ہیں۔ اور سخت
تعصب کی وجہ سے وہ انجلیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں۔ ان کو یہ لوگ
جعلی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ برنباس کی انجیل جس میں نبی آخر الزماں صلی اللہ
علیہ وسلم کی نسبت پیشگوئی ہے۔ وہ اسی وجہ سے جعلی قرار دی گئی ہے کہ
اس میں کھلے کھلے طور پر آنحضرت کی پیشگوئی موجود ہے۔ چنانچہ سیل صاحب
نے اپنی تفسیر میں اس قصہ کو بھی لکھا ہے کہ ایک عیسائی راہب اسی انجیل کو
دیکھ کر مسلمان ہو گیا تھا۔ غرض یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ لوگ جس کتاب کی

نسبت کہتے ہیں کہ یہ جعلی ہے یا جھوٹا قصہ ہے۔ ایسی باتیں صرف دو خیال سے ہوتی ہیں (۱) ایک یہ کہ وہ قصہ یا وہ کتاب اناجیل مروجہ کے مخالف ہوتی ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ وہ قصہ یا وہ کتاب قرآن شریف سے کسی قدر مطابق ہوتی ہے۔ اور بعض شریر اور سیاہ دل انسان ایسی کوشش کرتے ہیں کہ اول اصولِ[1] مسلمہ کے طور پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ جعلی کتابیں ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ قرآن میں ان کا قصہ درج ہے۔ اور اس طرح پر نادان لوگوں کو دھوکا میں ڈالتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے نوشتوں کا جعلی یا اصلی ثابت کرنا بجز خدا کی وحی کے اور کسی کا کام نہ تھا۔ پس خدا کی وحی کا جس کسی قصہ سے توارد ہوا۔ وہ سچا ہے گو بعض نادان انسان اس کو جھوٹا قصہ قرار دیتے ہوں۔ اور جس واقعہ کی خدا کی وحی نے تکذیب کی۔ وہ جھوٹا ہے۔ اگرچہ بعض انسان اس کو سچا قرار دیتے ہوں۔ اور قرآن شریف کی نسبت یہ گمان کرنا کہ ان مشہور قصوں یا افسانوں یا کتبوں یا اناجیل سے بنایا گیا ہے۔ نہایت قابلِ شرم جہالت ہے کیا ممکن نہیں کہ خدا کی کتاب کا کسی گزشتہ مضمون سے توارد ہو جائے۔ چنانچہ ہندوؤں کے وید جو اس زمانہ میں مخفی تھے۔ ان کی کئی سچائیاں قرآن شریف میں پائی جاتی

---

[1] عیسائی مذہب میں دین کی حمایت کیلئے ہر ایک قسم کا افترا کرنا اور جھوٹ بولنا جائز بلکہ موجب ثواب ہے۔ دیکھو پولوس کا قول۔ منہ

ہیں پس کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وید بھی پڑھا تھا۔ اناجیل کا ذخیرہ جو چھاپہ خانہ کے ذریعہ سے اب ملا ہے۔ عرب میں کوئی ان کو جانتا بھی نہ تھا۔ اور عرب کے لوگ محض امی تھے۔ اور اگر اس ملک میں شاذ ونادر کے طور پر کوئی عیسائی بھی تھا تو وہ بھی اپنے مذہب کی کوئی وسیع واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ تو پھر یہ الزام کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرقہ کے طور پر ان کتابوں سے وہ مضمون لیے تھے ایک لغو خیال ہے۔ آنحضرت محض امی تھے۔ آپ عربی بھی نہیں پڑھ سکتے تھے۔ چہ جائیکہ یونانی یا عبرانی۔ یہ بار ثبوت ہمارے مخالفوں کے ذمہ ہے کہ اس زمانہ کی کوئی پرانی کتاب پیش کریں۔ جس سے مطالب اخذ کئے گئے۔ اگر فرض محال کے طور پر قرآن شریف میں سرقہ کے ذریعہ سے کوئی مضمون ہوتا تو عرب کے عیسائی لوگ جو اسلام کے سخت دشمن تھے۔ فی الفور شور مچاتے کہ ہم سے سن کر ایسا مضمون لکھا ہے۔

یاد رہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی طرف سے معجزہ ہونے کا دعویٰ پیش ہوا۔ اور بڑے زور سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ

٭ پادری فنڈل صاحب نے اپنی کتاب میزان الحق میں اس بات کو قبول کر لیا ہے کہ عرب کے عیسائی بھی وحشیوں کی طرح تھے اور بے خبر تھے۔ منہ

٭ قرآن شریف نے تو اپنی نسبت معجزہ اور بے مثل ہونے کا دعویٰ کر کے اپنی بریت اس طرح پر ثابت کر دی کہ بلند آواز سے کہہ دیا کہ اگر کوئی اس کو انسانی کلام سمجھتا ہے۔ تو وہ جواب دے لیکن

اس کی خبریں اور اس کے قصے سب غیب گوئی ہے۔ اور آئندہ کی خبریں بھی
قیامت تک اس میں درج ہیں۔ اور وہ اپنی فصاحت بلاغت کے رو سے بھی معجزہ
ہے۔ پس عیسائیوں کے لیے اس وقت یہ بات نہایت سہل تھی کہ وہ بعض
قصے نکال کر پیش کرتے کہ ان کتابوں سے قرآن شریف نے چوری کی ہے۔ اس
صورت میں اسلام کا تمام کاروبار سرد ہو جاتا۔ مگر اب تو بعد از مرگ واویلا ہے۔
عقل ہرگز ہرگز قبول نہیں کر سکتی کہ اگر عرب کے عیسائیوں کے پاس درحقیقت
ایسی کتابیں موجود تھیں۔ جن کی نسبت گمان ہو سکتا تھا کہ ان کتابوں سے قرآن
شریف نے قصے لئے ہیں۔ خواہ وہ کتابیں اصلی تھیں یا فرضی تھیں تو عیسائی اس پردہ
دری سے چپ رہتے؟ پس بلاشبہ قرآن شریف کا سارا مضمون وحی الٰہی سے
ہے اور وہ وحی ایسا عظیم الشان معجزہ تھا کہ اس کی نظیر کوئی شخص پیش نہ کر سکا۔
اور سوچنے کا مقام ہے کہ جو شخص دوسری کتابوں کا چور ہوا اور خود مضمون بنا دے
اور جانتا ہو کہ فلاں فلاں کتاب سے میں نے یہ مضمون لیا ہے۔ اور غیب کی

بقیہ حاشیہ۔ تمام مخالف خاموش رہے۔ مگر انجیل کو تو اسی زمانہ میں یہودیوں نے مسروقہ قرار دیا تھا۔
اور نہ انجیل نے دعویٰ کیا کہ انسان ایسی انجیل بنانے پر قادر نہیں۔ پس مسروقہ ہونے کے شکوک
انجیل پر عائد ہو سکتے ہیں۔ نہ قرآن شریف پر۔ کیونکہ قرآن کا تو دعویٰ ہے کہ انسان
ایسا قرآن بنانے پر قادر نہیں۔ اور تمام مخالفین نے چپ رہ کر اس دعویٰ کا سچا
ہونا ثابت کر دیا۔ منہ

باتیں نہیں رہیں اس کو کب جرأت اور حوصلہ ہو سکتا ہے کہ تمام جہان کو مقابلہ کے لئے بلاوے۔ اور پھر کوئی بھی مقابلہ نہ کرے اور کوئی اس کی پردہ دری پر قادر نہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ عیسائی قرآن شریف پر بہت ہی ناراض ہیں۔ اور ناراض ہونے کی وجہ یہی ہے کہ قرآن شریف نے تمام پر وبال عیسائی مذہب کے توڑ دیئے ہیں۔ ایک انسان کا خدا بننا باطل کر کے دکھلایا۔ صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کر دیا اور انجیل کی وہ تعلیم جس پر عیسائیوں کو ناز تھا۔ نہایت درجہ سے ہونا چاہیئے تھا۔ نہایت درجہ ناقص اور نکما ہونا اس کا پایۂ ثبوت پہنچا دیا۔ تو پھر عیسائیوں کا جوش ضرور نفسانیت کی وجہ سے ہونا چاہیئے تھا۔ پس جو کچھ وہ افترا کریں تھوڑا ہے۔ جو شخص مسلمان ہو کر پھر عیسائی بننا چاہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کوئی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر اور بالغ ہو کر پھر یہ چاہے کہ ماں کے پیٹ میں داخل ہو جائے۔ اور وہی نطفہ بن جائے مسیح مدت ہوئی کہ مر گیا۔ اور سری نگر محلہ خان یار کشمیر میں اس کی قبر ہے۔ اور اگر اس کے معجزات ہیں تو وہ دوسرے نبیوں سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ بلکہ الیاس نبی کے معجزات اس سے بہت زیادہ ہیں اور بموجب بیان یہودیوں کے اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا محض فریب اور مکر تھا اور پیشگوئیوں کا

---

* یہودیوں کے اس بیان کی خود حضرت مسیح کے قول سے تائید پائی جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح انجیل میں فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے حرام کار مجھ سے نشان مانگتے ہیں۔ ان کو کوئی نشان نہیں دکھلایا جائے گا۔ پس ظاہر ہے کہ اگر حضرت عیسٰی نے کوئی معجزہ یہودیوں کو دکھلایا ہوتا تو ضرور وہ یہودیوں کی اس درخواست کے وقت ان معجزات کا حوالہ دیتے۔ منہ

یہ حال ہے جو اکثر جھوٹی نکلی ہیں۔ کیا بارہ[۱۲] حواریوں کو وعدہ کے موافق بارہ[۱۲] تخت بہشت میں نصیب ہو گئے کوئی پادری صاحب تو جواب دیں؟ کیا دنیا کی بادشاہت حضرت عیسٰیؑ کو ان کی اپنی پیشگوئی کے موافق مل گئی۔ جس کے لئے ہتھیار بھی خریدے گئے تھے۔ کوئی تو بولے؟ اور کیا اسی زمانہ میں حضرت مسیحؑ اپنے دعویٰ کے موافق آسمان سے اتر آئے ہیں۔ کہتا ہوں۔ اترنا کیا ان کو تو آسمان پر جانا ہی نصیب نہیں ہوا۔ یہی رائے یورپ کے محقق علما کی بھی ہے بلکہ وہ صلیب پر سے نیم مردہ ہو کر بچ گئے۔ اور پھر پوشیدہ طور پر بھاگ کر ہندوستان کی راہ سے کشمیر میں پہونچے اور وہیں فوت ہو گئے۔ ﴿

﴿ جو لوگ مسلمان کہلا کر حضرت عیسٰیؑ کو مع جسم عنصری آسمان پر پہنچاتے ہیں وہ قرآن شریف کے برخلاف ایک لغویات منہ پر لاتے ہیں۔ قرآن شریف تو آیت فلما توفیتنی میں حضرت عیسٰیؑ کی موت ظاہر کرتا ہے اور آیت قل سبحان ربی هل كنت الا بشرا رسولا میں انسان کا مع جسم عنصری آسمان پر جانا ممتنع قرار دیتا ہے۔ پھر یہ کیسی جہالت ہے کہ کلام الٰہی کے مخالف عقیدہ رکھتے ہیں۔ توفی کے یہ معنی کرنا کہ مع جسم عنصری آسمان پر اٹھائے جانا اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہ ہوگی۔ اول تو کسی کتاب لغت میں توفی کے یہ معنی نہیں لکھے کہ مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا جانا پھر ماسوا اس کے جبکہ آیت فلما توفیتنی قیامت کے متعلق ہے۔ یعنی قیامت کو حضرت عیسٰیؑ خدا تعالیٰ کو یہ جواب دیں گے تو اس سے لازم آتا ہے کہ قیامت تو آجائے گی مگر حضرت عیسٰیؑ نہیں مریں گے اور مرنے سے پہلے ہی مع جسم عنصری خدا کے سامنے پیش ہو جائیں گے۔ قرآن شریف کی یہ تحریف کرنا یہودیوں سے بڑھ کر قدم ہے۔ منہ

پھر تعلیم کا یہ حال ہے کہ قطع نظر اس سے کہ اس پر چوری کا الزام لگایا گیا ہے۔ انسانی قویٰ کی تمام شاخوں میں سے صرف ایک شاخ حلم اور درگذر پر انجیل کی تعلیم زور دیتی ہے۔ اور باقی شاخوں کا خون کیا ہے کہ جو کچھ انسان کو قدرت قادر نے عطا کیا ہے۔ کوئی چیز اس میں سے بیکار نہیں ہے۔ اور ہر ایک انسانی قوت اپنی اپنی جگہ پر عین مصلحت سے پیدا کی گئی ہے۔ اور جیسے کسی وقت اور کسی محل پر حلم اور درگذر عمدہ اخلاق میں سے سمجھے جاتے ہیں۔ ایسا ہی کسی وقت غیرت اور انتقام اور مجرم کو سزا دینا اخلاقِ فاضلہ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ نہ ہمیشہ درگزر اور عفو قرینِ مصلحت ہے۔ اور نہ ہمیشہ سزا اور انتقام مصلحت کے مطابق ہے۔ یہی قرآنی تعلیم ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔ جزاءُ سیئۃٍ سیئۃ مثلھا فمن عفیٰ واصلح فاجرہ علی اللہ۔ یعنی بدی کی جزا اسی قدر ہے جس قدر بدی کی گئی۔ مگر جو کوئی عفو کرے اور اس عفو میں کوئی اصلاح مقصود ہو*۔ تو اس کا اجر خدا کے پاس ہے۔ یہ تو قرآن شریف کی تعلیم ہے۔ مگر انجیل میں بغیر کسی شرط کے ہر ایک جگہ عفو اور درگذر کی ترغیب دی گئی ہے اور انسانی دوسرے مصالح کو جن پر تمام سلسلہ تمدن کا چل رہا ہے۔ پامال کر دیا ہے۔ اور انسانی قویٰ کے درخت کی تمام شاخوں میں سے صرف ایک

---

* قرآن شریف نے بے فائدہ عفو اور درگذر کو جائز نہیں رکھا۔ کیونکہ اس سے انسانی اخلاق بگڑتے ہیں۔ اور شیرازہ نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔ بلکہ اس عفو کی اجازت دی جس سے کوئی اصلاح ہو۔

شاخ کے بڑھنے پر زور دیا ہے۔ اور باقی شاخوں کی رعایت قطعاً ترک کر دی گئی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بددعا کی۔ اور دوسروں کو دعا کرنا سکھلایا۔ اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولدالحرام تک کہہ دیا۔ اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں۔ اور بُرے بُرے ان کے نام رکھے۔ اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلاوے پس کیا ایسی تعلیم ناقص جس پر انھوں نے آپ بھی عمل نہ کیا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے پاک اور کامل تعلیم قرآن شریف کی ہے جو انسانی درخت کی ہر ایک شاخ کی پرورش کرتی ہے اور قرآن شریف صرف ایک پہلو پر زور نہیں ڈالتا۔ بلکہ کبھی تو عفو اور درگزر کی تعلیم دیتا ہے مگر اس شرط سے کہ عفو کرنا قرین مصلحت ہو۔ اور کبھی مناسب محل اور وقت کے مجرم کو سزا دینے کے لئے فرماتا ہے۔ پس درحقیقت قرآن شریف خدا تعالیٰ کے اس قانون قدرت کی تصویر ہے جو ہمیشہ ہماری نظر کے سامنے ہے۔ یہ بات نہایت معقول ہے کہ خدا کا قول دونوں مطابق ہونے چاہئیں۔ یعنی جس رنگ اور طرز پر دنیا میں خدا تعالیٰ کا فعل نظر آیا ہے۔ ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی کتاب اپنے فعل کے مطابق تعلیم کرے۔ نہ یہ کہ فعل سے کچھ اور ظاہر ہو اور قول سے کچھ اور ظاہر ہو خدا تعالیٰ کے فعل میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیشہ نرمی اور درگزر نہیں بلکہ

وہ مجرموں کو طرح طرح کے عذابوں سے سزا یاب بھی کرتا ہے۔ ایسے عذابوں کا پہلی کتابوں میں بھی ذکر ہے۔ ہمارا خدا صرف حلیم خدا نہیں بلکہ وہ حکیم بھی ہے۔ اور اس کا قہر بھی عظیم ہے۔ سچی کتاب وہ کتاب ہے جو اس کے قانونِ قدرت کے مطابق ہے۔ اور سچا قول آلہٰی وہ ہے جو اس کے فعل کے مخالف نہیں۔ ہم نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا۔ کہ خدا نے اپنی مخلوق کے ہمیشہ حلیم اور درگذر کا معاملہ کیا ہو۔ اور کوئی عذاب نہ آیا ہو۔ اب بھی ناپاک طبع لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ایک عظیم الشان اور ہیبت ناک زلزلہ کی خبر دے رکھی ہے۔ جو ان کو ہلاک کرے گا۔ اور طاعون بھی ابھی دور نہیں ہوئی پہلے اس سے نوح کی قوم کا کیا حال ہوا۔ لوط کی قوم کو کیا پیش آیا۔ سو یقیناً سمجھو کہ شریعت کا ماحصل تخلق باخلاق اللہ یعنی خدائے عزوجل کے اخلاق اپنے اندر حاصل کرنا یہی کمال نفس ہے۔ اگر ہم یہ چاہیں کہ خدا سے بھی بڑھ کر کوئی نیک خلق ہم میں پیدا ہو۔ تو یہ بے ایمانی اور پلید رنگ کی گستاخی ہے اور خدا کے اخلاق پر ایک اعتراض ہے۔

اور پھر ایک اور بات پر بھی غور کرو کہ خدا کا قدیم سے قانونِ قدرت ہے کہ وہ توبہ اور استغفار سے گناہ معاف کرتا ہے۔ اور نیک لوگوں کی شفاعت کے طور پر دعا بھی قبول کرتا ہے۔ مگر یہ ہم نے خدا کے قانونِ قدرت میں کبھی نہیں دیکھا کہ زید اپنے سر پر پتھر مارے اور اس سے بکر کی درد سر جاتا رہے۔ پھر ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کی خودکشی سے دوسروں کی

اندرونی بیماری کا دور ہونا کس قانون پر مبنی ہے۔ اور وہ کونسا فلسفہ ہے
جس سے ہم معلوم کر سکیں کہ مسیح کا خون کسی دوسرے کی اندرونی ناپاکی
کو دور کر سکتا ہے۔ بلکہ مشاہدہ اس کے برخلاف گواہی دیتا ہے۔ کیونکہ جبتک
مسیح نے خودکشی کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ تب تک عیسائیوں میں نیک چلنی
اور خدا پرستی کا مادہ تھا۔ مگر صلیب کے بعد تو جیسے ایک بند ٹوٹ کر ہر طرف
دریا کا پانی پھیل جاتا ہے۔ یہی عیسائیوں کے نفسانی جوشوں کا حال ہوا۔ کچھ
شک نہیں کہ اگر یہ خودکشی مسیح سے بالارادہ ظہور میں آئی تھی تو بہت بیجا کام
کیا۔ اگر وہی زندگی وعظ و نصیحت میں صرف کرتا۔ تو مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا۔
اس بیجا حرکت سے دوسروں کو کیا فائدہ ہوا۔ ہاں اگر مسیح خودکشی کے بعد
زندہ ہوکر یہودیوں کے روبرو آسمان پر چڑھ جاتا۔ تو اس سے یہودی
ایمان لے آتے۔ مگر اب تو یہودیوں اور تمام عقلمندوں کے نزدیک مسیح کا
آسمان پر چڑھنا محض ایک فسانہ اور گپ ہے۔

اور پھر تثلیث کا عقیدہ بھی ایک عجیب عقیدہ ہے۔ کیا کسی نے سنا ہے کہ
مستقل طور پر اور کامل طور پر تین بھی ہوں اور ایک بھی ہو۔ اور ایک بھی کامل خدا
اور تین بھی کامل خدا ہو عیسائیوں کا مذہب بھی عجیب مذہب ہے کہ ہر ایک بات
میں غلطی اور پھر ہر ایک امر میں لغزش ہے اور پھر باوجود ان تمام تاریکیوں کے
آئندہ زمانہ کے لئے وحی اور الہام پر مہر لگ گئی ہے۔ اور اب ان تمام اناجیل
کی غلطیوں کا فیصلہ حسب اعتقاد عیسائیوں کی وحی جدید کی رو سے تو غیر ممکن ہے۔

کیونکہ انکے عقیدہ کے موافق اب وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہگئی ہے۔ اب تمام مدار صرف اپنی اپنی رائے پر ہے جو جہالت اور تاریکی سے مبرا نہیں۔ اور ان کی انجیلیں اسقدر بیہودگیوں کا مجموعہ ہیں جو ان کا شمار کرنا غیر ممکن ہے مثلاً ایک عاجز انسان کو خدا بنانا اور دوسروں کے گناہوں کی سزا میں اسکے لئے صلیب تجویز کرنا اور تین دن تک اسکو دوزخ میں بھیجنا اور پھر ایک طرف خدا بنانا اور ایک طرف کمزوری اور دروغگوئی کی عادت کو اسکی طرف منسوب کرنا چنانچہ انجیلوں میں بہت سے ایسے کلمات پائے جاتے ہیں کہ جن سے نعوذ باللہ حضرت مسیح کا دروغگو ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً وہ ایک چور کو وعدہ دیتے ہیں کہ آج بہشت میں تو میرے ساتھ روزہ کھولے گا اور ایک طرف وہ خلاف وعدہ اسی دن دوزخ میں جاتے ہیں۔ اور تین دن دوزخ میں ہی رہتے ہیں۔ ایسا ہی انجیلوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیطان آزمایش کیلئے مسیح کو کئی جگہ لئے پھرا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مسیح خدا بن کر بھی شیطان کی آزمایش سے بچ نہ سکا۔ اور شیطان کو خدا کی آزمایش کی جرأت ہوگئی۔ یہ انجیل کا فلسفہ تمام دنیا سے نرالا ہے۔ اگر درحقیقت شیطان مسیح کے پاس آیا تھا تو مسیح کے لئے بڑا عمدہ موقعہ تھا کہ یہودیوں کو شیطان دکھلا دیتا۔ کیونکہ یہودی حضرت مسیح کی نبوت کے سخت انکاری تھے۔ وجہ یہ کہ ملاکی نبی کی کتاب میں سچے مسیح کی یہ علامت لکھی تھی کہ اس سے پہلے الیاس* نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ پس چونکہ الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آیا۔

---

* اس زمانہ میں یہودی لوگ الیاس نبی کے دنیا میں دوبارہ آنے اور آسمان سے اترنے کے ایسے ہی منتظر تھے جیسے کہ آجکل ہمارے سادہ طبع مولوی حضرت عیسٰی کے آسمان سے اترنے کے منتظر ہیں۔

اس لئے یہودی اب تک حضرت عیسٰی کو مفتری اور مکار کہتے ہیں ۔ یہ یہودیوں کی ایسی حجت ہے کہ عیسائیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ۔ اور شیطان کا مسیح کے پاس آنا یہ بھی یہودیوں کے نزدیک مجنونانہ خیال ہے ۔ اکثر مجانین ایسی ایسی خوابیں دیکھا کرتے ہیں ۔ یہ مرض کابوس کی ایک قسم ہے ۔ اس جگہ ایک محقق انگریز نے یہ تاویل کی ہے کہ شیطان کے آنے سے مراد یہ ہے کہ مسیح کو تین مرتبہ شیطانی الہام ہوا مگر مسیح اس سے متاثر نہیں ہوا ۔ ایک شیطانی الہاموں میں سے یہ تھا کہ مسیح کے دل میں شیطان کی طرف سے یہ ڈالا گیا کہ وہ خدا کو چھوڑ دے ۔ اور محض شیطان کے تابع ہو جائے مگر تعجب کہ شیطان خدا کے بیٹے پر مسلط ہوا اور دنیا کی طرف اس کو رجوع دیا ۔ حالانکہ وہ خدا کا بیٹا کہلاتا ہے اور پھر خدا ہونے کے برخلاف وہ مرتا ہے ۔ کیا خدا بھی مرا کرتا ہے ۔ اور اگر محض انسان مرا ہے تو پھر کیوں یہ دعوٰی ہے کہ ابن اللہ نے انسان کے لئے جان دی ۔ اور پھر وہ ابن اللہ کہلا کر قیامت کے وقت سے بھی بے خبر ہے ۔ جیسا کہ مسیح کا اقرار انجیل میں موجود ہے کہ وہ باوجود ابن اللہ ہونے کے نہیں جانتا کہ قیامت کب آوے گی ۔ باوجود خدا کہلانے کے قیامت کے علم سے بے خبر ہونا کس قدر بیہودہ بات ہے بلکہ قیامت تو دور ہے اس کو تو یہ بھی خبر نہ تھی کہ جس درخت انجیر کی طرف چلا اس پر کوئی پھل نہیں ۔

بقیہ حاشیہ :- مگر حضرت عیسٰی کو ملاکی نبی کی اس پیشگوئی کی تاویل کرنی پڑی ۔ اسی وجہ سے یہودی اب تک انکو سچا نبی نہیں جانتے کہ ایلیاس آسمان سے نہیں اترا ۔ اس عقیدہ کی وجہ سے یہودی تو داخل جہنم ہوئے اب اسی طمع خام میں مسلمان گرفتار ہیں یہ سراسر یہودیوں کا رنگ ہے جو ان میں آ گیا ہے تا آنحضرت صلعم کی ایک پیشگوئی پوری ہو گئی ۔

اب ہم اصل امر کی طرف رجوع کرکے مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ایک وحی اگر کسی گزشتہ قصہ یا کتاب کے مطابق آجائے یا پوری مطابق نہ ہو یا فرض کرو کہ وہ قصہ یا کتاب لوگوں کی نظر میں ایک فرضی کتاب یا فرضی قصہ ہے۔ تو اس سے خدا تعالیٰ کی وحی پر کوئی حملہ نہیں ہو سکتا۔ جن کتابوں کا نام عیسائی لوگوں نے تاریخی کتابیں رکھتے ہیں یا آسمانی وحی کہتے ہیں۔ یہ تمام بے بنیاد باتیں ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں اور کوئی کتاب ان کی شکوک وشبہات کے گند سے خالی نہیں اور جن کتابوں کو وہ جعلی اور فرضی کہتے ہیں ممکن کہ وہ جعلی نہ ہوں اور جن کتابوں کو وہ صحیح مانتے ہیں ممکن ہے کہ وہ جعلی ہوں۔ خدا تعالیٰ کی کتاب ان کی مطابقت یا مخالفت کی محتاج نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی سچی کتاب کا یہ معیار نہیں ہے کہ ایسی کتابوں کی مطابقت یا مخالفت دیکھی جائے۔ عیسائیوں کا کسی کتاب کو جعلی کہنا ایسا امر نہیں ہے کہ جو جوڈیشل تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور نہ ان کا کسی کتاب کو صحیح کہنا کسی باضابطہ ثبوت پر مبنی ہے۔ نری اٹکلیں اور خیالات ہیں۔ لہذا ان کے یہ بیہودہ خیالات خدا کی کتاب کے معیار نہیں ہو سکتے۔ بلکہ معیار یہ ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کتاب* خدا کے قانونِ قدرت اور قوی معجزات سے اپنا منجانب اللہ ہونا ثابت کرتی ہے یا نہیں۔ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ہزار سے زیادہ معجزات ہوئے ہیں اور پیشگوئیوں کا تو شمار نہیں۔ مگر ہمیں ضرورت نہیں کہ ان گزشتہ معجزات کو پیش کریں۔ بلکہ ایک عظیم الشان معجزہ آنحضرت صلعم کا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی وحی منقطع ہو گئی اور معجزات نابود ہو گئے اور ان کی امت

---

* دنیا میں ایک قرآن ہی ہے جس نے خدا کی ذات اور صفات کو خدا کے اس قانونِ قدرت کے مطابق ظاہر فرمایا ہے۔ جو خدا کے فعل سے دنیا میں پایا جاتا ہے اور جو انسانی فطرت اور انسانی ضمیر

خالی اور تہیدست ہے۔ صرف قصے ان لوگوں کے ہاتھ میں رہ گئے مگر آنحضرت صلعم کی وحی منقطع نہیں ہوئی اور نہ معجزات منقطع ہوئے بلکہ ہمیشہ بذریعہ کاملین امت جو شرف اتباع سے مشرف ہیں ظہور میں آتے ہیں۔ اسی وجہ سے مذہب اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اس کا خدا ایک زندہ خدا ہے چنانچہ اس زمانہ میں بھی اس شہادت کے پیش کرنے کیلئے یہی بندہ حضرت عزت موجود ہے اوراب تک میرے ہاتھ پر ہزارہا نشان تصدیق رسول اللہؐ اور کتاب اللہ کے بارہ میں ظاہر ہو چکے ہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک مکالمہ سے قریباً ہر روز میں مشرف ہوتا ہوں۔ اب ہوشیار ہو جاؤ اور سوچ کر دیکھ لو کہ جس حالت میں دنیا میں ہزارہا مذہب خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں تو کیونکر ثابت ہو کہ وہ درحقیقت منجانب اللہ ہیں۔ آخر سچے مذہب کیلئے کوئی تو مابہ الامتیاز چاہیئے اور صرف معقولیت کا دعویٰ کسی مذہب کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ معقول باتیں انسان بھی بیان کر سکتا ہے اور جو خدا محض انسانی دلائل سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ خدا نہیں ہے بلکہ خدا وہ ہے جو اپنے تئیں قوی نشانوں کے ساتھ آپ ظاہر کرتا ہے وہ مذہب جو محض خدا کی طرف سے ہے اس کے ثبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ منجانب اللہ ہونے کے نشان اور خدائی مہر اپنے ساتھ رکھتا ہو۔ تا معلوم ہو کہ وہ خاص خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ہے۔ سو یہ مذہب اسلام ہے وہ خدا جو پوشیدہ اور نہاں در نہاں ہے اسی مذہب کے ذریعہ سے اس کا پتہ لگتا ہے اور اسی مذہب کے حقیقی پیرووں پر وہ ظاہر ہوتا ہے جو درحقیقت سچا

میں منقوش ہے عیسائی عاجز کا خدا صرف انجیل کے ورقوں میں محبوس ہے اور جس تک انجیل نہیں پہنچی وہ خدا سے بے خبر ہے لیکن جس خدا کو قرآن پیش کرتا ہے اس سے کوئی شخص ذی العقل [illegible]

مذہب ہے سچے مذہب پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور خدا اس کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے
کہ میں موجود ہوں۔ جن مذاہب کی محض قصوں پر بنا ہے وہ بت پرستی سے کم نہیں۔
ان مذاہب میں کوئی سچائی کی روح نہیں ہے اگر خدا اب بھی زندہ ہے جیسا کہ
پہلے تھا اور اگر وہ اب بھی بولتا اور سنتا ہے جیسا کہ پہلے تھا تو کوئی وجہ معلوم نہیں
ہوتی کہ وہ اس زمانہ میں ایسا چپ ہو جائے کہ گویا موجود نہیں اگر وہ اس زمانہ
میں بولتا نہیں تو یقیناً وہ اب سنتا بھی نہیں گویا اب کچھ بھی نہیں۔ سو سچا وہی مذہب
ہے کہ جو اس زمانہ میں بھی خدا کا سننا اور بولنا دونوں ثابت کرتا ہے۔ غرض سچے
مذہب میں خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ مخاطبہ سے اپنے وجود کی آپ خبر دیتا ہے۔
خدا شناسی ایک نہایت مشکل کام ہے۔ دنیا کے حکیموں اور فلاسفروں کا کام
نہیں ہے جو خدا کا پتہ لگا دیں۔ کیونکہ زمین و آسمان کو دیکھ کر صرف یہ ثابت ہوتا
ہے کہ اس ترکیب محکم اور ابلغ کا کوئی صانع ہونا چاہیئے۔ مگر یہ تو ثابت نہیں ہوتا
کہ فی الحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے اور ہونا چاہیئے۔ اور ہے میں جو فرق
ہے وہ ظاہر ہے پس اس وجود کا واقعی طور پر پتہ دینے والا صرف قرآن شریف
ہے جو صرف خدا شناسی کی تاکید نہیں کرتا۔ بلکہ آپ دکھلا دیتا ہے اور کوئی
کتاب آسمان کے نیچے ایسی نہیں ہے کہ اس پوشیدہ وجود کا پتہ دے۔

مذہب سے غرض کیا ہے!! بس یہی کہ خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی
صفات کاملہ پر یقینی طور پر ایمان حاصل ہو کر نفسانی جذبات سے انسان نجات پا جاوے
اور خدا تعالیٰ سے ذاتی محبت پیدا ہو۔ کیونکہ درحقیقت وہی بہشت ہے جو عالم آخرت
سے بے خبر ہیں [illegible] جسکو قرآن نے پیش کیا ہے۔ [illegible]
[illegible]

میں طرح طرح کے پیرایوں میں ظاہر ہوگا۔ اور حقیقی خدا سے بے خبر رہنا اور اس سے دور رہنا اور سچی محبت اس سے نہ رکھنا درحقیقت یہی جہنم ہے جو عالم آخرت میں انواع و اقسام کے رنگوں میں ظاہر ہوگا اور اصل مقصود اس راہ میں یہ ہے کہ اس کو خدا کی ہستی پر پورا یقین حاصل ہو اور پھر پوری محبت ہو۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ کونسا مذہب اور کونسی کتاب ہے جس کے ذریعہ سے یہ غرض حاصل ہوسکتی ہے انجیل تو صاف جواب دیتی ہے کہ مکالمہ اور مخاطبہ کا دروازہ بند ہے اور یقین کرنیکی راہیں مسدود ہیں اور جو کچھ ہوا وہ پہلے ہوچکا اور آگے کچھ نہیں۔ مگر تعجب کہ وہ خدا جو اب تک اس زمانہ میں بھی سنتا ہے۔ وہ اس زمانہ میں بولنے سے کیوں عاجز ہوگیا ہے کیا ہم اس اعتقاد پر تسلی پکڑ سکتے ہیں کہ پہلے کسی زمانہ میں وہ بولتا بھی تھا اور سنتا بھی۔ مگر اب وہ صرف سنتا ہے مگر بولتا نہیں۔ ایسا خدا کس کام کا جو ایک انسان کی طرح بڈھا ہوکر بعض قویٰ اس کے بیکار ہوجاتے ہیں۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے بعض قویٰ اس کے بھی بیکار ہو گئے اور نیز ایسا خدا کس کام کا کہ جب تک ٹکٹکی سے باندھ کر اسکو کوڑے نہ لگیں اور اس کے منہ پر نہ تھوکا جائے اور چند روز اس کو حوالات میں نہ رکھا جائے۔ اور آخر اس کو صلیب پر نہ کھینچا جائے۔ تب تک وہ اپنے بندوں کے گناہ نہیں بخشتا۔ ہم تو ایسے خدا سے سخت بیزار ہیں جس پر ایک ذلیل قوم یہودیوں کی جو اپنی حکومت بھی کھو بیٹھی تھی۔ غالب آگئی۔ ہم اس خدا کو سچا خدا جانتے ہیں جس نے ایک مکہ کے غریب بیکس کو اپنا نبی بنا کر اپنی قدرت اور غلبہ کا جلوہ اسی زمانہ میں

تمام جہان کو دکھا دیا۔ یہاں تک کہ جب شاہِ ایران نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لیے اپنے سپاہی بھیجے تو اس قادرِ خدا نے اپنے رسول کو فرمایا کہ سپاہیوں کو کہہ دے کہ آج رات میرے خدا نے تمہارے خداوند کو قتل کر دیا ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ایک طرف ایک شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور انجیر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ رومی کا ایک سپاہی اس کو گرفتار کر کے ایک دو گھنٹہ میں جیلخانہ میں ڈال دیتا ہے اور تمام رات کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں اور دوسری طرف وہ مرد ہے کہ صرف رسالت کا دعویٰ کرتا ہے اور خدا اس کے مقابلہ پر بادشاہوں کو ہلاک کرتا ہے۔ یہ مقولہ طالب حق کے لئے نہایت نافع ہے۔ کہ یار غالب شو کہ تا غالب شوی۔ ہم ایسے مذہب کو کیا کریں جو مردہ مذہب ہے۔ ہم ایسی کتاب سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو مردہ کتاب ہے اور ہمیں ایسا خدا کیا فیض پہنچا سکتا ہے جو مردہ خدا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اپنے خدائے پاک کے یقینی اور قطعی مکالمہ سے مشرف ہوں۔ اور قریباً ہر روز مشرف ہوتا ہوں۔ اور وہ خدا جس کو یسوع مسیح کہتا ہے کہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس نے مجھے نہیں چھوڑا اور مسیح کی طرح میرے پر بھی بہت حملے ہوئے مگر ہر ایک حملہ میں دشمن ناکام رہے اور مجھے پھانسی دینے کے لیے منصوبہ کیا گیا۔ مگر میں مسیح کی طرح صلیب پر نہیں چڑھا بلکہ ہر ایک بلا کے وقت میرے خدا نے مجھے بچایا۔ اور میرے لئے اس نے بڑے بڑے معجزات دکھلائے۔ اور بڑے بڑے قوی ہاتھ دکھلائے اور ہزارہا

نشانوں سے اس نے مجھ پر ثابت کر دیا کہ خدا وہی خدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا اور جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اور میں عیسٰی مسیح کی ہرگز ان امور میں اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیکھتا۔ یعنی جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا ایسا ہی مجھ پر بھی ہوا۔ اور جیسے اس کی نسبت معجزات منسوب کئے جاتے ہیں۔ میں یقینی طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں بلکہ ان سے زیادہ اور یہ تمام شرف مجھے صرف ایک نبی کی پیروی سے ملا ہے جس کے مدارج اور مراتب سے دنیا بے خبر ہے۔ یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم یہ عجیب ظلم ہے کہ جاہل اور نادان لوگ کہتے ہیں کہ عیسٰی آسمان پر زندہ ہے حالانکہ زندہ ہونے کے علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پاتا ہوں۔ وہ خدا جس کو دنیا نہیں جانتی ہم نے اس خدا کو اس کے نبی کے ذریعہ سے دیکھ لیا۔ اور وہ وحی الٰہی کا دروازہ جو دوسری قوموں پر بند ہے۔ ہمارے پر محض اسی نبی کی برکت سے کھولا گیا۔ اور وہ معجزات جو غیر قومیں صرف قصوں اور کہانیوں کے طور پر بیان کرتی ہیں۔ ہم نے اس نبی کے ذریعہ سے وہ معجزات بھی دیکھ لئے اور ہم نے اس نبی کا وہ مرتبہ پایا جس کے آگے کوئی مرتبہ نہیں۔ مگر تعجب کہ دنیا اس سے بے خبر ہے۔ مجھے کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا کیوں دعوٰی کیا۔ مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسٰی سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے۔ اندھے کہتے ہیں یہ کفر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تم خود ایمان سے بے نصیب ہو۔ پھر کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے۔

کفر خود تمہارے اندر ہے۔ اگر تم جانتے کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ تو ایسا کفر منہ پر نہ لاتے۔ خدا تو تمہیں یہ ترغیب دیتا ہے کہ تم اس رسول کی کامل پیروی کی برکت سے تمام رسولوں کے متفرق کمالات اپنے اندر جمع کر سکتے ہو۔ اور تم صرف ایک نبی کے کمالات حاصل کرنا کفر جانتے ہو۔

غرض آپ پر لازم ہے کہ اس راہ کی طرف توجہ کرو کہ کیونکر ایک سچا مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے شناخت ہو سکتا ہے پس یاد رہے کہ وہی سچا مذہب ہے جسکے ذریعہ سے خدا کا پتہ لگتا ہے دوسرے مذاہب میں صرف انسانی کوششیں پیش کیجاتی ہیں گویا انسان کا خدا پر احسان ہے جو اس نے اس کا پتہ دیا۔ مگر اسلام میں خود خدا تعالیٰ ہر ایک زمانہ میں اپنی انا الموجود کی آواز سے اپنی ہستی کا پتہ دیتا ہے۔ جیسا کہ اس زمانہ میں بھی وہ مجھ پر ظاہر ہوا۔ پس اس رسول پر ہزاروں سلام اور برکات جسکے ذریعہ سے ہم نے خدا کو شناخت کیا۔

بالآخر میں دوبارہ افسوس سے لکھتا ہوں کہ آپ کا یہ قول کہ حضرت مریم کا اُخت ہارون ہونا آپ پر بد اثر ڈالتا ہے۔ میری نگاہ میں آپ کی بہت ناواقفیت ظاہر کرتا ہے۔ اس بیہودہ اعتراض پر پہلے علماء نے بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ اگر استعارہ کے رنگ میں یا اور بنا پر خدا تعالیٰ نے مریم کو ہارون کی ہمشیرہ ٹھیرایا ہے تو آپ کو اس سے کیوں تعجب ہوا۔ جب کہ قرآن شریف بجائے خود بار بار بیان کر چکا ہے کہ ہارون نبی حضرت موسیٰ کے وقت میں تھا۔ اور یہ مریم حضرت عیسیٰ کی والدہ تھی جو چودہ سو برس بعد ہارون کے پیدا ہوئی تو کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ

خداتعالیٰ ان واقعات سے بے خبر ہے اور نعوذ باللہ اس نے مریم کو ہارون کی
ہمشیرہ ٹھیرانے میں غلطی کی ہے۔ کس درجہ کے خبیث طبع یہ لوگ ہیں کہ بیہودہ
اعتراض کرکے خوش ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ مریم کا کوئی بھائی ہو جس کا نام
ہارون ہو۔ عدم علم سے عدم شئے تو لازم نہیں آتا۔ مگر یہ لوگ اپنے گریبان
میں منہ نہیں ڈالتے اور نہیں دیکھتے کہ انجیل کس قدر اعتراضات کا نشانہ
ہے۔ دیکھو یہ کس قدر اعتراض ہے کہ مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا۔ تا وہ ہمیشہ
بیت المقدس کی خادمہ ہو۔ اور تمام عمر خاوند نہ کرے۔ لیکن جب چھ سات
مہینہ کا حمل نمایاں ہوگیا۔ تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم
کا یوسف نام ایک نجار سے نکاح کر دیا۔ اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے
بعد مریم کو بیٹا پیدا ہوا۔ وہی عیسٰی یا یسوع کے نام سے موسوم ہوا۔ اب اعتراض
یہ ہے کہ اگر درحقیقت معجزہ کے طور پر یہ حمل تھا تو کیوں وضع حمل تک صبر نہیں
کیا گیا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عہد تو یہ تھا کہ مریم مدت العمر ہیکل کی خدمت
میں رہے گا۔ پھر کیوں عہد شکنی کرکے اور اس کو خدمت بیت المقدس سے الگ
کرکے یوسف نجار کی بیوی بنایا گیا۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ توریت کے رو سے
بالکل حرام اور ناجائز تھا کہ حمل کی حالت میں کسی عورت کا نکاح کیا جائے۔ پھر
کیوں خلاف حکم توریت مریم کا نکاح عین حمل کی حالت میں یوسف سے کیا
گیا۔ حالانکہ یوسف اس نکاح سے ناراض تھا۔ اور اس کی پہلی بیوی موجود
تھی۔ وہ لوگ جو تعداد ازدواج سے منکر ہیں شائد ان کو یوسف کے اس نکاح کی

اطلاع نہیں۔ غرض اس جگہ ایک معترض کا حق ہے کہ وہ یہ گمان کرے کہ اس نکاح کی یہی وجہ تھی کہ قوم کے بزرگوں کو مریم کی نسبت ناجائز حمل کا شبہ پیدا ہو گیا تھا اگرچہ ہم قرآن شریف کی تعلیم کے رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حمل محض خدا کی قدرت سے تھا۔ تا خدا تعالیٰ یہودیوں کو قیامت کا نشان دے۔ اور جس حالت میں برسات کے دنوں میں ہزارہا کیڑے مکوڑے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام بھی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تو پھر حضرت عیسیٰ کی اس پیدائش سے کوئی بزرگی ان کی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا بعض قویٰ سے محروم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ القصہ حضرت مریم کا نکاح محض شبہ کی وجہ سے ہوا تھا۔ ورنہ جو عورت بیت المقدس کی خدمت کرنے کے لئے نذر ہو چکی تھی اس کے نکاح کی کیا ضرورت تھی۔ افسوس اس نکاح سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے اور یہود نابکار نے ناجائز تعلق کے شبہات شائع کئے پس اگر کوئی اعتراض قابل حل ہے تو یہ اعتراض ہے نہ کہ مریم کا ہارون بھائی قرار دینا کچھ اعتراض ہے۔ قرآن شریف میں تو یہ بھی لفظ نہیں کہ ہارون نبی کی مریم ہمشیرہ تھی۔ صرف ہارون کا نام ہے نبی کا لفظ وہاں موجود نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ نبیوں کے نام تبرکاً رکھے جاتے تھے۔ سو قرین قیاس ہے کہ مریم کا کوئی بھائی ہوگا جس کا نام ہارون ہوگا اور اس بیان کو محل اعتراض سمجھنا سراسر حماقت ہے۔

اور قصہ اصحاب کہف وغیرہ اگر یہودیوں اور عیسائیوں کی پہلی کتابوں میں بھی ہو۔ اور اگر فرض کر لیں کہ وہ لوگ ان قصوں کو ایک فرضی قصے سمجھتے ہوں تو

اس میں کیا حرج ہے۔ آپ کو یاد رہے کہ ان لوگوں کی مذہبی اور تاریخی کتابیں اور
خود ان کی آسمانی کتاب تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ یورپ
میں ان کتابوں کے بارے میں آج کل کسقدر ماتم ہو رہا ہے اور سلیم طبیعتیں خود بخود
اسلام کی طرف آتی جاتی ہیں اور بڑی بڑی کتابیں اسلام کی حمایت میں تالیف ہو رہی
ہیں چنانچہ کئی انگریز امریکہ وغیرہ ممالک کے ہمارے سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں
آخر جھوٹ کب تک چھپا رہے۔ پھر سوچنے کا مقام ہے کہ وحی الٰہی کو ایسی کتابوں
کے اقتباس کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ خوب یاد رکھو کہ یہ لوگ اندھے ہیں اور
ان کی تمام کتابیں اندھی ہیں۔ تعجب کہ جس حالت میں قرآن شریف ایسے جزیرہ
میں نازل ہوا جس کے لوگ عموماً عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں سے بے خبر
تھے۔ اور آنحضرت صلعم خود امی تھے تو پھر یہ تہمتیں آنجناب پر لگانا ان لوگوں کا کام
ہے جو خدا سے بالکل بیخوف ہیں۔ آنحضرت صلعم پر یہ اعتراض ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت
عیسٰی پر کسقدر اعتراض ہوں گے جنھوں نے ایک اسرائیلی فاضل سے توریت کو سبقاً سبقاً
پڑھا تھا اور یہودیوں کی تمام کتابوں طالمود وغیرہ کا مطالعہ کیا تھا اور جن کی انجیل
درحقیقت بائبل اور طالمود کی عبارتوں سے ایسی پر ہے کہ ہم لوگ محض قرآن شریف
کے ارشاد کی وجہ سے ان پر ایمان لاتے ہیں۔ ورنہ اناجیل کی نسبت بڑے شبہات
پیدا ہوتے ہیں اور افسوس کہ انجیلوں میں ایک بات بھی ایسی نہیں کہ جو بلفظہٖ پہلی
کتابوں میں موجود نہیں اور پھر اگر قرآن نے بائبل کی متفرق سچائیوں اور صداقتوں
کو ایک جگہ جمع کر دیا تو اس میں کونسا استبعاد عقلی ہوا اور کیا غضب آگیا۔ کیا آپ کے

نزدیک یہ محال ہے کہ یہ تمام قصے قرآن شریف کے بذریعہ وحی کے لئے گئے ہیں جبکہ آنحضرت صلعم کا صاحب وحی ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت ہے اور آپکی نبوت حقہ کے انوار و برکات اب تک ظہور میں آر ہے ہیں تو کیوں شیطانی وساوس دل میں داخل کئے جاویں کہ نعوذ باللہ قرآن شریف کا کوئی قصہ کسی پہلی کتاب یا کتبہ سے نقل کیا گیا ہے کیا آپکو خدا تعالیٰ کے وجود میں کچھ شک ہے یا آپ اسکو علم غیب پر قادر نہیں جانتے۔ اس کی نسبت خود یورپ کے محققین کی شہادت ہمارے پاس موجود ہیں۔ ایک اندھی قوم ہے جن میں ایمانی روشنی باقی نہیں رہی اور عیسائیوں پر تو نہایت ہی افسوس ہے جنھوں نے طبعی اور فلسفہ پڑھکر ڈبو دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر یہود کی پہلی کتابیں سچی ہیں تو ان کی بنا پر حضرت عیسٰی کی نبوت ہی ثابت نہیں ہوتی۔ مثلاً سچے مسیح موعود کے لئے جسکا حضرت عیسٰی کو دعویٰ ہے۔ ملاکی نبی کی کتاب کی رو سے یہ ضروری تھا۔ کہ اس سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آتا۔ مگر الیاس تو اب تک نہ آیا درحقیقت یہودیوں کیطرف سے یہ بڑی حجت ہے جسکا جواب حضرت عیسٰی صفائی سے نہیں دے سکے یہ قرآن شریف کا حضرت عیسٰی پر احسان ہے جو انکی نبوت کا اعلان فرمایا اور کفارہ کا مسئلہ تو حضرت عیسٰی نے آپ رد کر دیا ہے۔ جبکہ کہا کہ میری یونسؑ نبی کی مثال ہے جو تین دن زندہ مچھلی کے پیٹ میں رہا اب اگر حضرت عیسٰی درحقیقت صلیب پر مر گئے تھے تو انکو یونسؑ سے کیا مشابہت اور یونس کو انسے کیا نسبت۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی صلیب پر مرے نہیں صرف یونس کیطرح بیہوش ہو گئے اور نسخہ مرہم عیسٰی جو قریباً تمام طبی کتابوں میں پایا جاتا ہے اس کے عنوان میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسٰی کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ یعنی انکی چوٹوں کیلئے جو صلیب پر آئی تھیں اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔

متفرق مکتوبات

جیسا کہ میں نے بار ہا لکھا ہے کہ میں تو آنے والے مورخ کے لئے
ایک مواد مہیا کر رہا ہوں اس لئے باوجود کوشش کے بعض اوقات
میں سلسلہ قائم نہیں رکھ سکتا اس لئے اس عنوان کے تحت بعض
وہ مکتوبات درج کرتا ہوں جو یا تو رہ گئے ہیں یا بعض نئے لوگوں
کے نام ہیں (عرفانی الکبیر)

امام الدین منصف کے نام دوسرا خط

اس سے پہلے ایک مکتوب نمبر ۵ پر درج ہو چکا ہے دوسرا مکتوب
کاتب کی فروگذاشت سے رہ گیا ہے جو طباعت کے وقت معلوم
ہوا لہذا اسے یہاں درج کر دیا جاتا ہے (عرفانی الکبیر)

خط نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی۔ میرے دوست مولوی امام الدین صاحب
سلمہٗ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا
ہوں کہ بباعث بعض موسمی بیماریوں کے آپ کے خط کا جواب لکھنے سے قاصر ہوں

دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور بوجہ ضعف بشریت ایک غلطی جو آپ کے خیال پر غالب آ رہی ہے۔ اس کو رفع دفع فرما دے۔ کہ ہر ایک ہدایت اسکی طرف سے ہے۔ اور انشاء اللہ میرا ارادہ ہے۔ کہ براہین احمدیہ کے کسی محل پر آپ کا جواب الجواب لکھوں۔ نہ بحث کی غرض سے بلکہ اس غرض سے کہ ہادی مطلق اس کے ذریعہ سے آپ کو راہ نمائی کرے۔ مگر میرے نزدیک اس سے پہلے مناسب ہے کہ آپ بائیبل کے ان مقامات کی صاف طور پر تشریح کر دیں جن سے نہ صرف یہ بات قطعی معلوم ہوتی ہے کہ وہ قصص واحکام خدا تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی عقلمند دستی و دیندار کا بھی وہ کلام نہیں ہو سکتا۔ بائیبل میں بعض بیانات عقل وطبعی کے برخلاف ہیں۔ اور بعض خدا تعالیٰ کے تقدس اور اسکی پاک تعلیم کے برخلاف اور بعض اس کے انبیاء کی شان کے برخلاف اور بعض ایسے امور ہیں جو حال کی تحقیقاتوں سے جھوٹے ثابت ہو گئے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قران شریف اجمالی طور پر تمام امور ضروریہ علمی و عملی کا جامع اور تمام معارف و حقائق پر بطور ایجاز و اجمال مشتمل ہے۔ اور خود خدا تعالیٰ نے تفصیل کا حوالہ اپنے رسول کیطرف کر دیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ جو کچھ رسول دے وہ لے لو۔ اور وہ جس چیز سے منع کرے اس سے باز آ جاؤ۔ اور اگر فرض کے طور پر یہ خیال کیا جاوے کہ بغیر بائیبل کے تکمیل قران شریف کے ساتھ بڑھ جائے تو پھر کوئی حکم اور دھنی صداقت باہر نہیں رہیگی۔ تو یہ بھی خیال خام اور گمان باطل ہے۔ اور اگر آپ کو سیر احادیث نصیب ہو۔ تو کس قدر صدہا جزئیات متعلق حقوق عبادت و معاملات و حقوق باری عزاسمہ وغیرہ اس میں مندرج ہیں۔ اور پھر کسقدر فقہائے

ان جزئیات کی تشریح کرنے کے وقت اجتہاد سے کام لیا ہے اور کسقدر مسائل پیدا ہو گئے ہیں تو آپ کو اقرار کرنا پڑے۔ ہاں بڑے زور سے اقرار کرتا ہوں کہ ان ضروری امور سے تمام بائیبل خالی ہے۔ تو پھر ہم بائیبل کی تہیدستی کا شکوہ کہاں لے جائیں اور کس کے پاس جاکر روئیں۔ سچ تو یہ ہے کہ انجیل اور توریت کی حالت کی نسبت یہ آیت نہایت موزوں معلوم ہوتی ہے۔ **واثمهما اكبر من نفعهما**۔ انہوں نے اپنی قوم کو جن کے ہاتھوں میں صدہا سال سے یہ کتابیں ہیں کیا فائدہ پہونچایا ہے۔ جو آپ کو بھی پہونچائیں گی جن کے گندہ اور غیر مہذب بیانات کی بڑی فاضل انگریز جان ریورٹ دلائل جیسے قائل ہو گئے ہیں۔ اب آپ نے ان میں کیا دیکھ لیا۔ کہ آپ قائل نہیں ہوتے۔ خدائے تعالیٰ رحم کرے۔

مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کے نام

(تعارفی نوٹ)

مولوی غلام دستگیر صاحب قصور کی مسجد کلاں کے امام تھے۔ اور قصور میں ان کا بڑا اثر اور دخل تھا۔ خاکسار **عرفانی الکبیر** کو مولوی غلام دستگیر صاحب کے خطرناک مخالفت کے سلسلہ میں ہی حافظ محمد یوسف صفدر خان بہادر رشید فتح علیشاہ ڈپٹی کلکٹر انہار کی تحریک پر اپنے ساتھ لے گئے ہیں اگرچہ اتنی کمی تھا مگر حق کی قوت

اور فطرت میرے ساتھ تھی میں نے قصور میں عام لیکچر دے اور مولوی غلام دستگیر صاحب کے حلقہ کے بعض علماء سے بذریعہ مراسلات گفتگو کی اور خود مولوی غلام دستگیر صاحب سے بھی یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کا کرشمہ ہے کہ مجھے ان لوگوں سے گفتگو کرنے میں کبھی جھجک نہ ہوتی تھی اور نہ میں انکی دستار فضیلت سے مرعوب ہوتا تھا۔ غرض یہ سلسلہ چلتا رہا اسکے بعد جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسائل اربعہ شائع کئے جن میں علماء منکرین کو دعوت مباہلہ دی تو مولوی غلام دستگیر صاحب کو بھی مباہلہ کے لئے بلایا تھا۔ مولوی غلام دستگیر صاحب نے اس مباہلہ کے اشتہار کا جواب دیا اور مباہلہ پر آمادگی کا اظہار کیا اور ایک خط لکھا حضرت اقدس نے اس خط کے جواب میں

حکیم حضرت فضل الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو ایک اشتہار کا مسودہ دیکر لاہور بھیجا اور یہ اشتہار چھپوا کر شعبان کی ابتدائی تاریخوں غالباً ۳ یا ۴ تاریخ تھی مولوی غلام دستگیر صاحب کو جاکر دیا گیا حکیم صاحب کے ساتھ جانیوالوں میں جہاں تک میری یاد میری مدد کرتی ہے حضرت حکیم محمد حسین قریشی بھی تھے اور میں خود بھی تھا۔ مولوی غلام دستگیر صاحب نے تو صرف ایک بہانہ تلاش کیا تھا۔ مگر حضرت اقدس نے اسکا فوری جواب دیکر اشتہار دیا۔ اور لاہور میں اسے تقسیم کیا گیا میرے مخطوطات میں وہ محفوظ تھا۔ لیکن اس مسودے رقمہ کی تفصیلی روئداد بھی۔ مولوی غلام دستگیر صاحب جواب بذریعہ اشتہار طلب کیا تھا اس نے زبانی کہا کہ میں تو مباہلہ کے لئے آگیا اس پر حکیم صاحب نے کہا کہ آپ اس خط کا جواب

اشتہار سے شائع کرو حضرت اقدس دس شہباکن تک آجا دیں گے۔ مگر وہ اس پر رضامند نہ ہوا چلا گیا مگر اس نے ایک کتاب میں مباہلہ کر لیا اور مباہلہ کے موافق حضرت اقدس کی زندگی میں فوت ہو گیا۔ چنانچہ حضرت صاحب کی تصانیف میں اس نشان کو درج کیا گیا ہے

نزول المسیح آپ نے لکھا ہے کہ

پھر پنجاب میں مولوی غلام دستگیر اٹھا اور اپنے تئیں کچھ سمجھا اور اس نے اپنی کتاب میں میرے مقابلہ میں یہ لکھا کہ

ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجاویگا

اور کئی سال ہو گئے غلام دستگیر مر گیا اور وہ کتاب چھپی ہوئی موجود ہے (نزول المسیح صا۲۱)

غرض اسطرح اسکا انجام ہوا اب میں مولوی غلام دستگیر صاحب کا خط اور اسکے جواب کے اشتہار درج کر دیتا ہوں (عرفانی الکبیر)

مولوی غلام دستگیر قصوری کا خط

باسمہ سبحانہٗ

از غلام دستگیر ہاشمی قصوری کان اللہ لہٗ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بعد السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

واضح ہو کہ رسائل اربعہ مرسلہ آپ کے فقیر کو پہنچے۔ آپ نے جو ان میں درخواست مباہلہ کر کے فقیر کو بھی مباہلہ کے لئے بلایا ہے سو فقیر بعد از استخارہ مسنونہ آپکو اطلاع دیتا ہے

کہ فقیر آپ کیساتھ مباہلہ کے واسطے از تہ دل مستعد ہے۔ آپ اب اس میں طوالت نہ کریں۔
شعبان کے ابتدا میں لاہور آجائیں۔ فقیر بھی امروز فردا لاہور پہونچ جاتا ہے اپنے دونوں فرزندوں
کو لے کر آپ نے عزیزوں سے ملکر فقیر سے مباہلہ کرلیں یہ قید کہ کم سے کم دس آدمی حاضر ہوں
جو صفحہ ۶۷ کی سطر ۱۶ و ۱۷ میں درج ہے۔ شرعاً بے اصل ہے لاہور کے مدعو مولویوں سے اگر
کوئی صاحب فقیر سے شامل ہوئے تو فبہا۔ ورنہ ایک ہی فقیر حاضر ہے۔ آپ نے اگر پندرہ
شعبان تک مباہلہ نہ کیا تو آپ کاذب متصور ہوں گے۔ اور فقیر اس امر کو مشتہر کردیگا فقط
المرقوم۔ ۲۹ رجب روز دوشنبہ ۱۳۱۴ھ از قصور مسجد کلاں۔

(نوٹ یہ اوائل جنوری ۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے۔ عرفانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـــ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ

(اشتہار صداقت آثار)

میں مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ ساکن قادیان ضلع گورداسپور اس وقت بذریعہ
اشتہار کے خاص و عام کو مطلع کرتا ہوں کہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات
پاگئے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم
حدیث نبوی اور قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس لفظ اور
نیز لفظ انی متوفیک کے معنی وفات دینا ہے۔ نہ اور کچھ کیونکہ اس مقام میں اس لفظ
کی شرح میں کوئی روایت مخالف مروی نہیں۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ
کسی صحابی سے۔ پس یہ امر متعین ہوگیا کہ نزول مسیح سے مراد نزول بطور بروز ہے

یعنی اسی امت سے کسی کا مسیح کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت الیاس علیہ السلام کے نزول کی شرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ جو یہود اور النصاریٰ کے اتفاق سے وہ یہی شرح ہے کہ انہوں نے حضرت یحییٰ کو ایلیا یعنی الیاس آسمان سے اترنے والا اقرار دیا تھا سو خدا تعالیٰ کے الہام سے میرا یہ دعویٰ ہے کہ وہ مسیح جو بروز کے طور پر غلبہ صلیب کے وقت میں کسر صلیب کے وقت کے لئے اترنے والا تھا۔ وہ میں ہی ہوں اس بنا پر مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری سے مباہلہ کرتا ہوں۔ اگر مباہلہ کی میعاد کے اندر جو روز مباہلہ سے ایک برس ہوگی میں کسی سخت اور ناقابل علاج بیماری میں جیسے جذام یا نابینائی یا فالج یا مرگی یا کوئی اسی قسم کی اور بھاری بیماری یا مصیبت میں مبتلا ہو گیا اور یا یہ کہ اس میعاد میں مولوی غلام دستگیر نہ فوت ہوئے۔ نہ مجذوم ہوئے اور نہ نابینا اور نہ اور کوئی سخت مصیبت انہیں آئی تو میں تمام لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ بغیر عذر و حیلہ ان کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔ اور سمجھوں گا کہ میں جھوٹا تھا۔ تب ہی خدا نے ذلیل مجھے کیا۔ اور اگر میں مباہلہ کے اثر سے ایک برس کے اندر مر گیا تو میں اپنی تمام جماعت کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ اس صورت میں نہ صرف مجھے جھوٹا سمجھیں بلکہ اگر میں مروں یا ان عذابوں میں سے کسی عذاب میں مبتلا ہو جاؤں تو وہ دنیا کے سب جھوٹوں اور کذابوں میں سے زیادہ کذاب مجھے یقین کریں۔ اور ان ناپاک اور گندے مفتریوں میں سے مجھے شمار کریں۔ جنہوں نے جھوٹ بول کر اپنی عاقبت کو خراب کیا۔ اور اگر میں دس شعبان تک بمقام لاہور مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوا تب بھی مجھے کاذب قرار دیں۔ لیکن ضرور ہے۔ کہ اول مولوی غلام دستگیر صاحب عزم بالجزم کر کے اس نمونہ کا اپنی

طرف سے بقید تاریخ اشتہار دیدیں اور اگر وہ اشتہار نہ دیں تو پھر میں لاہور نہیں جاسکتا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

گزارش[1] یہ بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر اور صاحب بھی علماء پنجاب یا ہندوستان سے مباہلہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ تو بھی اسی تاریخ پر بمقام لاہور مباہلہ کے لئے حاضر ہو کر مولوی غلام دستگیر کیساتھ شریک ہو جائیں۔ اور اگر اب حاضر نہیں ہوں گے۔ تو پھر آیندہ ان کی طرف التفات نہیں کیا جائیگا۔

مولوی محمد بشیر سہسوانی ثم بھوپالی کے نام

تعارفی نوٹ

مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی دراصل سہسوان کے باشندے تھے اور بہ سلسلہ ملازمت بھوپال میں نواب صدیق حسن خاں صاحب کے علماء کے زمرہ میں ملازم تھے چونکہ نواب صاحب خود اہل حدیث تھے۔ اس لئے انہوں نے مشہور علماء اہل حدیث کو اپنے سلسلہ تالیفات کے لئے جمع کر لیا تھا چنانچہ حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی بھی اس ذیل میں تھے اور مولوی بشیر صاحب سے انکے گہرے تعلقات تھے۔

---

[1] حضور علیہ السلام کے اسم مبارک کے بعد کی سطور اصل مسودہ میں حضور علیہ السلام نے پنسل سے لکھی ہوئی ہیں

مولوی بشیر صاحب ایک پستہ قد گندم گون تھے اس میں کچھ شبہ نہیں علوم عربیہ درسیہ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے دعویٰ مسیحیت کا اعلان فرمایا تو مولوی بشیر اور مولانا سید محمد احسن صاحب میں خلوت میں تبادلہ خیالات ہوتا رہا مولوی سید محمد احسن صاحب اثبات دعویٰ کا پہلو لیتے تھے اور مولوی بشیر صاحب اس پر اعتراض کرتے تھے مگر یہ مناظرہ مخالفت کے لئے نہ تھا بلکہ احقاق حق کے لئے آخر یہ تسلیم کر لیا گیا کہ حضرت اپنے دعویٰ میں صادق ہیں مولانا سید محمد احسن صاحب نے تو اخلاقی جراءت سے کام لیکر بیعت کر لی مگر مولوی بشیر صاحب متامل رہے۔

جب بھوپال کا سلسلہ ملازمت ختم ہو گیا تو مولوی صاحب بھوپال سے دہلی آکر جماعت اہلحدیث کے امام ہو گئے۔ اور یہ چیز انکی راہ میں روک ہو گئی۔ ۱۸۹۱ء کی آخری سہ ماہی میں حضرت اقدس لودہانہ سے دہلی تشریف لے گئے۔ جب مولوی سید نذیر حسین صاحب جو شیخ الکل کہلاتے تھے مقابلہ اور مباحثہ کے لئے نہ آئے حیلہ سے اس بلا کو ٹلا دیا تو لوگوں نے مولوی بشیر صاحب کو بحث پر آمادہ کیا جہانتک حقیقت ہے وہ کرہاً آمادہ ہوئے ان کے مباحثہ کے حالات رسالہ الحق دہلی (سیالکوٹ) میں شائع ہو گئے تھے مولوی صاحب آنے کو تو سیدان میں آئے گر نون ثقیلہ کی بحث میں الجھ کر رہ گئے۔ جہاں تک میرا ذاتی علم ہے مولوی بشیر صاحب ایسے مخالف نہ تھے جیسے محمد حسین بٹالوی وغیرہ بلکہ وہ کسی قدر ادب حضرت

کا اظہار کرتے تھے ان پر صداقت مکمل ہو چکی تھی۔ مگر بعض دوسرے معاشی اسباب انکی راہ میں روک تھے۔ چنانچہ جب "مباحثہ" کے لئے حضرت اقدس کی قیامگاہ پر آئے اپنے آنیکی اطلاع کی تو حضرت اقدس بالاخانہ سے نیچے آئے اور مولوی صاحب نے آگے بڑھ کر مودبانہ سلام علیکم کہا اور بے اختیار آپ سے معانقہ کے لئے لپٹ گئے حضرت تو اس کے عادی نہ تھے۔ صاحبزادہ سراج الحق صاحب بیان کرتے تھے کہ حضرت کھڑے رہے اور مولوی صاحب لپٹے رہے اور مولوی صاحب بھی آخر بیٹھ گئے اور حضرت اقدس بھی تشریف فرما ہوئے۔ میں نے اس واقعہ کو اس لئے نقل کیا ہے کہ مجھ پر ان کے متعلق یہی اثر تھا کہ وہ اندر سے مخالفت کا جذبہ نہیں رکھتے وہ اب مر چکے۔ واللہ حسیبہ۔

پھر جب ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدسؑ دہلی تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا۔ مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی نے مولوی بشیر صاحب کو ملاقات کے لئے ایک خط لکھا اور میں خود وہ خط لیکر گیا۔ مولوی صاحب نے خلوت ہی میں مجھے کہا کہ اس وقت ملاقات مصلحت کے خلاف ہے۔ میری طرف سے بہت بہت سلام دیا جائے اور میری معذوری پر معافی طلب کی جائے۔ ہم نے ان میں شوخی اور گستاخی نہ پائی تھی انہیں ایام میں کچھ خطوط اور رقعہ جات انکو لکھے گئے تھے میں عزیز مکرم بھائی فضل حسین صاحب کے لئے بہت دعا کرتا ہوں کہ انہوں نے ان رقعہ جات کو مخالفین کے لٹریچر میں سے لیکر محفوظ کر دیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء (عرفانی الکبیر)

یہ خطوط حضور علیہ السلام نے ۱۸۹۱ء میں رقم فرمائے تھے جب کے حضور دہلی میں قیام فرما تھے اور مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی کے ساتھ مناظرہ کی تجویز ہو رہی تھی یہ خطوط مخالفین نے حضور علیہ السلام اور مولوی محمد بشیر صاحب کے مابین تحریری مناظرہ کی تمہید میں شائع کئے ہیں جس کا نام الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح ہے (خاکسار ملک فضل حسین کارکن صیغہ تالیف و تصنیف۔

نمبر ا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

مکرمی اخویم مولوی احمد صاحب سلمہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ حسب استفتا آپ کے عرض کیا جاتا ہے کہ مجھے حضرت محمد بشیر صاحب سے مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام میں بحث کرنا بدل و جان منظور ہے۔ پہلے بہر حال یہی ہوگی بعد اسکے حضرت مولوی صاحب ان کے نزول کے بارے میں بھی بحث کرلیں۔ بحث تحریری ہوگی۔ ہر ایک فریق سوال یا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا دیگا۔ والسلام

خاکسار غلام احمد عفی عنہٗ۔ ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر ۲۔ مجھے یہ منظور ہے کہ اول حضرت مسیح ابن مریم کی وفات حیات کے بارے میں بحث ہو اس بحث کے تصفیہ کے بعد پھر انکے نزول اور اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں مباحثہ کیا جاوے اور جو شخص طرفین میں سے ترک بحث کریگا۔ اس کا گریز سمجھا جائیگا (الحق الصریح صـ۲۵)

نوٹ:۔ مولوی محمد بشیر صاحب کے ایک اعلان کے جواب میں رقم فرمایا تھا جو انکے شائع کردہ مباحثہ دہلی بنام الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح صـ۲۵ پر درج ہے۔ مگر اسکے نیچے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی دستخط یا نام نہیں لکھا گیا:۔

نمبر ۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ السلام علیکم رحمتہ اللہ برکاتہٗ۔ مجھے آپکی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی اور خط آمدہ اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب سے آپکے اخلاق اور متانت اور تہذیب کا حال معلوم ہوکر دل پہلے سے ہی مشتاق ہو رہا تھا کہ اس مسئلہ میں آپ سے اظہار للحق بحث ہو سو الحمد اللہ آپ تشریف لے آئے۔ آج مجھے بوجہ ضروریات فرصت نہیں۔ کل انشاء اللہ القدیر کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دونگا۔ لیکن بحث تحریری ہوگی۔ تا ہر ایک فریق کا بیان محفوظ رہے اور دور دست لوگوں کو بھی رائے لگانے کا موقعہ مل سکے۔ سب سے پہلے مسئلہ حیات و وفات مسیح میں بحث ہوگی۔ حیات مسیح علیہ السلام کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔ اس ثبوت کیبعد آپ دوسری بحث کر سکتے ہیں آپ کے خدمت میں ایک اشتہار بھی بھیجا جاتا ہے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حیات و وفات مسیح میں کن شرائط کی پابندی سے آپ کو بحث کرنا ہوگا۔ والسلام۔

خاکسار عبد اللہ الصمد غلام احمد عفی عنہٗ ۲۱ / اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر ۴۔ مکرمی اخویم مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہٗ۔ کل دس بجے کے بعد بحث ہو یا اگر ایک ضروری کام سے فرصت ہوئی تو پہلے ہی اطلاع دیدوں گا۔ ورنہ انشاء اللہ القدیر دس بجے کے بعد تو ضرور بحث شروع ہوگی۔ صرف اس بات کا التزام ضروری ہوگا۔ کہ بحث اس عاجز کے مکان پر ہو۔ اس کی ضرورت خاص وجہ سے ہے۔ جو زبانی بیان کر سکتا ہوں۔ جلسہ عام نہیں ہوگا۔ صرف دس آدمی جو معزز خاص ہوں آپ ساتھ لا سکتے ہیں۔ مگر شیخ بٹالوی اور مولوی

عبد المجید ساتھ نہ ہوں۔ اور نہ آپ کو ان بزرگوں کی کچھ ضرورت ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر ۵۔ جناب مولوی صاحب مکرم بندہ۔ السلام علیکم۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان تمام شرطوں کو جو میں اپنے کل کے پرچہ میں لکھ چکا ہوں قبول کرنے سے کسی قسم کا انحراف یا میلان انحراف ظاہر نہ کریں۔ یعنی جن لوگوں کو آنے سے روکا ہے تجربۃً اور مصلحۃً روکا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ خیر و برکت اسی میں ہے بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد از فراغ نماز جمعہ بحث شروع ہو۔ اور شام تک یا جس وقت تک ممکن ہو سکے سلسلہ بحث جاری ہو۔ اور دس آدمیوں سے زیادہ ہرگز کسی حال میں آپکے ساتھ نہ ہوں اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بے فائدہ طول نہ ہوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔

مرزا غلام احمد بقلم خود ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء

اہل اسلام لودہانہ و لاہور کا علما مخالفین کے نام خط

مندرجہ ذیل خط میں صرف اس لئے درج کر رہا ہوں کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے تعارفی نوٹ میں اس کا ذکر آیا ہے مولوی رشید احمد صاحب اور دوسرے علما پر عام اور ممتاز اہل اسلام کی طرف سے زور دیا جاتا تھا کہ امت مسلمہ کو اختلاف

سے بچانے کے لئے ایک مباحثہ کر کے فیصلہ کریں مگر کسی کو ہمت
نہ ہوئی۔ چونکہ یہ مکتوب معزز و ممتاز علمائان لودہانہ و لاہور کی طرف سے
ہے۔ اور تاریخ سلسلہ کا ایک اہم جزو ہے اس لئے درج کر رہا ہوں۔
اور اسکا جواب جو حضرت اقدس نے دیا تھا۔ (عرفانی الکبیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط از طرف اہل اسلام لودہانہ

الحمد للہ وسلم علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

خط بنام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی و مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب
دہلوی و خواجہ نظام الدین صاحب بریلوی و خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والہ و خواجہ
اللہ بخش صاحب تونسوی سنگھڑی از طرف جماعت مسلمانان لودہیانہ وغیرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ ہم سب لوگ جنکے نام اس خط کے نیچے
درج ہیں آپکی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان
ضلع گورداسپور ملک پنجاب مصنف کتاب براہین احمدیہ آج کل لودہیانہ میں
آئے ہوئے ہیں۔ اور بڑے زور و شور سے اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں
کہ حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں۔
اور دوسرے مردوں کی طرح جنو دار ارواح گذشتہ میں داخل ہیں۔ پھر اس عالم میں کسی
طرح سے نہ آوینگے اور اس زمانہ کے لئے جس مسیح کی روحانی طور پر آنے کی خبر قرآن شریف
اور احادیث صحیحہ میں دیگئی ہے۔ وہ مسیح موعود وہی ہوں۔ مرزا صاحب اور انکی جماعت

قرآن شریف کی آیتیں بکثرت پیش کرتے ہیں اور اقوال صحابہ اپنے تائید دعویٰ میں لاتے ہیں۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت میں تین کتابیں ایک فتح اسلام دوسری توضیح مرام تیسری ازالہ اوہام بڑی شد ومد اور شرح وبسط سے تصنیف کی ہیں اور روز بروز ان کے سلسلہ کو ترقی ہے اور معتبر طور سے معلوم ہے کہ چودہ سو کے قریب ان عالم فاضل متبحر آج تک ان کی جماعت میں داخل ہوگئے ہیں۔ عجیب انقلاب دیکھ کر حق کے طالب نہایت حیرت میں ہیں کہ ایک طرف تو انکی جماعت ترقی پر ہے اور دوسری طرف مشاہیر علماء اور اکابر صوفیہ کنکوش ہیں۔ اگر کوئی مولویوں میں سے بحث کرنے کے لئے آتا بھی ہے تو مغلوب ہوکر ایک طور سے اور بھی زیادہ ان کے سلسلہ کو تائید پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو پنجاب میں مشہور عالم ہیں۔ بحث کرنے کے لئے آئے جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ انکی کمزوری اور گریز کو دیکھ کر اور بھی کئی شخص انکی جماعت میں داخل ہوگئے اور ایک بڑی خجالت کی یہ بات ہوئی کہ مرزا صاحب نے روحانی طور پر بھی ایک تصفیہ کی درخواست کی کہ تم بھی دعا کرو اور ہم بھی دعا کریں تا مقبول اور اہل حق کی تائید میں آسمانی نشان نشان ظاہر ہو۔ لیکن مولوی محمد حسین صاحب نے اس طرف رخ بھی نہ کیا۔ اب التماس یہ ہے کہ آپ اکابر جلیل القدر صوفیہ اور صاحب عرفان اور صاحب سلسلہ اور فاضل اور مشاہیر علماء سے ہیں۔ آپ سے بڑھکر اور کسکا حق ہے کہ دونوں طریق سے یعنی ظاہری اور باطنی طور پر آپ مرزا غلام احمد صاحب سے مقابلہ اور موازنہ کریں اور دونوں طور سے بحث کرنے کے لئے تشریف لائیں۔ ہم نے مرزا صاحب سے منظور کرالیا ہے کہ ہم (جنکے نام خط ہے) بلواتے ہیں۔ وہ آپ سے دونوں طور ظاہری اور باطنی مقابلہ کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے زندہ بجسم عنصری آسمان پر

اٹھائے جانے اور اب تک زندہ ہونے اور آخری زمانہ میں نزول از آسمان
کرنے پر دلائل قاطعہ اور نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ پیش کریں گے۔ اور نیز
باطنی طور پر اپنی کچھ کرامات بھی دکھائینگے پھر اگر آپ نے (جنکے نام خط ہے) ان سے
دونوں طور ظاہری اور باطنی میں مقابلہ نہ کیا۔ اور بھاگ گئے تو ہم تحت مخالف
بن کر آپکی اس ہزیمت کی شہرت دیں گے بلکہ ہم نے مرزا صاحب سے لکھوالیا ہے۔ جسکی
نقل آپکی خدمت میں بھیجی جاتی ہے اور ہم نے حلف کی طور پر وعدہ کرلیا ہے۔ ضرور
وہ صاحب (جنکے نام خط ہے) ان دونوں طور کے بحثوں کے لئے لودہیانہ میں تشریف
لے آئینگے۔ کیونکہ نازک وقت پہنچ گیا تھا۔ اور لوگ جوق در جوق انکی پیروی کرتے
جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر بزرگان دین اور علماء اہل یقین جسمیں ہزارہا مسلمان کا
ایمان تلف ہو۔ کام نہ آئے تو کب آئینگے۔ ہاں ہم نے مرزا غلام احمد صاحب سے قسم
کھاکر یہ بھی وعدہ کرلیا ہے کہ اگر (جنکے نام خط ہے) اس بحث کے لئے تشریف نہ
لائے۔ تو پھر یہ بات پنجاب اور ہندوستان کے اخباروں میں چھپوادیں گے کہ
وہ گریز کر گئے۔ اور وہ حق پر نہیں ہیں۔ لہذا ہم سب لوگ ادب سے اور عاجزی سے
آپکی خدمت میں خواستگار ہیں کہ آپ حسبۃً للہ اس کام کے لئے ضرور تشریف لاویں۔
اور مسلمانوں کو فتنہ سے بچاویں۔ ورنہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو حیار ایفائے عہد کیلئے
آپ کا گریز کرنا حتی الوسع تمام اخباروں میں شائع کردیا جائیگا اسی طرح مرزا غلام احمد
صاحب نے گریز کی تو اس سے دس حصہ زیادہ اخباروں کے ذریعہ سے انکی
قلعی کھولی جائیگی اور ہمیں یقین ہے کہ آپ دونوں طور کی بحث کے لئے ضرور تشریف لے
آئیں گے۔ اور قیامت کے بازپرس سے اپنے آپ کو بچائینگے۔ لہذا ہم نے

ایک ایک نقل اسی درخواست کی چند اخباروں میں بھیجدی ہے۔ اور آخری نتیجہ کا مضمون جو کچھ بعد اسکے ہوگا چھپنے کے لئے بھیجا جائیگا۔ آپ جلد تشریف لادیں سب مخلصین منتظر ہیں ہم آپ کے جواب کے آج کی تاریخ سے کہ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ مطابق ۲۴ اگست ۱۸۹۱ء ہے۔ ایک ماہ تک انتظار کریں گے۔ اگر اس عرصہ تک خدانخواستہ آپ تشریف نہ لائیں تو ناچار عہد کے موافق کلمات حقہ آپکی نسبت شائع کر دیئے جائینگے۔ اور واضح رہے کہ ہم تین فریق کے آدمی ہیں بعض ہم سے مرزا صاحب کے مرید ہیں۔ اور بعض حسن ظن رکھنے والے اور نہ مرید ہیں۔ لیکن ہم سب حق کے طالب ہیں۔ الحق حقیق۔ والسلام

ابوالنعمان[۱] محمد سراج الحق جمالی نعمانی سرسادی سرج اللہ وجہہ۔ شیخ[۲] نور محمد ہانسوی۔ شیخ[۳] عبدالحق لودیانوی۔ قاضی[۴] خواجہ علی ٹھیکدار شکرم۔ محمد[۵] خاں ساکن کپورتھلہ حافظ[۶] حامد علی لودہیانوی۔ سید[۷] عباس علی صوفی۔ مولوی[۸] محمود حسن مدرس۔ منشی[۹] محمد ارورٹ نقشہ نویس ساکن کپورتھلہ۔ منشی[۱۰] فیاض علی۔ منشی[۱۱] ظفر احمد اہلمد ساکن کپورتھلہ منشی[۱۲] عبدالرحمن اہلمد جرنیلی کپورتھلہ۔ منشی[۱۳] حبیب الرحمن برادرزادہ حاجی ولی محمد صاحب جج مرحوم ساکن کپورتھلہ۔ منشی[۱۴] جان محمد۔ سردار[۱۵] خاں کوٹ دفعدار ساکن کپورتھلہ شیخ[۱۶] سدوری ضلع ہوشیارپور۔ منشی[۱۷] رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے۔ خیر[۱۸] الدین خاں سوار رجمنٹ نمبر ۱۔ حکیم[۱۹] عطاء الرحمن دہلوی۔ مولوی[۲۰] افتخار احمد ابن سجادہ نشین حضر منشی احمد جان صاحب نقشبندی لودہیانوی۔ حافظ[۲۱] نور احمد تاجر پشمینہ لودہیانوی سائیں[۲۲] بہادر شاہ لودہیانوی۔ سائیں[۲۳] عبدالرحیم شاہ۔ جیوا[۲۴] تاجر پشمینہ لودہیانوی حافظ[۲۵] محمد بخش تاجر لودہیانہ۔ مولوی[۲۶] محمد حسین ساکن کپورتھلہ۔ قاضی[۲۷] شیخ احمد اللہ

ملازم کپورتھلہ۔ [۲۸]منشی الٰہ بخش محرر دفتر لودہیانہ۔ [۲۹]مولوی چراغ الدین مدرس مشن اسکول لودہیانہ۔ [۳۰]قاضی عبدالمجید خاں شاہزادہ لودہیانہ۔ [۳۱]مولوی عبدالقادر مدرس جمال پور۔ [۳۲]ماسٹر محمد بخش لودہیانہ۔ [۳۳]مولوی تاج محمد ساکن بھوکڑی علاقہ لودہیانہ [۳۴]مولوی نور محمد ساکن مالکوٹ علاقہ لودہیانہ۔ [۳۵]مولوی عبداللہ مجتہد لودہیانہ۔ [۳۶]مولوی نظام الدین لدہیانہ۔ [۳۷]مولوی الٰہ دیا واعظ ردتھاری لدہیانوی۔ [۳۸]عبداللہ سنوری پٹوری علاقہ پٹیالہ۔ [۳۹]ماسٹر قادر بخش لدہیانوی۔ [۴۰]مولوی محمد یوسف سنوری علاقہ پٹیالہ۔ [۴۱]منشی ہاشم علی پٹواری ریاست پٹیالہ۔ [۴۲]مولوی حشمت علی مدرس پٹیالہ۔ [۴۳]عبدالرحمن سنوری علاقہ پٹیالہ۔ [۴۴]روشن دین ٹھیکدار کپورتھلہ۔ [۴۵]شیر محمد خاں لدہیانوی۔ [۴۶]مولوی عبدالکریم سیالکوٹی۔ [۴۷]مولوی غلام قادر فصیح ایڈیٹر ویرپرائٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ۔ [۴۸]سید احمد شاہ سیالکوٹی۔ [۴۹]سید خصلت علی ڈپٹی انسپکٹر ضلع سیالکوٹ۔ [۵۰]مولوی غلام النجیر ریاست کشمیر۔ [۵۱]مولوی عبدالغنی عرف غلام نبی خوشنا [۵۲]حکیم فضل الدین بھیروی۔ [۵۳]مولوی مبارک علی سیالکوٹی۔ [۵۴]مفتی محمد صادق مدرس جموں کاشمیر۔ [۵۵]میر عنایت علی لدہیانوی۔ [۵۶]شیخ چراغ علی ساکن گورداسپور۔ [۵۷]شیخ شہاب الدین ساکن تہہ غلام نبی۔ [۵۸]شیخ حافظ حامد علی ساکن تہہ غلام نبی۔ [۵۹]مولوی غلام حسن پشاوری [۶۰]خواجہ عبدالقادر شاہ لدہیانوی چشتی۔ [۶۱]سید فضل شاہ لاہوری۔ [۶۲]نواب محمد اشرف علیخاں لدہیانوی۔ [۶۳]محمد عبدالحکیم خاں طالب علم میڈیکل کالج لاہور۔ [۶۴]منشی کرم الٰہی لاہوری [۶۵]مولوی خدا بخش اتالیق الٰہ بندہ ہانسوی۔ [۶۶]شیخ فتح محمد ساکن جموں نائب [۶۷]شرف محکمہ جنرل ڈیپارٹمنٹ سری نگر کشمیر۔ [۶۸]مولوی محمد حسن خاں لودہیانوی [۶۹]مولوی خدا بخش بستی شیخ۔ [۷۰]سید عبدالہادی سب اورسیر ملیلی ملک بلوچستان

[۷۱] مرزا یوسف بیگ ساکن سامانہ۔ [۷۲] عبدالکریم خاں ناظر ریاست پٹیالہ۔ [۷۳] نواب
عشرت علی خاں ناظر لودہیانوی ناظر عدالت سمرالہ۔ [۷۴] نواب محمد حسین خاں
خلف نواب محفوظ علی خاں جھجری حال لدہیانہ۔ [۷۵] گلاب خاں دفعدار لدہیانوی
[۷۶] عبدالکریم خاں کلرک نہر لدہیانوی۔ [۷۷] مولا بخش ماسٹر لودہیانہ۔ [۷۸] عمر بخش
چنانوالہ۔ [۷۹] شہاب الدین لدہیانوی۔ [۸۰] امیر خاں سمرالہ۔ [۸۱] مولوی غلام محمد نقل
نویس تحصیل سمرالہ۔ [۸۲] شیخ نور احمد مالک و مہتمم ریاض ہند امرتسر۔ [۸۳] الہ بخش
پارسل کلرک پھلور۔ [۸۴] حاجی عبدالرحمن لدہیانوی۔ [۸۵] منشی خادم حسین خلف رشید
داروغہ۔ [۸۶] محمد قاسم خوشنویس لدہیانوی۔ [۸۷] محمد اسمعیل۔ [۸۸] عبدالکریم سیالکوٹی۔
[۸۹] غلام محمد سیالکوٹی۔ [۹۰] مولوی محمد الدین سیالکوٹی۔ [۹۱] مولوی نورالدین ساکن بھوگری ضلع لدہیانہ
[۹۲] سید امیر علی شاہ سیالکوٹی سارجنٹ پولیس۔ [۹۳] منشی رحمت اللہ ممبر میونسپل کمیٹی
گجرات و تاجر پارچات۔ [۹۴] رحمت سکنہ غوث گڈھ علاقہ پٹیالہ۔ [۹۵] مولوی حکیم سید
محی الدین ساکن تنکور علاقہ ریاست میسور۔ [۹۶] الہی بخش ساکن غوث گڈھ علاقہ
ریاست پٹیالہ۔ [۹۷] علی بخش ساکن چک علاقہ پٹیالہ۔ [۹۸] پیر محمود شاہ ساکن سیالکوٹ
[۹۹] محبوب عالم درویش ساکن کیور تھلہ۔ [۱۰۰] مہر علی ساکن تہ غلام نبی۔ [۱۰۱] نور محمد نمبردار
غوث گڈھ ریاست پٹیالہ۔ [۱۰۲] خطا الہی ساکن غوث گڈھ۔ [۱۰۳] عمرالدین لدہیانوی
[۱۰۴] امام بخش از خاندان میاں دسوندی شاہ صاحب مرحوم۔ [۱۰۵] منصب علی محرر۔
[۱۰۶] غلام ربی لودہیانوی

اس کے ساتھ ایک دوسرا خط مسلمانان لاہور نے علماء کے نام مباحثہ کے لیے
شائع کیا تھا جو اسی ضمیمہ ریاض ہند کے صفحہ اول پر ہے۔ اسکو بھی ناظرین کی واقفیت

کے لئے اسی جگہ نقل کر دیا جاتا ہے (المرتب)

دوسرا خط از طرف اہل اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خط بنام مولوی محمد صاحب لکھو کے مولوی عبدالرحمن صاحب لکھو کے ۔ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ۔ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی ۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لودیانوی ۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری مولوی محمد سعید صاحب بنارسی مولوی محمد احسن صاحب امروہی حال وارد بھوپال ۔ مولوی نورالدین صاحب حکیم مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۔ از طرف اہل اسلام لاہور بالخصوص حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار و خواجہ امیر الدین صاحب و منشی عبدالحق صاحب و منشی شمس الدین صاحب سکرٹری حمایت اسلام و مرزا صاحب ہمسایہ خواجہ امیر الدین صاحب و منشی کرم الہی صاحب وغیرہ وغیرہ ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو دعاوی حضرت مسیح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت اور خود مسیح موعود ہونے کی نسبت کئے ہیں آپ سے مخفی نہیں ان کے دعاوی کی اشاعت اور ہمارے آئمہ دین کی خاموشی نے مسلمانوں کو جس تردد اور اضطراب میں ڈال دیا ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں اگرچہ جمہور علماء موجودہ کے بے سود مخالفت اور خود مسلمانوں کے پرانے عقیدہ نے مرزا صاحب

کے دعاوی کا اثر عام طور پر نہیں پھیلنے دیا مگر تاہم اس امر کے بیان کرنیکی بلاخوف تردید جرارت کی جاتی ہے کہ اہل اسلام کے قدیمی اعتقاد نسبت حیات و نزول عیسیٰ ابن مریم میں بڑا تزلزل واقع ہوگیا ہے۔ اگر ہمارے پیشوایان دین کا سکوت یا انکی خارج از مبحث تقریر اور تحریر نے کچھ اور طول پکڑا تو احتمال کیا بلکہ یقین کامل ہے کہ اہل اسلام علی العموم اپنے پرانے اور مشہور عقیدہ کی خیرباد کہدیں گے۔ اور پھر اس صورت اور حالت میں حامیان دین متین کو سخت تر مشکل کا سامنا پڑے گا۔ ہم لوگوں نے جنکی طرف سے یہ درخواست ہے اپنی تسلی کے لئے خصوصًا اور عامہ اہل اسلام کے فائدہ کے لئے عمومًا کمال نیک نیتی سے بڑی جد وجہد کے بعد ابوسعید مولوی حکیم نورالدین صاحب کے ساتھ (جو مرزا صاحب کے مخلص معتقدین میں سے ہے) مرزا صاحب کے دعاوی پر گفتگو کرنے کے لئے مجبور کیا تھا مگر نہایت ہی حیرت ہے کہ ہماری بدقسمتی سے ہمارے منشا اور مدعا کیخلاف مولوی ابوسعید صاحب نے مرزا صاحب کے دعوٰیان سے جو اصل مضمون بحث تھا قطع نظر کر کے غیر مفید امور میں بحث شروع کر دی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ منکرین کے شبہات کو اور تقویت ہو گئی اور زیادہ تر حیرت میں مبتلا ہو گئے اسکے بعد لودہیانہ میں مولوی ابوسعید صاحب کو خود مرزا صاحب سے بحث کرنے کا اتفاق ہوا تیراں ۱۳ روز گفتگو ہوتی رہی۔ اس کا نتیجہ بھی ہمارے خیال میں وہی ہوا جو لاہور کے بحث سے ہوا تھا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تر مضر کیونکہ مولوی صاحب اس دفعہ بھی مرزا صاحب کے اصل دعاوی کی طرف ہرگز نہ گئے۔ اگرچہ جیسا کہ سنا گیا ہے اور بپایہ اثبات کو بھی پہنچ گیا ہے۔ مرزا صاحب نے اثنائے بحث میں بارہا اپنے دعوؤں کی طرف مولوی صاحب کو متوجہ کرنے کی سعی کی چونکہ علماء وقت کے سکوت اور بعض

بے سود تقریر و تحریر نے مسلمانوں کے لئے علی العموم بڑے حیرت اور اضطراب میں ڈال رکھا ہے اور اس کے سوا انکو اور کوئی چارہ نہیں۔ کہ اپنے اماماں دین کو رجوع کریں۔ لہذا ہم سب لوگ آپکی خدمت میں نہایت مودبانہ اور محض بنظر خیر خواہی برادران اسلام درخواست کرتے ہیں کہ آپ اس فتنہ و فساد کے وقت میدان میں نکلیں۔ اور اپنے خداداد نعمت علم اور فضل سے کام لیں اور خدا کے واسطے مرزا صاحب کے ساتھ انکے دعاوی پر بحث کر کے مسلمانوں کو ورطہ تذبذب سے نکالنے کی سعی فرما کر عند الناس و عند اللہ ماجور ہوں ہم چاہتے ہیں کہ آپ جنکی ذات پر مسلمانوں کو بھروسہ ہے خاص لاہور میں مرزا صاحب کے انکے دعوے میں بالمشافہ تحریری بحث کریں مرزا صاحب سے ان کے دعوے کا ثبوت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا جاوے۔ یا ان کو اس قسم کے دلائل بینہ سے توڑا جاوے ہماری رائے رائے میں مسلمانوں کو تسلی اور رفع تردد کے واسطے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں اگر آپ اس طریق بحث کو منظور فرما دیں اور امید واثق ہے کہ آپ اپنا ایک اہم منصبی اور مذہبی فرض یقین کر کے۔ محض ابتغاءً لوجہ اللہ و ہدایۃ خلق اللہ ضرور قبول فرما دیں گے۔) تو اطلاع بخشیں تاکہ مرزا صاحب سے بھی اس بارے میں تصفیہ کر کے تاریخ مقرر ہو جاوے۔ اور آپ کو لاہور لانے کی تکلیف دی جاوے۔ تمام انتظام متعلقہ قیام امن وغیرہ ہمارے ذمہ ہوگا اور انشاء اللہ تعالی آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھانی پڑیگی جواب سے جلد سرفراز فرمائیں۔

والسلام

نقل عبارت اقرار نامہ میرزا غلام احمد صاحب قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی

یہ خط جو جماعت مسلمان لودہیانہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ میں نے اول سے آخر تک پڑھا۔ مجھے ہر طرح منظور و مقبول ہے کہ الٰہی بخش صاحب تونسوی سنگڑی یا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی یا نظام الدین صاحب بریلوی یا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی یا غلام فرید صاحب چاچڑاں والا ظاہری و باطنی طور پر بحث کرنے کے لئے تشریف لادیں مجھے تحریری اور زبانی طور پر بحث منظور ہے کچھ عذر نہیں۔ اور باطنی طور پر مقابلہ کرنا خود میرا اختیار ہے کیونکہ میں یقینی جانتا ہوں کہ خداوند قدیر میرے ساتھ ہے۔ وہ ہر یک راہ میں میری مدد کریگا غرض میں بلا عذر ہر طرح حاضر ہوں اور مباحثہ لاہور میں ہو کہ وہ مقام صدر ہے اور رئیس لاہور امن وغیرہ کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔

الراقم

میرزا غلام احمد قادیانی بقلم خود

۲۳ اگست ۱۸۹۱ء م ۱۷ محرم حضرت پیر سر محلہ اقبال گنج۔ لودہیانہ

مکتوبات کی جلد ششم (نمبر دوم)

مکتوبات احمدیہ جلد ششم کا یہ پہلا حصہ ہے جسمیں مخالف الرائے علماء کے نام کے خطوط ہیں میں اسکو مکمل نہیں کہہ سکتا ممکن ہے بعض ایسے لوگ بھی ابھی ہوں جنکے نام حضرت اقدس نے کوئی خط لکھا ہو اور مجھے اب تک نہ ملا ہو میری کوشش ہمیشہ یہ رہی کہ ایک مجموعہ ان تمام مکتوبات کا خواہ وہ سرِدست ہی ہو جمع ہو جائے الحمدللہ اب تک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا مگر مجھے یہ گلہ کرنے دو کہ اس مفید اور نہایت اہم اور ضروری کام میں مجھے من حیث الجماعت کوئی مدد اخلاقی بھی تو نہیں ملی

ہاں انفرادی طور پر صرف صحابہ کی جماعت کے بعض احباب نے تعاون کیا اور یہ ان کے اس جوش محبت کا نتیجہ ہے جو انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے اللہ تعالیٰ کے ان پر بڑے بڑے فضل ہوں۔ اس جلد کے دوسرے نمبر میں ان مکتوبات کو انشاء اللہ درج کروں گا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض بادشاہان وقت کو لکھے اور اسی دوسرے حصہ کے ایک حصہ میں وہ مکتوبات بھی جمع کر دوں گا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشائخ اور سجادہ نشینوں کے نام لکھے تھے۔

میں چاہتا ہوں کہ احباب اس کارِ خیر میں اور نہیں تو اس سلسلہ کے خریدار ہو کر ہی ثواب حاصل کریں۔ حصہ دوم کا کام انشاء اللہ جلد شروع

وباللہ التوفیق

خاکسار ...

... ۱۹۵۰ء

ہر احمدی گھر میں یہ کتابیں ضروری ہیں

(۱) مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ دوم۔ سوم اور جلد پنجم کے چار زبان سب کی مجموعی قیمت معہ محصول ڈاک [illegible]

(۲) سیرۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شایع شدہ کل معہ محصول ڈاک قیمت [illegible]

(۳) حقایق و معارف قرآنیہ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتب تیار ہو کر شایع ہو چکی ہیں۔

(۱) اسماء القرآن فی القرآن (۲) قرآنی دعاؤں کے اسرار۔

(۳) البیان فی اسلوب القرآن (۴) اعجاز القرآن اس مجموعہ کی قیمت معہ محصول ڈاک [illegible]

(۴) کتاب الصیام یعنے روزہ اور اس کی حقیقت ... ... [illegible]

(۵) رحمتہ للعالمین فی کتاب مبین (حصہ اول) ... ... [illegible]

(۶) مکتوبات احمدیہ (جلد ششم) ... ... [illegible]

تمام درخواستیں اس پتہ پر آنی چاہئیں

عرفانی الکبیر اللہ دین بلڈنگ سکندر آباد دکن

مجھے اس بات سے بھی خوشی ہوئی کہ میری تحریر کے موافق آپ مباہلہ کے لئے بھی تیار ہیں اور اپنی ذات کی نسبت کوئی نشان بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ سبحان اللہ اب تو آپ کچھ رخ پر آ گئے اگر رسالہ میں کچھ نئے پتھر نہ ڈالدیں مگر کیونکر ڈال سکتے ہیں۔ آپ کا یہ فقرہ کہ میں آپ کی ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں۔ طیار ہوں حاضر ہوں صاف خوشخبری دے رہا ہوں۔ کہ آپ نے میری ہر ایک بات اور ہر ایک شرط کو سچے دل سے مان لیا ہے اب میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس خوشخبری کو چھپایا نہ جائے۔ بلکہ چھپوایا جائے۔ مراسلے معہ آپ کے خط کے اس خط کو چھاپ کر آپکے خدمتمیں نذر کرتا ہوں اور ایفاء وعدہ کا منتظر ہوں۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ .. ..

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۱۹ر۔ اپریل ۱۸۹۳ء

منکرین کے ملزم کرنے کے لئے ایک اور پیشگوئی۔ خاصکر شیخ محمد حسین بٹالوی کی توجہ کے لائق ہے

۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینہ پہلے صفحہ ۲۶۶۔ آئینہ کمالات اسلام میں بقید تاریخ شائع ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک اور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ سیولد لک الولد ویدنی منک الفضل ان نوری قریب۔

ترجمہ۔ یعنی عنقریب تیرا لڑکا پیدا ہوگا۔ اور فضل تیرے نزدیک کیا جائیگا یقیناً میرا نور قریب ہے۔ سو آج ۲۰ر اپریل ۱۸۹۳ء کو وہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔

یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں۔ چہ جائیکہ یقینی اور قطعی طور پر یہ اشتہار دیوے۔ کہ ضرور عنقریب اسکے گھر بیٹا پیدا ہوگا۔ خاصکر ایسا شخص جو اسکی پیشگوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے اور تحدی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اب چاہیئے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیش گوئی کیوں پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے یا نجوم ہے یا اٹکل ہے اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالیٰ بقول آپکے کہ ایک دجّال کی ایسی پیشگوئیاں پوری کرتا جاتا ہے جن سے اسکی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے

الراقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

اس مکتوب گرامی کی پہلی ہی سطر جس اشتہار کا حوالہ دیا گیا ہے اسے بھی برائے تکمیل کے لئے درج کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ مجھے ندامت کے ساتھ یہ عذر کرنا پڑتا ہے کہ اس مکتوب کا کچھ حصہ سہل نگاری سے نظرانداز ہوگیا طباعت کے دوران میں جب معلوم ہوا تو یہ صفحات اضافہ کر دیئے گئے (عرفانی)

ایک روحانی نشان جس سے ثابت ہوگا کہ یہ عاجز صادق اور خدا تعالیٰ سے مؤید یا نہیں

شیخ محمد حسین بٹالوی اس عاجز کو کاذب اور دجال قرار دیتے ہیں

صادق ہے یا خود کاذب اور دجال ہے

عاقل سمجھ سکتے ہیں کہ منجملہ نشانوں کے حقائق اور معارف اور لطائف

حکمیہ کے بھی نشان ہوئے ہیں۔ جو انکو خاص دئیے جاتے ہیں جو پاک نفس ہوں۔ اور جن پر فضل عظیم ہو جیسا کہ آیت ولا یمسہ الا المطہرون اور آیہ ومن یوتی خیرا کثیرا۔ بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے۔ سو یہی نشان میاں محمد حسین کے مقابل پر میرے صدق اور کذب کے جانچنے کے لئے کھلی کھلی نشانی ہوگی اور اس فیصلہ کے لئے احسن انتظام اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو کر منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کی چند صورتیں قرآن کریم جن کی عبارت اسّی آیت سے کم نہ ہو۔ تفسیر کے لئے منتخب کرکے پیش کریں۔ اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورۃ ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کے لئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفاء عبارت میں قلمبند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو اور جس قدر اسمیں حقائق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہو بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں۔ جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں۔ اور باایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں بلکہ انکی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں ٭ اور کتاب کے آخر میں سو شعر لطیف بلیغ

٭ اگر کسی کے دل میں خدشہ گذرے کہ ایسے جدید حقائق و معارف جو پہلی تفاسیر میں نہ ہوں وہ کیونکہ تسلیم کئے جا سکتے ہیں اور وہ انہیں پہلی ہی تفاسیر میں محدود کرے تو اسے مناسب ہے کہ عبارت ذیل کو ملاحظہ کرے۔ ثم رأیت کل آیت کل حدیث بحراً مواجاً فیہ من اسرار ما لا کتب شرحہ ولا واحد منہ مالی تجلیات لما احاطتہ ودیت لا انوار الخفیۃ متبدلۃ فی اشارات القرآن والسنۃ فقضیت العجب کل العجب فیوض الحرمین

اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہئیں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے۔ اور فریقین کو اس کام کے لئے چالیس دن کی مہلت دی جائے اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سنا دیں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق اور معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا۔ اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔ اور شیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اس وقت اس عاجز کے گلے میں رسہ ڈال کر یہ کہے کہ اے کذّاب اے دجال۔ اے مفتری آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی اب کہاں ہے وہ جسکو تو کہتا تھا کہ میرا مددگار ہے۔ اب تیرا الہام کہاں ہے اور تیرے خوارق کدھر چھپ گئے۔ لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر چاہیئے کہ میاں محمد حسین اسی مجلس میں کھڑے ہو کر ان الفاظ سے توبہ کرے کہ اے حاضرین آج میری روسیاہی ایسی کھل گئی۔ کہ جیسا آفتاب کے نکلنے سے دن کھل جاتا ہے اور اب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہے اور میں ہی دجال تھا اور میں ہی کذاب تھا اور میں ہی کافر تھا اور میں ہی بیدین تھا۔ اور اب میں توبہ کرتا ہوں کہ سب گواہ رہیں۔ بعد اسکے اسی مجلس میں اپنی کتابیں جلا دے اور ادنیٰ خادموں کی طرح پیچھے ہو لے*

---

* شیخ بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ میاں شیخ الکل اور دوسرے تمام منکر ملاؤں کے ساتھ ملا لے۔ منہ

اور بے ایمان اور بایں ہمہ سخت نادان جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کر دوں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کے لئے دعا کروں۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے۔ اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دعا کے لئے دل کھولدیا۔ سو میں نے اس وقت اس طرح سے رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دعا کی اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہوگئی۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا۔ کہ انی مھین من اراد اھانتک وہ اسی موقعہ کے لئے ہوا تھا۔ میں نے اس مقابلہ کے لئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے۔ اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا یا میدان سے بھاگ گیا یا کچھ بہانوں سے ٹالدیا تو تم سارے گواہ رہو کہ بیشک میں کذاب اور دجال ہوں۔ تب میں ہر یک سزا کے لائق ٹھہروں گا۔ کیونکہ اس موقعہ پر اس پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائیگا اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر ایک پر ہویدا ہو جائیگا۔ لیکن اگر میاں بٹالوی مغلوب ہو گئے تو انکی ذلت اور روسیاہی اور جہالت اور نادانی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگی۔ اب اگر وہ کھلے فیصلہ کو منظور نہ کریں اور بھاگ جائیں اور خط کا اقرار بھی نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ انکے لئے خدا تعالیٰ کی عدالت سے مندرجہ ذیل انعام ہے۔

(۱) لعنت ـــــــــــــــــــ

(۲) لعنت ________________

(۳) لعنت ________________

(۴) لعنت ________________

(۵) لعنت ________________

(۶) لعنت ________________

(۷) لعنت ________________

(۸) لعنت ________________

(۹) لعنت ________________

(۱۰) لعنت ________________

تلک عشرۃ کاملۃ

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی - ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء

نوٹ:- اگر میاں بٹالوی اس نشان کو منظور نہ کریں اور کسی اور قسم کا نشان چاہیں تو پھر اسی کے بارے میں دعا کی جائیگی مگر پہلے اشتہارات کے ذریعہ سے شائع کر دیں کہ میں اس مقابلہ سے عاجز اور قاصر ہوں:-

تنبیہ:- اس کا جواب بجم اپریل سے دو ہفتہ کے اندر آیا تو آپ کی گریز سمجھی جائیگی:-

صاحبو! یہ طریق فیصلہ ہے جو اس وقت میں نے ظاہر کیا ہے۔ میاں محمد حسین کو اس پر سخت اصرار ہے کہ یہ عاجز عربی علوم سے بالکل بے بہرہ اور کودن اور اور نادان جاہل ہے* اور علم قرآن سے بالکل بے خبر ہے اور خدائے تعالیٰ سے مدد پانے کے لائق ہی نہیں۔ کیونکہ کذاب اور دجال ہے اور ساتھ اس کے ان کو اپنے کمال علم اور فضل کا بھی دعویٰ ہے کیونکہ انکے نزدیک حضرت مخدوم مولوی حکیم نور الدین صاحب جو اس عاجز کی نظر میں علامہ عصر اور جامع علوم ہیں۔ صرف ایک حکیم اور اخویم مکرم مولوی سید محمد احسن صاحب جو گویا علم حدیث کے ایک پتلے ہیں صرف ایک منشی ہیں۔ پھر باوجود انکے اس دعوے کے اور میرے اس ناقص حال کے جسکے وہ بار بار شائع کر چکے ہیں اس طریق فیصلہ میں کونسا استغنا باقی ہے اور اگر وہ اس مقابلہ کے لائق نہیں اور اپنی نسبت بھی جھوٹ بولا ہے اور میری نسبت بھی اور میرے معظم اور مکرم دوستوں کی نسبت بھی تو پھر ایسا شخص کس قدر سزا کے لائق ہے۔ کہ کذاب اور دجال تو آپ ہو اور دوسروں کو خواہ نخواہ دروغ گو کر کے مشتہر کرے اور یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ عاجز در حقیقت نہایت ضعیف اور ہیچ ہے گویا کچھ بھی نہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ متکبر کا سر توڑے اور اس کو دکھا دے کہ آسمانی مدد اس کا نام ہے چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے۔ جسکی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جسمیں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال

---

* دیکھو ان کا فتویٰ نمبر ۴ جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۵

ادارہ حقائق و معارف قرآنیہ کی تالیفات

(۱) اسرار القرآن فی القرآن — قیمت ۴ر
(۲) قرآنی دعاؤں کے اسرار — ″ ۴ر
(۳) البیان فی اسلوب القرآن — ″ ۴ر
(۴) اعجاز القرآن یا حیثیت القرآن — ″ ۴ر
(۵) رحمتہ العالمین فی کتاب مبین جلد اول — ″ ۴ر

پورا سٹ خریدنے والوں کو صرف (ــــ) میں دیا جائیگا۔

عرفانی الکبیر
الہ دین بلڈنگ سکندرآباد۔ حیدرآباد دکن